

طبقات کبیر

جزو اول



سلسلۂ مطبوعات دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ

طبقات کبیر

جزو اول

تصنیف

محمد بن سعد کاتب الواقدی

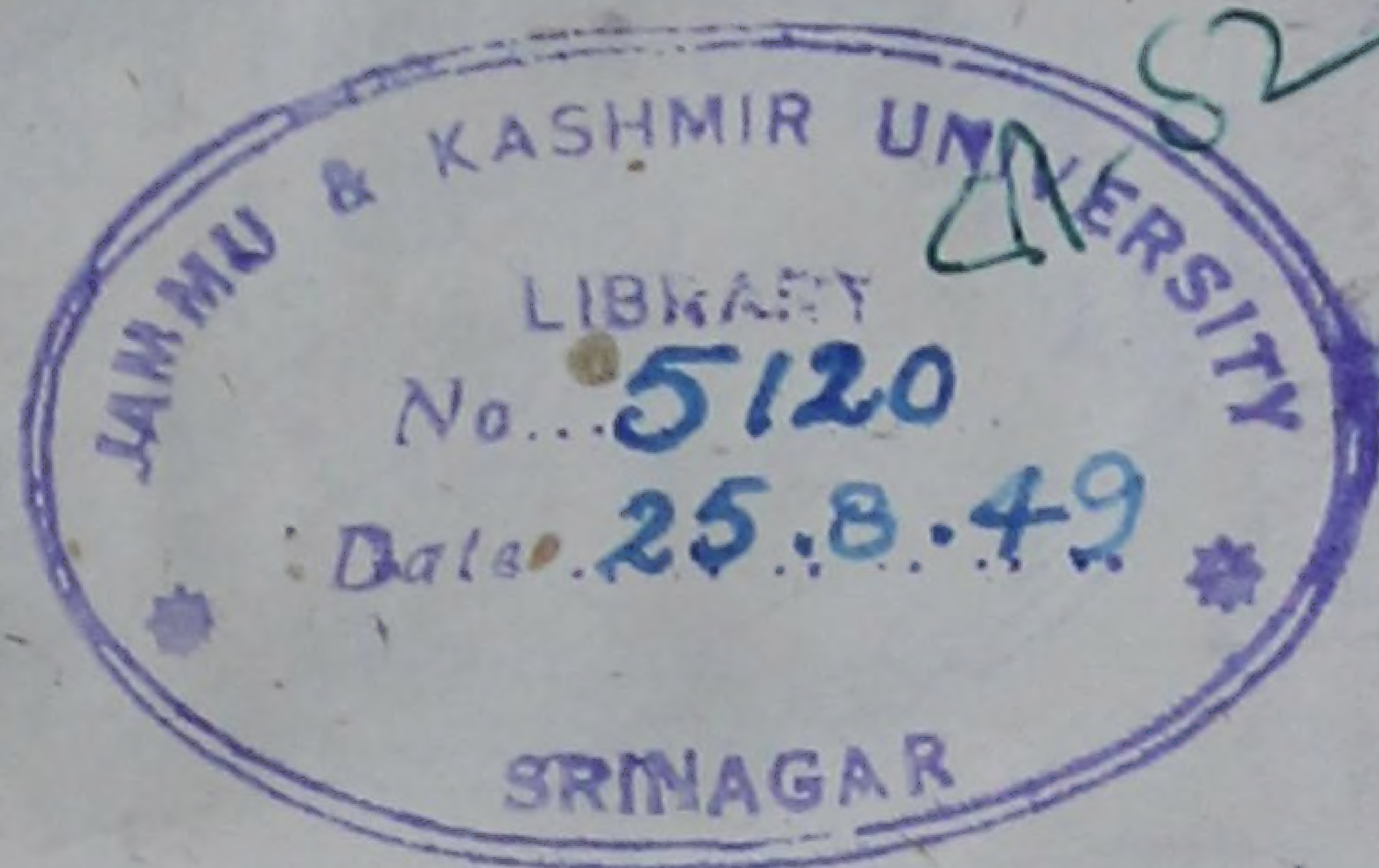
ترجمہ

مولانا عبد اللہ العمادی صاحب

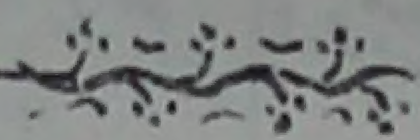
(سابق رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ)

۱۳۶۳ھ مطابق ۱۳۵۳ف مطابق ۱۹۴۴ء

دار الطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن



فہرست مضامین



طبقات ابن سعد جزو اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تلمیحات

اس ترجمے میں حسب ذیل امور کا التزام ہے جن کی جانب اشارہ ضروری ہے

(۱) ہر ایک قوم، ہر ایک زمانے اور ہر ایک زبان کی بعض بعض خصوصیتیں ہوتی ہیں جو دوسری قوم، دوسرے زمانے اور دوسری زبان میں بمشکل نظر آسکتی ہیں، عرب جاہلیت اور ان کی عربیت اپنی نمایاں خصوصیت کے لیے آج تک ممتاز ہے،

عام ترجموں میں تمام خصوصیتیں نظر انداز کر دی جاتی ہیں اور وہی مترجم کامیاب مانا جاتا ہے جو اپنی قوم اور اپنی زبان اور اپنے زمانے کے مخصوص محاورات میں اس کتاب کا ترجمہ کرے جو ایک اجنبی قوم نے اپنی خاص زبان میں صدیوں پیشتر تصنیف یا تالیف کی تھی،

ترجمۂ طبقات کو آپ اس حیثیت سے نہایت ناکام پائیں گے کیونکہ اس کا پرداز یہ ہے کہ عہد جاہلیت میں عربوں کی جو خصوصیتیں تھیں۔ اور ادائے مطالب کے لیے ان دنوں ان کی زبان خاص خاص حالتوں میں جیسے جیسے محاورات رکھتی تھی، اردو ترجمے میں وہ سب آجائیں، اور پھر طرز بیان غریب و نامانوس بھی نہ ہو اور جہاں ناگزیر غرابت پیش آئے اس کی علیحدہ تشریح کر دی جائے۔

(۲) اردو میں خطاب کے لیے کئی لفظ ہیں، آپ، تم، تو جو بہ اختلاف مدارج استعمال کیے جاتے ہیں، عربوں میں یہ تفریق نہ تھی، لہذا بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بقیہ سب کے لیے ترجمے میں وہی طرز خطاب

اختیار کیا گیا جو اُن دنوں مستعمل تھا،
اسی طرح کے اور بھی بہت سے مراتب ہیں جو اردو میں ہیں اور عربی میں
نہیں، یا ہیں تو کسی دوسرے انداز میں ہیں، ترجمے میں عربیت کا لزوم بہر حال
مدنظر رکھا گیا، کہ اہل بصیرۃ یہ بھی اندازہ کر سکیں کہ عربی زبان اور عربوں کی قوم
کیا کیا خاص اطوار رکھتی تھی اور اُردو میں کہاں تک اُس سے ایتلاف یا اختلاف
کی صلاحیت تھی۔

(۳) زبانیں بیرونی تفریق کے علاوہ ایک اندرونی تفریق بھی رکھتی
ہیں، مثلاً عربی زبان ہی کو لیجئے، مراسلت کی زبان جدا ہے، خطابت کی زبان جدا ہے،
ادب و انشا کی زبان جدا ہے، فلسفہ و حکمت کی زبان جدا ہے، تفسیر و حدیث کی زبان
جدا ہے، فقہ و اصول کی زبان جدا ہے، اور تاریخ و جغرافیے کی زبان جدا ہے،
کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین، یا الفتح القسی فی الفتح القدسی، یا
قلائد العقیان، یا یتیمۃ الدہر، یا عجائب المقدور، تاریخ کی کتابیں تھیں، مگر ان میں
زبان جو اختیار کی گئی وہ تاریخ کی زبان نہ تھی، لہذا انہیں وہ حسن قبول حاصل نہ ہوا
جو انہیں کی زبان اختیار کرنے سے ہمدانی و حریری کی کتابوں کو حاصل ہوا تھا،
کیونکہ ہمدانی و حریری نے جس فن میں کتابیں لکھیں اُسی فن کی زبان بھی اختیار
کی، اور اُن حضرات نے تاریخ تو لکھی مگر زبان ادب و انشا کی رکھی،
اس ترجمے میں اُسی زبان کا اتباع کیا گیا ہے جو علم رجال کی خاص زبان
ہے، ساتھ ہی یہ التزام ہے کہ عبارت شستہ شگفتہ اور سلیس ہو، کسی قسم کا اغلاق
و تعقید و تصنع و اضطراب نہ آنے پائے، اور یہ ترجمہ اصل کتاب کے روشن ترین
ادبی امتیاز کا آئینہ دار ہو سکے۔

(۴) بہت سے محاورات ایسے ہیں جو اس کتاب میں غریب نظر
آئیں گے، مثلاً:
کانوا یعتذرون کے عام معنی یہی سمجھے جائیں گے کہ وہ لوگ عذر کرتے
تھے، یا معذرت کرتے تھے، یا بہانہ کرتے تھے، حالانکہ مفہوم ختنہ کرنے کا ہے،
من شر ما مر علی الجبال میں "جبال" کے معنے پہاڑوں کے قیاد رہونگے

حال آں کہ اصل میں جبلّتیں اور طبیعتیں مراد ہیں۔

کانت تشرب الوفہم قبل شفاھھم میں لب سے پہلے ناک کے تر ہونے کا گمان ہوگا، حالاں آں کہ خصائص جاہلیت کے جاننے والے جانتے ہیں کہ ایسے محاورات سے قوم کی اَنفت، اِبائے ضیم، عزّۃ نفس اور خودداری کا اظہار مقصود ہوتا تھا۔

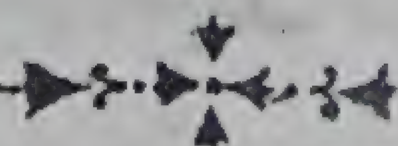
الی غیر ذلک، ممّا یعذ وحذوہ، اصل سے تطبیق دیتے وقت اگر ترجمے میں کوئی ایسا اشتباہ محسوس ہو تو اس نکتے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی تحقیق کرنی چاہیئے، وما ابرّیٔ نفسی، ان النفس لامارۃ بالسوٓء، الّا ما رحم ربّی، انّ ربّی لغفور رحیم۔

(۵) مضامین و مطالب کے عنوانات مترجم نے خود قایم کیے ہیں اور شمارۂ ترتیبی کا مسئول بھی وہی ہے جس سے محض توضیح مطلوب تھی۔

(۶) ہر قوم اپنی فعّالیت کے سادہ وبے تکلف عصرِ عمل میں بہت سے تعظیمی الفاظ کی خوگر نہیں ہوا کرتی، دل سے تو اپنے بزرگوں کی انتہائی تعظیم کرتی ہے مگر ظاہری القاب عظمت سے اُن کے نام کو گراں بار نہیں بنایا کرتی عرب اس ادائے خاص کے لئے آج تک شہرۂ آفاق ہیں اور اس خصوصیت سے روشناس کرنے کے لئے ترجمے میں بھی یہی رعایت رکھی گئی ہے۔

آخر میں مترجم اپنی بے بضاعتی کا اعتراف کرتے ہوئے محض جناب الٰہی سے افادۂ عموم و حسن قبول کا طلب گار ہے، ربّنا تقبل منّا انّک انت العزیز الحکیم، ربّ اغفر لی خطیئتی یوم الدین، واجعل لی لسان صدق فی الآخرین، ولا تخزنی یوم یبعثون، یوم لا ینفع مال ولا بنون، الا من اتی اللہ بقلب سلیم،

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔



سلسلۂ روایت

اسلام کے ابتدائی عہد مدنیت میں کسی واقعے کے موثق ماننے کے جو طریقے تھے اُن میں ایک سبیل خاص یہ بھی تھی کہ سلسلۂ روایت آخر تک مسلسل ہو فرض کیجیے آج آپ ایک واقعے کا تذکرہ کر رہے ہیں جو آج سے ایک سو برس قبل گزرا تھا، اس کی واقعیت کی وادی تحقیق میں آپ کا پہلا قدم راویوں کی جانب بڑھے گا کہ جس سے آپ نے یہ داستان سنی ہے اُس نے فلاں سے اور فلاں نے فلاں سے سنی تھی تا آں کہ آخری راوی وہ شخص تھا جو واقعے میں بذات خود شریک تھا اور اس کے سامنے یہ باتیں پیش آئیں۔

یہ ایک ممتاز خصوصیت تھی جس کا علم بردار دنیا بھر میں اکیلا ایک اسلامی تمدن ہی گزرا ہے اور وہی اپنے سلسلۂ رُواۃ سے اہل نظر کے لئے ایک وسیع ذخیرۂ انتقاد فراہم کرتا ہے کہ جس واقعے کی خواہ وہ کسی زمانے کا ہو جب آپ چاہیں تعدیل یا تجریح کر سکتے ہیں اس کے راوی ثقہ، صحیح القول، سلیم العقل، قوی الحفظ، مسند الوقت وغیرہ وغیرہ تھے یا نہیں اور روایت کا تسلسل قابل اطمینان صورت میں آخر تک پہنچتا ہے یا بیچ میں کہیں منقطع تو نہیں ہو جاتا۔

علم حدیث و فن تاریخ ہی اس طغرائے امتیاز سے مزین نہ تھے بلکہ ہر جگہ یہی تعمیم تھی حتیٰ کہ موسیقی کے متعلق جن لوگوں نے کتابیں لکھیں یہ خصوصیت اُن کے بھی پیش نظر رہی۔

دائرہ جتنا وسیع ہوتا گیا اسی تناسب سے پہنائیاں بھی بڑھتی گئیں اس زمانے میں تو ایک بڑی حد تک چھاپے نے تصنیف و تالیف اور ترجمے کی اشاعت اپنے ذمے لے رکھی ہے جس نے ہر قلم کش کو صلائے عام دے دی ہے کہ مصنف بنے مولف بنے

مترجم ہے، جو چاہے ہے:

کہ ہیچ کس نشناسد بہائے راز خاد

قلم کشتی یا ورّاقی سے وہ زمانہ بھی خالی نہ تھا، مگر اُن دنوں دستور یہ تھا کہ اہل علم جو کتاب مدوّن کرتے ایک عام حلقے میں اُس کا درس بھی دیتے جہاں اُس کے عیار کا اندازہ ہو جاتا کہ ناقص ہے یا کامل ہے، یا کیا ہے اس نقد و اختبار میں اگر کتاب کامل العیار اُترتی تو صاحب کتاب سے ارباب کمال اُس کی روایت کرتے اور انھیں کی روایت سے وہ مشہور ہوتی، ابن سعد کی طبقات کبیر بھی اسی سلسلۂ روایت سے شہرۂ آفاق ہوئی جس کا تسلسل یوں ہے:

ابن سعد کا پورا نام ابو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع تھا۔ طبقات کی روایت اُن سے ابو محمد الحارث بن محمد بن ابی اسامۃ التمیمی نے روایت کی، ابو محمد سے ابوالحسن احمد بن معروف بن بشر بن موسیٰ الخشاب نے، ابوالحسن سے ابو عمر محمد بن العباس بن محمد بن زکریا بن یحییٰ بن معاذ بن حیویہ الخزاز نے، ابو عمر سے ابو محمد الحسن بن علی بن محمد بن الحسن بن عبداللہ الجوہری نے ابو محمد سے قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی بن محمد ابن عبداللہ الانصاری نے، قاضی ابوبکر سے ابو محمد عبداللہ بن دہبل بن علی ابن کارہ نے، ابو محمد سے شمس الدین ابوالحجاج یوسف بن خلیل بن عبداللہ الدمشقی نے جو ملک شام کے مسند الوقت محدث تھے، شمس الدین ابوالحجاج سے شرف الدین ابو محمد عبدالمومن بن خلف بن ابی الحسن الدمیاطی نے روایت کی اور انھیں کی روایت سے دنیا بھر میں یہ کتاب پھیلی، جو محدث بھی تھے، عالم بھی تھے، حافظ بھی تھے، بہت سے فنون میں بھی دستگاہ رکھتے تھے، اور علم انساب و تاریخ کے تو مرد میدان تھے،

مختلف عنوانات کے ذیل میں مصنف نے جن جن راویوں سے روایتیں کی ہیں اُن سب کے سلاسل اسناد بہ امتثال اوامر مجلس معارف ترک کر دینے پڑے، تاہم آخری راوی کا نام، کہ واقعہ کا راوی اول وہی ہوتا ہے، ہر روایت میں آپ کو نظر آئے گا، اور اگر فن رجال پر آپ کو عبور ہے تو صرف اُس ایک راوی کی منزلت شناسی بھی روایت کی حقیقت واضح کر دے گی، واللہ المستعان وبہ الاعتصام

مصنف اور تصنیف

اس کتاب کے مصنف حافظ علامہ ابوعبداللہ محمد بن سعد البربوعی ہیں جن کو
قبیلہ بنی یربوع سے خاندانی انتساب تھا، بصرے میں یہ خاندان مقیم تھا اور وہیں
ابن سعد پیدا ہوئے۔

ان کی ابتدائی زندگی سادات بنی ہاشم کی غلامی میں گزری، بہت دنوں تک
محمد بن عمر الواقدی کی کتابت بھی کرتے رہے، حتیٰ کہ "کاتب واقدی" ہی کے نام سے
مشہور بھی ہوئے،

اسی زمانے میں مشاہیر ائمہ سے استفادہ کرتے رہے، اور جب آزاد ہوئے تو
تمام زندگی نشر علم کے لئے وقف کر دی،

بغداد میں آ کے مقیم ہوئے جو علم و حکمت کا مرکز تھا، بڑے بڑے نامور محدثین،
مثلاً ہشیم، سفیان بن عیینہ، ابن علیہ، ولید بن مسلم سے حدیثیں روایت کیں، اور اس طرح
اسلام نے اپنے غلام کی وہ تربیت کی کہ آزادگان روزگار اس کے حلقہ بگوش ہو گئے،

اس باب میں اتنا شغف تھا کہ جو بزرگ نیچے طبقے کے تھے مگر جلالت شان میں
سابقین پر فوق لے گئے تھے، ابن سعد اُن سے بھی روایت کرتے ہیں، اور یہی باعث ہے کہ
شیخ الاسلام فی الحدیث یحییٰ بن معین سے انھوں نے اکثر روایت کی ہے،

قریب قریب جتنے اساطین علم حدیث گزرے ہیں سب کے سب انھیں
ثقہ، ثبت، صدوق، حجۃ مانتے ہیں، چنانچہ علم الرجال کے بزرگ ترین نقاد ابو حاتم

نے بھی ان کی توثیق کی ہے نہایت اعلیٰ یہ ہے کہ مشایخ محدثین کو ان کی شاگردی کا فخر ہے، ابن ابی الدنیا جیسے یکتائے روزگار اُن کے حلقۂ درس میں بیٹھے ہیں اور اُن کی سند سے حدیثیں روایت کرتے ہیں، امام احمد بن حنبل کہ علوِ منزلت کے لئے شہرۂ آفاق ہیں، اُن کے مجموعۂ احادیث کے اجزا منگا منگا کے استفادہ کیا کرتے تھے۔

ابن سعد مختلف علوم اسلام کے جامع تھے جن کی جامع و مختصر تقسیم یوں ہو سکتی ہے:-

(۱) حدیث، بجمیع اصنافہ

(۲) غریب القرآن و غریب الحدیث، یہ بھی قسم اوّل ہی کا ایک شعبہ ہے مگر ابن سعد کے تبحر و تفنن نے اس میں ایک مستقل حیثیت پیدا کر لی تھی۔

(۳) فقہ

(۴) تاریخ

(۵) ادب

(۶) سیرۃ نبوی و اخبار صحابہ۔

قدمائے مصنفین ان تمام علوم میں اُن کو سر آمد زمانہ تسلیم کرتے آئے ہیں۔ تین مبسوط و مستقل کتابیں انھوں نے یادگار چھوڑیں۔

(۱) طبقات کبیر

(۲) طبقات صغیر

(۳) تاریخ اسلام

اِن میں دو آخری کتابیں دنیا سے ناپدید ہو چکی ہیں، اول الذکر بھی ناپید تھی، مگر مستشرقین المانی کی کوششوں نے اس گم شدہ گوہر شب چراغ کو ڈھونڈ نکالا اور اعلیحضرت بادشاہ اسلام ظل اللہ فی الارضین محی الملۃ والحکمۃ والحق والدین عمدۃ الملوک والسلاطین نظام الملک آصف جاہ سابع تاجدار دکن ایدہ اللہ وایدہ دولتہ ورفع شانہ وشید شوکتہ کی بدیع المثال معارف نوازی و معالم افرازی کے طفیل میں آج اس کا اردو ترجمہ ہدیۂ اہلِ نظر ہے۔

اِس فن میں جس قدر معروف مصنفات ہیں یہ کتاب تقریباً اُن سب کی ماخذ ہے اور سب ہی نے اُسے مستند مانا ہے' اس میں ایسے ایسے سبق آموز واقعات ملتے ہیں جو کسی دوسری تاریخ میں مل ہی نہیں سکتے۔ بایں ہمہ دو خاص باتیں نظر انداز نہیں ہو سکتیں:

(۱) انبیائے سابقین علیہم السلام کے حالات میں کتاب اللہ واحادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو باتیں زاید مذکور ہیں وہ عموماً عہد جاہلیت یا اس کے قریبی زمانے کے یہودیوں اور عیسائیوں سے ماخوذ ہیں جنھیں اہل کتاب کہتے تھے اور جن کے پاس تورات وتلمود وشروح وحواشی اور ایک سو کے قریب متناقض المطالب ومتخالف المعانی انجیلوں کا ایک بڑا طومار تھا'

جو واقعات اہل کتاب روایت کرتے تھے علمائے عرب انھیں کی ذمہ داری پر اُن کو نقل کر دیتے تھے' اور اُن کی تحقیق کے متعلق یہ اصل الاصول قرار دے رکھا تھا کہ لا نصدقھا ولا نکذبھا (ہم اُن کہانیوں کی نہ تصدیق کرتے ہیں نہ تکذیب)

اہل عرب کی شان تحقیق اصل میں وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں سے تاریخ اسلام کا آغاز ہے اور اسی کی تعدیل وتمحیص اُن کا منشائے حقیقی بھی ہے۔

(۲) اس کتاب میں معجزات کی اکثر روایتیں موجود ہیں' اور یہی وہ خار ہے جو ہمارے زمانے کی مادّی آنکھوں میں کھٹکتا ہے' یہ بزرگ سمجھتے ہیں کہ قانون قدرت کے تمام دفعات پر گویا وہ حاوی ہو چکے ہیں اور اُن کی رائے میں کسی خارق عادت کا صدور گویا ناموس فطرت کے مناقض ہے' یہی باعث ہے کہ اس کتاب سے بھی وہ بدگمان ہو رہے ہیں' لیکن اس کو کیا کریں گے کہ اسلام ہی نہیں دنیا کے ہر ایک مذہب کا بڑا سرمایہ معجزات سے معمور ہے' اور خود علم وحکمت بھی اصلاً اس کے منافی نہیں۔

عقل را نیست سرِ عربدہ ایں جا با نقل
بقیہ را آشتی ایں جا بہ شرار افنا و است

یہ مقام اس بحث کی توسیع کا نہیں ہے' اہل نظر کو خاص اسی مسئلے کی علمی تحقیق کے لئے ایک مستقل کتاب کا انتظار کرنا چاہیے جو سرمۂ دیدۂ اولی الابصار

ہو گی انشاء اللہ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

ایک مبسوط ناقدانہ مقدمے کی بھی اس ترجمے کے ساتھ ضرورت تھی اور خاص خاص روایتوں پر ازروئے اصول تجریح و تعدیل مخصوص تعلیق بھی کرنی تھی، لیکن افسوس ہے کہ اس کا موقع نہیں ملا تاہم اس ناصر العلوم الدینیہ والحضارۃ العربیہ والمدنیۃ الاسلامیہ شہریارِ علم پرور معید حکمت و ہنر متعنا اللہ بدوام حیاتہ، و قوام آیاتہ، بالحظ الاوفی والقسط الاوفر ہی کا یمن اقبال ہے کہ جامعۂ عثمانیہ میں اتنا بڑا وسیع کام ہوا اور ہو رہا ہے:

ہر کرا باخط سبزش سر سودا باشد ؛ پائے ازیں دائرہ بیروں نہ نہد تا باشد

ابن سعد کا سنۂ ولادت ۱۶۸ھ اور سال وفات ۲۳۰ھ ہے، ۶۲ برس کی عمر تھی جب واصل بحق ہوئے اور دارالسلام بغداد میں دفن کیے گئے۔ امام ذہبی کہ سرگروہ محدثین ہیں طبقات ابن سعد کو بڑے فخر سے روایت کرتے ہیں، اس تفاخر کی جو سند انھیں حاصل تھی تقریباً اصل کتاب کی سند روایت بھی وہی ہے اور انھیں صفحات میں علیحدہ ثبت ہو چکی ہے۔

اللہ اکبر! ایک وہ زمانہ تھا کہ اسلام کے غلام اتنے بڑے امام ہوتے تھے، ایسے سرگروہ انام ہوتے تھے اور اب ایک یہ وقت ہے کہ جو نام نہاد آزاد ہیں جہالت کے ہاتھوں وہ بھی اسیر اضطہاد ہیں، فہل من مدکر؟

چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت ؛ چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الحمد للہ الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین واخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم

ربنا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

انتساب جناب رسالتمآب

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سردار فرزندان آدمؑ ہوں۔

واثلہ بن اسقعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اللہ تعالیٰ نے فرزندان ابراہیمؑ میں اسماعیلؑ کو، اولاد اسماعیلؑ میں بنی کنانہ کو، بنی کنانہ میں قریش کو، قریش میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو برگزیدہ فرمایا ہے۔

علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کے دو برابر برابر حصے کئے، جو بہترین حصہ تھا مجھے اسی میں رکھا، اس حصے کی بھی تین تہائیاں کیں، جو بہترین تہائی تھی مجھے اسی میں رکھا، یہ تخییر کرلی تو اقوام انسانی میں سے قوم عرب کو پسند فرمایا، عرب میں قریش کو، قریش میں بنی ہاشم کو، بنی ہاشم میں اولاد عبدالمطلب کو اور ان میں سے مجھ کو۔

محمد بن علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اللہ تعالیٰ نے عربوں کو پسندیدہ ٹھیرایا، ان میں سے کنانہ۔ یا نضر بن کنانہ کو ان میں قریش کو، قریشیوں میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو اپنی پسندیدگی کا شرف بخشا ہے (راوی کو شک ہے کہ آنحضرت نے کنانہ کا نام لیا تھا یا نضر بن کنانہ ارشاد ہوا تھا)۔

عبداللہ بن عبید بن عمیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اللہ تعالیٰ کی نظر پسندیدگی عربوں کی جانب معطوف ہوئی کہ عربوں میں سے بنی کنانہ، کنانیوں میں قریش، قریشیوں میں بنی ہاشم اور ہاشمیوں میں سے میرے ساتھ یہ پسندیدگی مخصوص ہو گئی۔

حسنؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ میں سابق العرب ہوں۔

عبداللہ بن عباسؓ سے آیت رسول من انفسکم (ایک پیغمبر جو تم ہی میں سے ہے) کی تفسیر میں روایت ہے کہ وہ کہتے تھے، اے اہل عرب! وہ پیغمبر تمہاری ہی اولاد تو ہے (یعنی جو نسبی سلسلہ تمہارا ہے وہی اس کا بھی ہے)۔

مجاہدؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں شب کو بادیہ نوردی میں تھے، معیت میں ایک شخص بدرقے کا کام دے رہا تھا، ناگاہ ایک حدی سرا کی آواز سنائی دی جس کے آگے کچھ اور لوگ بھی تھے۔ آنحضرتؐ نے اپنے رفیق سفر سے فرمایا: کیا اچھا ہو کہ ان لوگوں کے حدی سرا سے ہم بھی جا ملیں۔ یہ اشارہ پاتے ہی ہم نے قدم بڑھائے، نزدیک ہوئے، تاآنکہ جا ملے۔ آنحضرت نے

دریافت کیا: مِمَّنِ الْقَوم؟ (تم لوگ کون ہو؟) انھوں نے جواب دیا: مضری۔ آپ نے فرمایا: میں بھی مضری ہوں، وانی حادینا فسمعنا حادیکم فاتینا کم (ہمارا حدی خواں کچھ سست ہو گیا، ہم نے تمہارے حدی سرا کی آواز سنی تو پاس آ گئے)۔

یحییٰ رحمہ ابن جعدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں سے ملے جو سوار تھے پوچھا ممن القوم؟ (تم لوگ کس قبیلے سے ہو؟) انھوں نے جواب دیا: مضری۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: وانا من مضر (میں بھی مضری ہوں) انھوں نے کہا، یا رسول اللہ! ہم ایک ایک جانور پر کئی کئی سوار ہیں اور بجز دو اسودوں کے ہمارے پاس کوئی توشۂ سفر بھی نہیں، آنحضرتؐ نے جواب دیا: ونحن درافٌ مالنا زادٌ الا الاسودان التمر والماء (ہم بھی اسی حال میں ہیں، ہمارے پاس بھی بجز دونوں اسود یعنی چھوارے اور پانی کے اور کوئی توشہ نہیں)۔[1]

طاؤس رحمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے کہ ایک حدی سرا کی آواز سنائی دی، آپ اسی آواز کی سمت ہو لئے اور اُن لوگوں کے پاس آ گئے، قریب پہنچ کے فرمایا: ہمارا حدی سرا سست ہو گیا تھا، ہم نے تمہارے حدی سرا کی آواز سنی، یہی سننے کے لئے ہم یہاں آئے ہیں۔ پھر کچھ وقفے کے بعد پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ جواب ملا: مُضَرِی۔ فرمایا: میں بھی مضری ہوں، اُن لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! پہلے پہل جس نے حُدی سرائی کی اُس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک فردِ مسافر نے حالتِ سفر میں اپنے غلام کے ہاتھ پر اس زور سے ڈنڈا مارا کہ اُس کا ہاتھ ٹوٹ گیا، غلام اس حالت میں اونٹ کو چلا رہا تھا اور کہتا جاتا تھا: وَایدَاہ، وَایدَاہ[2] ھیبا ھیبا، اس آواز سے اونٹ چلنے لگے۔

---

[1] ۔ عربی محاورے میں چھوارے اور پانی کو الاسودان کہتے ہیں، یعنی دونوں اسود، یہاں اسود کے معنے سیاہ کے نہیں ہیں بلکہ عظیم و جلیل کے ہیں کہ حیاتِ انسانی کے لئے اہلِ عرب آب و خرما کو اعظم اشیا سمجھتے تھے، لطیف پانی کو اسی بنا پر (سُوَید) بھی کہتے تھے۔

[2] ۔ وایداہ، وایداہ، کے معنی ہیں: ہائے ہاتھ، ہائے ہاتھ۔ اور ہیبا اونٹ چلانے کے لئے کہتے ہیں یعنی: چل چل۔

یحییٰؒ بن جابرؒ جنھیں بعض صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف تابعیت حاصل تھا، کہتے ہیں کہ قبیلۂ بنی فہیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کے کہا کہ: یا حضرت آپ تو ہم میں سے ہیں۔ آپ نے فرمایا: (حضرت) جبرئیل مجھے خبر دیتے ہیں کہ میں قبیلۂ مضر کا ایک فرد ہوں۔

حذیفہؓ نے باتوں باتوں میں قبیلۂ مضر کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: سردار فرزندان آدمؑ تو تم ہی میں سے ہیں۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

زہریؒ کا بیان ہے کہ قبیلۂ کندہ کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا جس کے ارکان واعضا یمن کی منقش چادروں کے بنے ہوئے جبّے پہنے تھے اور اُن کی جیبوں[1] اور آستینوں کے حاشیے دیبا کے تھے۔

آنحضرتؐ نے استفسار فرمایا: کیا تم لوگ مسلمان نہیں؟ وفد نے کہا: بے شک، ہم مسلمان ہیں۔ فرمایا: تو پھر اسے (ریشمیں حاشیے کو) نکال ڈالو۔ اُن لوگوں نے جبّے اتار دیئے۔ باتوں باتوں میں عرض کی: آپ لوگ کہ فرزندان عبد مناف ہیں، آکل المرار (بادشاہ) کی اولاد ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا: سلسلۂ نسب کے متعلق عباسؓ و ابوسفیانؓ سے گفتگو کرو۔ انھوں نے کہا: ہم تو بجز آپ کے اور کسی سے یہ باتیں کرنے کے نہیں۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا: تو ہم فرزندان نضر بن کنانہ کبھی نہ اپنی ماں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ کسی غیر کو اپنا باپ بنانے والے ہیں۔

ابن شہابؒ کا بیان ہے کہ قبیلۂ کندہ کا وفد جب مدینے میں حاضر ہوا تو اعضائے وفد اس زعم میں تھے کہ بنی ہاشم انھیں کے سلسلۂ نسب میں منسلک ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ ہم فرزندان نضر بن کنانہ اپنی ماں کو ہرگز چھوڑتے نہیں، اور کسی غیر کو ہرگز اپنا باپ بناتے نہیں۔

ابو ذئیبؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں عرض کیا گیا کہ یہاں قبیلۂ کندہ کے کچھ لوگ ہیں جن کو گمان ہے کہ حضرتؐ انھیں کے

---

[1] لفظی ترجمہ: جلیبہ نما اور آستینوں پر دیبا جو ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہے لپیٹے ہوئے تھے۔

۴ عباسؓ بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واقعہ یہ ہے کہ
ابن کنانہ ہیں، جس نے اس کے خلاف کہا وہ جھوٹ بولا۔

اشعثؓ بن قیس سے روایت ہے کہ قبیلۂ کندہ کے وفد میں میں بھی جناب نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تھا، وفد کی یہ رائے نہ تھی کہ میں ان سب میں افضل ہوں (تاہم) میں نے عرض کی: یا حضرت! ہم سب کو گمان ہے کہ آپ ہم میں سے ہیں، آنحضرتؐ نے فرمایا: ہم لوگ نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں، ہم نہ اپنی ماں کو چھوڑ سکتے ہیں نہ اپنے باپ سے بے تعلق ہو سکتے ہیں، اشعثؓ نے یہ سن کے عرض کی: اگر کسی کو میں نے سنا کہ قریش کو نضر بن کنانہ کے سلسلے سے الگ کرتا ہے تو میں اس کو تازیانے لگاؤں گا (حد ماروں گا)۔

عمروؓ بن عاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ ہوں، یہ کہکے نضر بن کنانہ تک اپنے سلسلۂ نسب کی تشریح فرمائی اور پھر ارشاد ہوا: اب جس نے اس کے خلاف کہا وہ جھوٹ بولا۔

قیسؒ بن ابی حازم سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آیا، رو برو کھڑا ہوا تھا کہ لرزنے لگا، حضرتؐ نے فرمایا، هَوِّنْ عَلَيْكَ (اطمینان رکھو، گھبراؤ نہیں) فَانِّي لَسْتُ بِمَلِكٍ (میں کوئی فرشتہ نہیں ہوں) اِنَّمَا اَنَا ابْنُ امْرَاَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ كَانَتْ تَاْكُلُ الْقَدِيْدَ (میں تو اصل میں ایک ایسی قریشیہ کا بیٹا ہوں جو قدید۔ سوکھا گوشت۔ کھاتی تھی)۔

ابو مالکؒ سے روایت ہے کہ قریش بھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واسطۃ النسب[۱] تھے، قریش کے جتنے خانوادے تھے (دور و نزدیک) سب کے ساتھ یکجدی ہونے کا رشتہ تھا[۲]، اللہ تعالیٰ نے (بطور اتمام حجت) فرمایا:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

---

[۱] یعنی باعتبار سلسلۂ نسبی ہر ایک قبیلے کے ساتھ کچھ نہ کچھ آپ کا قرابتی تعلق تھا۔
[۲] عرب میں باوصف اس کے کہ رشتہ داریوں کا نہایت پاس و لحاظ مرعی تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی ایذا دیتے تھے۔

یعنی اے پیغمبر! ان سے کہہ کہ جو پیغام الٰہی میں تمہیں سناتا ہوں اور جس دین کی دعوت دیتا ہوں اس پر کسی اجر و منت کا خواستگار نہیں، میں تو صرف اتنا چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ (بھی) پاس قرابت ملحوظ رکھو اور مجھے محفوظ رہنے دو شعبیؒ کہتے ہیں، آیت قل لا اسألکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کی تفسیر میں ہم لوگوں سے بہتیرے سوالات و اعتراضات کئے گئے، آخر تحریرا حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے رجوع کیا گیا جنھوں نے جواب میں لکھا کہ قریش بھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واسط النسب تھے، قریش کا کوئی خانوادہ ایسا نہ تھا جو آنحضرت سے یکجدّی کا رشتہ نہ رکھتا ہو، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان سے کہہ کہ میں توحید کی جو دعوت تمہیں دے رہا ہوں اس پر کسی اجر اور صلے کا طلبگار نہیں، میں تو اتنی سی بات کا طلبگار ہوں کہ بہ لحاظ رشتہ داری میرے ساتھ بھی الفت و مودت سے پیش آؤ اور اس بات میں میرا خیال رکھو۔

عمروؒ بن ابی زائدہ کہتے ہیں کہ میں نے قل لا اسألکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کی تفسیر میں عکرمہؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قریش میں کم کوئی خاندان ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آبائی و اجدادی رشتہ نہ رکھتا ہو، اسی لئے فرمایا کہ جو دین حنیف لے کے میں آیا ہوں اگر اس کا خیال نہیں کرتے تو میری قرابت ہی کا خیال کرو۔

سعید بن جبیرؒ نے قل لا اسألکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کا یہ مطلب بیان کیا کہ: بہ لحاظ اس قرابت کے جو میرے اور تمہارے درمیان ہے صلۂ رحم کا برتاؤ کرو۔

ابو اسحاقؒ براءؓ بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے غزوہ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ

(میں پیغمبر ہوں اس میں کچھ جھوٹ نہیں)

أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

(میں عبد المطلب کا بیٹا۔ پوتا ہوں)

ابن عباسؓ سے آیت وتقلبک فی السّاجدین (اے پیغمبر تجھے سجدہ گزاروں میں پلٹتے رہے) کی تفسیر میں روایت ہے کہ ایک پیغمبر سے دوسرے پیغمبر اور دوسرے پیغمبر سے تیسرے پیغمبر کی پشت میں خدا تجھ کو منتقل کرتا رہا۔ تاآں کہ خود تجھے پیغمبری عطا فرما کے مبعوث کیا۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی آدمؑ پر قرناً بعد قرنٍ جو زمانے گزرے ہیں میری بعثت اُن سب میں بہترین قرن میں ہوتی رہی، تاآنکہ اُس قرن میں مبعوث ہوا جس میں ہوں۔

قتادہؒ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالےٰ جب کوئی پیغمبر مبعوث کرنا چاہتا ہے تو اُس قبیلے میں سے انتخاب کرتا ہے جو بہترین اہل زمین ہو، پھر اُس میں جو سب سے اچھا شخص ہوتا ہے اُسی کو پیغمبر بنا کے بھیجتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کن کن پیغمبروں کی اولاد میں تھے

(۱) حضرت آدمؑ

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ آدمؑ کی اولاد ہیں، اور آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے۔

سعیدؒ بن جبیر کہتے ہیں: آدمؑ ایک ایسی زمین سے پیدا ہوئے جسے دحناء[1] کہتے ہیں۔

[1] دحناء۔ فراز، مرتفع، اونچی زمین۔

ابو حصینؒ سے سعید بن جبیر نے استفسار کیا، تم جانتے ہو کہ آدم کا نام آدم کیوں پڑا؟ آدم کا نام آدم یوں پڑا کہ وہ ادیم ارض (روئے زمین، سطح زمین) سے پیدا ہوئے تھے۔

ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالےٰ
۶ نے آدمؑ کو ایک مشت خاک سے پیدا کیا تھا جو تمام زمین سے لی تھی، یہی باعث ہے کہ فرزندان آدمؑ میں اسی خاک کا اندازہ قایم رہا کہ ان میں سرخ بھی ہیں، سفید بھی ہیں، سیاہ بھی ہیں، درمیانی رنگ کے بھی ہیں، سَہل بھی ہیں، حزنؔ بھی ہیں، خبیث بھی اور طیب بھی۔

ابو قلابہؒ کہتے ہیں، آدمؑ ہر قسم کی ادیم زمین سے پیدا ہوئے، سیاہ مٹی سے بھی، سرخ سے بھی، سفید سے بھی، حزن سے بھی اور سہل سے بھی۔ حسنؒ بصری کا بھی یہی قول ہے۔ آدمؑ کا بالائی جثہ ایک ایسی خاک سے پیدا ہوا تھا جس کی سطح مستوی تھی۔

سعیدؒ بن جبیر کہتے ہیں: آدمؑ کا نام آدمؑ اس لئے پڑا کہ وہ ادیم زمین سے پیدا ہوئے تھے، اور انسان، اس لئے نامزد ہوئے کہ ان پر نسیان عارض ہوا۔

عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو بھیجا جس نے ادیم زمین کے ہر حزن و شیریں و شور سے مٹی لی، اللہ تعالیٰ نے اسی مٹی سے آدمؑ کو پیدا کیا، جس کو زمین شیریں (عمدہ مٹی) سے پیدا کیا ہے وہ بہشت میں جانے والا ہے چاہے کافر ہی کی اولاد کیوں نہ ہو، اور جسے زمین شور (کھاری یا ریتلی مٹی) سے پیدا کیا ہے وہ دوزخ میں جانے والا ہے خواہ پارسا زادہ ہی کیوں نہ ہو اسی باعث ابلیس نے کہا تھا: کیا میں اس کا سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟ کیونکہ ابلیس ہی تو یہ مٹی لایا تھا آخر آدمؑ کا نام آدمؑ اس لئے پڑا کہ وہ ادیم زمین سے پیدا ہوئے تھے۔

انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لہ۔ حزن، وہ زمین جو غلیظ ہو، اور سہل جو ایسی نہ ہو، اور انسانوں میں حزن غلیظ الطبع کو اور سہل لطیف المزاج کو کہیں گے۔

اللہ تعالٰے نے جب آدمؑ کی صورت گری کی تو جب تک چاہا اس کالبد کو پڑا رہنے دیا، ابلیس اس کے اردگرد پھرا کرتا تھا، جب دیکھا کہ اس کے اندر جوف ہے تو جان لیا کہ یہ مخلوق مستقیم نہ رہے گی۔

سلمانؓ فارسی یا ابن مسعودؓ کہتے ہیں: اللہ تعالٰی چالیس رات یا چالیس دن تک آدمؑ کی مٹی کا خمیر اٹھاتا رہا، پھر اُس پر اپنا ہاتھ مارا تو پاک وطیب مٹی داہنے ہاتھ میں آگئی اور ناپاک وخبیث دوسرے ہاتھ میں، پھر دونوں کو خلط ملط کر دیا، یہی بات ہے، زندے کو مردے سے نکالتا ہے اور مردے کو زندے سے۔

عبداللہؓ بن الحارث سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰے نے آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں: اللہ تعالٰے نے جیسا چاہا اور جس سے چاہا بنی آدم کو پیدا کیا، اُسی کی تخلیق کے مطابق بنی آدمؑ کی تکوین ہوئی، وہ کتنا اچھا بابرکت اور بہترین خالق ہے، اُس نے مٹی اور پانی سے بنی آدمؑ کو بنایا، اسی سے گوشت خون، بال، ہڈیاں، اور جسم، سب کچھ بنا، یہی فرزند آدمؑ کی ابتدائی آفرینش ہے جس سے وہ پیدا ہوا، بعدہ اُس میں سانس پھونکی جس کی بدولت وہ اُٹھتا ہے، بیٹھتا ہے، سنتا ہے۔ دیکھتا ہے، چارپائے جو کچھ جانتے ہیں اور جس سے بچتے ہیں وہ بھی سب کچھ جانتا اور اُن سب سے بچتا ہے، پھر اُس میں جان ڈالی کہ اسی کے باعث حق وباطل وہدایت وگمراہی میں وہ امتیاز کر سکا، اسی کے طفیل میں بچتا ہے، آگے بڑھتا ہے، ترقی کرتا ہے، چھپتا ہے، سیکھتا ہے، تعلیم حاصل کرتا ہے، اور جتنے امور ہیں سب کی تدبیر وتنظیم میں منہمک ہوتا ہے۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰے نے جب آدمؑ کو پیدا کیا تو اُن کی پشت پر ہاتھ پھیرا، جس سے تمام متنفس کہ قیامت تک خدا انھیں پیدا کرتا رہے گا، گرے اور نکلے، ان میں جو انسان تھے ہر ایک کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی ایک چمک پیدا کر دی، اور پھر اُن کو آدمؑ پر پیش کیا۔

آدمؑ نے پوچھا: یارب! یہ کون لوگ ہیں؟

جواب ملا: یہ تیری اولاد و ذریات ہیں۔

ان میں سے ایک شخص کی دونوں آنکھوں کے درمیان جو نور تھا آدمؑ کو بھلا معلوم ہوا، پوچھا:

یارب! یہ کون ہے؟

جواب ملا: یہ بھی تیری اولاد ہے، آخر میں جو قومیں ہوں گی انھیں میں یہ ہوگا اور اس کو داؤدؑ کہیں گے۔

آدمؑ نے پھر پوچھا: یارب! اس کی عمر کتنی ہے؟

فرمایا: ساٹھ برس

آدمؑ نے کہا: میری عمر میں سے چالیس برس لے کے اس کی عمر بڑھا دے

فرمایا: اس صورت میں یہ بات لکھ جائے گی مُہر ہو جائے گی اور پھر اس میں تغیر نہ ہوگا۔

جب آدمؑ کی عمر پوری ہو گئی تو فرشتہ موت روح قبض کرنے آیا، آدمؑ نے تعجب کیا کہ ہائیں! ابھی تو میری زندگی میں چالیس برس باقی ہیں۔

فرشتہ موت نے کہا: کیا یہ عمر آپ نے اپنے فرزند داؤدؑ کو نہیں دے دی تھی؟۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: آدمؑ نے انکار کیا تو اُن کی اولاد نے بھی انکار کیا، آدمؑ بھولے تو اُن کی اولاد بھی بھول لی، آدمؑ نے غلطی کی تو اُن کی اولاد بھی غلط کار ہوئی۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: جب قرض کی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ پہلے پہل آدم علیہ السلام ہی مکرے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اُن کی پشت پر ہاتھ پھیر کے نسل آدم ظاہر فرمائی اور آدمؑ پر اُن سب کو پیش کیا، انھیں میں آدمؑ کو ایک وضئ الخلقۃ و روشن آدمی نظر پڑا، پوچھا:

یارب! میری اولاد میں یہ کون ہے۔

فرمایا: یہ تیرا بیٹا داؤدؑ ہے۔

پھر پوچھا: اس کی عمر کتنی ہے؟۔

فرمایا: ساٹھ برس۔
عرض کی: یارب! اس کی عمر زیادہ کر،
فرمایا: نہیں، البتہ اگر تو چاہے تو اپنی عمر میں سے دے کے اس کی زندگی بڑھا سکتا ہے،
آدمؑ کی زندگی ایک ہزار سال مقدر تھی، عرض کی:
یارب میری ہی مدت حیات میں سے لے کے اس کی زندگی بڑھا دے،
اللہ تعالٰی نے داؤدؑ کی عمر میں چالیس برس بڑھا دیے۔ آدمؑ پر اتمام حجت کے لئے ایک وثیقہ بھی موثق کر لیا جس پر فرشتوں سے گواہیاں کرائیں، جب آدمؑ کا آخری وقت آیا، نزع روح کے لئے، فرشتے پہنچے تو آدمؑ نے کہا،
ابھی تو میری زندگی کے چالیس برس باقی ہیں،
فرشتوں نے جتایا کہ تو نے یہ مدت اپنے فرزند داؤدؑ کو دے دی تھی، آدمؑ نے جناب الٰہی میں عرض کی،
یارب میں نے تو ایسا نہیں کیا تھا،
اس انکار پر خدا نے وہ وثیقہ آدمؑ کے پاس بھیج کے حجت قائم کی، مگر خود ہی پھر آدمؑ کے ہزار برس پورے کر دیے اور داؤدؑ کو بھی پورے سو برس دیے۔
٨ سعیدؒ بن جبیر بحوالہ عبداللہ بن عباسؓ آیت وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا (وہ واقعہ یاد کر جب تیرے پروردگار نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی نسلیں نکالیں اور خود اُن پر اُنھیں کو شاہد ٹھہرایا کہ آیا میں تمھارا پروردگار نہیں؟ سب نے کہا: بے شبہہ تو ہی ہمارا پروردگار ہے اور ہم اس کے شاہد ہیں) کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے آدمؑ کی پشت چھوئی تھی جس سے وہ تمام متنفس برآمد ہوئے تھے کہ تا روز قیامت خدا انھیں پیدا کرتا رہے گا، یہ واقعہ اُسی مقام نعمان میں پیش آیا تھا جو کوہ عرفات کے اُدھر ہے، خدا نے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟ کہہ کے سب سے عہد و پیمان لئے، سب نے جواب میں بَلٰى شَهِدْنَا کہا۔

ابن عباسؓ دوسری روایت میں کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اسی مقام نعمان میں آدمؑ کی پشت پر ہاتھ پھیر کے وہ تمام متنفس نکالے تھے جنھیں روز قیامت تک پیدا کرتا رہے گا پھر ان سب سے عہد لیا تھا۔ اتنا کہ کے ابن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی : واذ اخذ ربک من بنی ادم من ظھورھم ذریتھم و اشھدھم علی انفسھم: الست بربکم؟ قالوا: بلی شھدنا ان تقولوا یوم القیامۃ انا کنا عن ھذا غافلین او تقولوا انما اشرک اباؤنا من قبل (وہ واقعہ یاد کر جب تیرے پروردگار نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی نسلیں نکالیں اور خود انھیں کو اُن پر شاہد ٹھیرا کے پوچھا تھا: کیا میں تمھارا پروردگار نہیں؟ سب نے جواب دیا تھا، بے شبہہ تو ہمارا پروردگار ہے ہم اس پر شاہد ہیں۔ یہ اس لئے ہوا کہ قیامت کے دن تم لوگ یہ نہ کہہ سکو کہ ہم تو اس سے غافل تھے، یا یہ کہو کہ پہلے تو ہمارے بزرگ ہی شرک میں مبتلا ہوئے تھے)۔

ابن عباسؓ سے تیسری روایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو ایک اونچے پشتے پر پیدا کر کے اُن کی پیٹھ چھوئی تو وہ تمام متنفس نکال لیے جنھیں قیامت تک پیدا کرتا رہے گا۔ سب سے خطاب کیا: کیا میں تمھارا پروردگار نہیں؟ سب نے عرض کی: بے شبہہ تو ہمارا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی کے متعلق فرماتا ہے: ہم نے یہ بات مشاہدہ کرلی کہ ایسا نہ ہو تم قیامت کے دن یہ کہو کہ ہم تو اس سے غافل تھے۔ سعیدؒ ابن جبیر کہتے ہیں، اہل علم کی رائے یہ ہے کہ بنی آدمؑ سے اُسی دن میثاق لیا گیا تھا۔

ابو لبابہؓ بن عبد المنذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعے کا دن تمام دنوں کا سردار اور خدا کے نزدیک سب سے بڑا دن ہے، اللہ تعالیٰ نے اسی دن آدمؑ کو پیدا کیا، اسی دن زمین پر اُتارا، اور اسی دن آدمؑ کو وفات دی۔

عبداللہؓ بن سلام کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو جمعے کے آخری وقتوں میں پیدا کیا تھا۔

سلمان فارسی کہتے ہیں: پہلے پہل آدمؑ کا سر پیدا ہوا، پھر جسم پیدا ہونے لگا جیسے پیدا ہوتے آدمؑ خود دیکھ رہے تھے، عصر کے وقت تک دونوں پاؤں باقی رہے تھے،

یہ دیکھ کے آدمؑ نے کہا: اے رات کے پروردگار! جلدی کر کیونکہ رات آئی جاتی ہے۔
اسی بنا پر اللہ تعالٰی نے فرمایا وخلق الانسان عجولا (انسان جلد باز پیدا ہوا)۔

قتادہؒ آیت من طین کی تفسیر میں کہتے ہیں: آدمؑ مٹی سے نکالے گئے۔

آیت انشأناہ خلقاً آخر (ہم نے اس کو دوسری خلقت کر کے نشوونما دی) کی تفسیر میں قتادہؒ کہتے ہیں کہ بعض اہل علم تو اس کا مطلب بال اُگنا بتاتے ہیں (یعنی سبزۂ خط) اور بعض اس سے نفخ روح مراد لیتے ہیں۔

عبدالرحمٰنؓ بن قتادہ السلمی کہ صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں معدود ہیں، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالٰی نے آدمؑ کو پیدا کر کے مخلوقات کو ان کی پشت سے نکالا، پھر کہا: یہ بہشت میں جائیں گے اور مجھے کچھ پروا نہیں، اور یہ دوزخ میں جائیں گے اور مجھے کچھ پروا نہیں۔ حاضرین میں ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہی بات ہے تو پھر ہم عمل کس بنا پر کریں؟ فرمایا: مواقع تقدیر کی بنا پر عمل کرو۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: پہلے پہل آدمؑ کی آنکھ اور ناک کے نتھنوں میں جان پڑی، جب سارے جسم میں روح پھیل گئی تو آدمؑ کو چھینک آئی، اسی موقع پر اللہ تعالٰی نے اپنی حمد کرنے کی تلقین کی تو آدمؑ نے خدا کی حمد کی اور جواب میں خدا نے کہا: رَحِمَكَ رَبُّكَ (تجھ پر تیرے پروردگار کی رحمت) پھر فرمایا: یہ لوگ (ارواح) جو سامنے ہیں انھیں پاس جا کے کہہ: سَلَامٌ عَلَيْكُمْ دیکھ تو وہ کیا جواب دیتے ہیں، آدمؑ سلام کر کے جناب الٰہی میں واپس آئے تو باوصف اس کے کہ خدا خوب واقف تھا مگر اس نے پوچھا: انھوں نے تجھے کیا جواب دیا؟ آدمؑ نے عرض کی: انھوں نے مجھے یہ جواب دیا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ ارشاد ہوا: یہ تیرا اور تیری ذریات کا سلام ہے۔

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں: آدمؑ کے جسم میں روح پھونکی گئی تو انھیں چھینک آئی، اس حالت میں انھوں نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، اللہ تعالٰی نے جواب دیا: يَرْحَمُكَ رَبُّكَ (تجھ پر خدا کی رحمت نازل ہو) یہ بیان کر کے ابن عباسؓ نے کہا: خدا کی رحمت اس کے غضب سے بڑھ گئی۔

عبد اللہ بن عباسؓ دوسری روایت میں کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جب آدمؑ کو پیدا کیا تو اُن کا سر آسمان کو چھو رہا تھا، آخر اللہ تعالیٰ نے بالاستقلال اُن کو زمین پر ثبات عنایت فرمائی تا آں کہ اُن کا قد گھٹ کے ساٹھ ہاتھ رہ گیا اور عرض میں سات ہاتھ رہا۔

اُبیؓ بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمؑ اتنے بلند بالا انسان تھے کہ گویا ایک طویل درخت خرما ہو، سر میں بال بہت تھے، جب خطا کی تو وہ چیز دکھائی جو چھپانے کے قابل تھی، پہلے یہ آدمؑ کو نظر نہ آتی تھی، یہ واقعہ بہشت کا ہے جہاں اسے دیکھتے ہی آدم بھاگ چلے تھے کہ ایک درخت نے الجھا لیا، آدم نے کہا، مجھے چھوڑ دے، درخت نے جواب دیا: میں تو چھوڑنے کا نہیں، پروردگار نے ندا دی: آدمؑ! کیا تو مجھ سے بھاگتا ہے؟ عرض کی: یارب تجھ سے مجھے شرم آئی۔

اُبیؓ بن کعب سے ایک دوسری غیر مرفوع روایت بھی انھیں معنوں میں ہے۔

اُبیؓ بن کعب سے ایک تیسری روایت یہ ہے کہ آدمؑ دراز قد، گندم گوں، جھنڈولے بالوں کے تھے، جیسے ایک بڑا درخت خرما ہو۔

سعیدؒ بن المسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہشت میں اہل جنت اس حالت میں داخل ہوں گے کہ برہنہ، امرد (بے ریش و بروت) گھونگر والے، سرمگیں چشم، ۳۳ برس کی عمر کے ہوں گے، جیسے آدمؑ تھے، جسم ساٹھ ہاتھ لانبا اور سات ہاتھ چوڑا ہوگا۔

حسنؒ بصری کہتے ہیں: آدمؑ تین سو برس تک بہشت کے لئے روتے رہے۔

ابوذرؓ غفاری کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا: سب سے پہلے نبی کون تھے؟ فرمایا: آدمؑ: میں نے کہا: کیا وہ نبی تھے؟ فرمایا: ہاں، وہ نبی تھے، خدا اُن سے کلام کرتا تھا۔ میں نے پوچھا: تو رسول کتنے ہیں؟ فرمایا تین سو پندرہ، ایک بڑی جماعت ہے۔

سعید بن جبیرؒ بحوالۂ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں: آدمؑ کے چار اولاد تھی، ایک بطن سے ایک لڑکا ایک لڑکی، دوسرے بطن سے دوسرا لڑکا اور دوسری لڑکی، یہ سب

توام پیدا ہوئے تھے، ایک لڑکا کاشتکار تھا اور دوسرے کے پاس بھیڑ بکریاں تھیں، کاشتکار کی بہن خوشرو اور چرواہے کی بدشکل تھی، کاشتکار کہتا تھا: میری خوبرو بہن میرے ہی لئے شایاں ہے، اور چرواہا کہتا تھا: میں اُس کا مستحق ہوں۔ گفتگو بڑھی، چرواہے نے کہا: حیف، کیا تو اُس کی خوبروئی کے باعث اپنے ہی لئے اسے مخصوص کرنا چاہتا ہے؟ اچھا، میں اور تو دونوں قربانی کریں (بھینٹ چڑھائیں) تیری قربانی قبول ہو تو اس کا مستحق تو ہے اور میری قبول ہو تو میں، چرواہا ایک بڑی آنکھوں والا بڑے مضبوط سینگوں کا مینڈھا لایا اور کاشتکار کھانے کی چیزیں، مینڈھا مقبول ہوا اور کاشتکار کی قربانی یوں ہی رہ گئی۔ اللہ تعالےٰ نے اس مینڈھے کو چالیس برس تک بہشت میں رکھا اور یہ وہی مینڈھا ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (اپنے فرزند حضرت اسماعیلؑ کے بدلے) ذبح کیا تھا، کاشتکار نے بات بنتی نہ دیکھی تو بگڑ کے چرواہے سے کہا: لاقتلنّک (میں تجھ کو قتل کر ڈالوں گا) چرواہے نے جواب دیا: لئن بسطت الیّ یدک لتقتلنی ما انا بباسط یدیٰ الیک لاقتلک (تو نے اگر مجھے قتل کرنے کے لئے دست درازی کی تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہ بڑھاؤنگا) یہ آیت کلام اللہ میں موجود ہے اور اس کا آخری مقطع ہے وذلک جزاء الظالمین۔ بہرحال کاشتکار نے اپنے بھائی کو قتل کر ڈالا۔ آدمؑ کی تمام کافر اولاد اسی کا فرقہ ہے۔

11 ابن عباسؓ کہتے تھے: آدمؑ اپنی اولاد میں اس بطن کے لڑکے کو اُس بطن کی لڑکی سے اور اُس بطن کے لڑکے کو اس بطن کی لڑکی سے منسوب کرتے تھے (بیاہتے تھے)۔

اُبَی بن کعب کا بیان ہے، جب آدمؑ کے احتضار کا وقت آیا تو لڑکوں سے کہا: میرے لیے بہشتی میوہ تلاش کرو، میرا جی چاہتا ہے۔ لڑکے اُسی حالت بیماری میں بہشتی میوہ تلاش کرنے نکلے، ناگاہ فرشتگان جناب الٰہی سے آمنا سامنا ہوا، انھوں نے دریافت کیا: فرزندان آدمؑ! کس کی جستجو میں ہو؟ جواب دیا: بہشتی میوے کو والد کا جی چاہتا ہے، ہم اُس کی تلاش میں ہیں۔ فرشتوں نے کہا: واپس جاؤ کہ جو ہونا تھا ہو گیا۔ یہاں پہنچے آدمؑ کی جان نکل چکی تھی، فرشتوں نے انھیں لے کے غسل دیا، خوشبو لگائی، کفن پہنایا، قبر کھودی، لحد بنائی،

ایک فرشتے نے بڑھ کے امامت کی، نماز جنازہ پڑھائی، باقی فرشتے مقتدی بنے، بنی آدم کی صف اُن سب کے پیچھے تھی، قبر میں لاش دفن کر دی، مٹی برابر کی، اور کہا، اے فرزندانِ آدمؑ! یہی تمھاری راہ ہے اور یہی تمھارا طریقہ۔

اُبی بن کعب ایک دوسری روایت میں کہتے ہیں، آدمؑ کے سکرات کا وقت آیا تو اپنے لڑکوں سے کہا: جاؤ اور میرے لئے بہشتی میوے چن لاؤ، لڑکے نکلے تھے کہ فرشتے ملے، پوچھا: کہاں چلے؟ لڑکوں نے کہا: والد نے بھیجا ہے کہ ہم اُن کے لئے بہشتی میوے توڑ لائیں، فرشتوں نے سمجھایا کہ واپس جاؤ، کام پورا ہو گیا، لڑکے فرشتوں کے ساتھ ساتھ واپس چلے تاآں کہ آدمؑ کے پاس پہنچے، حواؑ نے جو فرشتوں کو دیکھا تو ڈر گئیں، کھسک کے آدمؑ سے جا لگیں۔ آدمؑ نے کہا: ہٹ جا، تیرے ہی جانب سے مجھ پر ابتلا پیش آیا، مجھ میں اور میرے پروردگار کے فرشتوں میں جگہ کر دے، آخر فرشتوں نے آدمؑ کی روح قبض کر کے انھیں غسل دیا، تکفین کی، خوشبو لگائی، نماز جنازہ پڑھی، قبر کھودی، دفن کیا اور پھر کہا: فرزندانِ آدمؑ! مردوں کے متعلق یہی تمھارا طریقہ ہے (یا ہونا چاہئے)۔

ابو ذرؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ آدمؑ تین قسم کی مٹی سے پیدا ہوئے، ایک قسم کی مٹی تو سیاہ تھی، ایک سفید رنگ، اور ایک وہ جسے خضراد کہتے ہیں (یعنی ایسی زمین جو زرع وروئیدگی و نشو و نمو و قبول مدنیت کی صلاحیت رکھتی ہو)۔

خالد الحذاءؒ، جن کی کنیت ابو منازل تھی، کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نکل کے حلقۂ اہل علم میں آیا تو اُن لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ (آدمؑ کے متعلق حسنؒ یہ کہتے ہیں۔ پھر حسنؒ[1] سے ملا اور ان سے کہا: ابو سعید! یہ تو کہئے، آدمؑ، آسمان کے لیے پیدا ہوئے تھے یا زمین کے لیے؟ جواب دیا: ابو منازل! یہ کیا سوال ہے؟ ظاہر ہے کہ آدمؑ زمین کے لیے پیدا ہوئے تھے۔ میں نے کہا: آپ کی رائے میں اگر وہ ضبط کرتے اور درخت کا پھل نہ کھاتے تو؟ جواب دیا: تو بھی، پیدا تو وہ زمین کے لئے ہوئے تھے کیونکر نہ کھاتے،

---

[1] کنیت ابو سعید اور نام حسنؒ بن ابی الحسن البصری۔

چارہ کیا تھا۔ ۱۲

جعدہ بن ہبیرہ کہتے ہیں: وہ درخت جس نے آدمؑ کو مبتلائے فتنہ کیا آزمائش میں ڈالا، انگور کا درخت تھا جو بنی آدم کے لئے بھی موجب فتنہ ہے۔

زیاد سے جو مصعبؒ کے آزاد غلام تھے، اور جعفر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا آدمؑ پیغمبر تھے یا فرشتہ؟ فرمایا: پیغمبر تھے، خدا اُن سے کلام کیا کرتا تھا۔

عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان جتنے ہیں آدمؑ و حواؑ کی اولاد ہیں، جیسے تولنے میں ڈنڈی مارنے سے اتنا بچا لینا ممکن نہیں کہ پورے وزن کی توفیر کرسکیں ویسے ہی یہاں بھی نسبی اضافات سے اُس مساوات میں فرق نہیں آسکتا جو ایک ماں باپ کی اولاد ہونے کے باعث تمام نوع انسان پر شامل ہے (کطفۃ الصاع لن یملؤہ) قیامت کے دن خدا تمہارے حسب و نسب کو نہ پوچھے گا، خدا کے نزدیک تو سب میں شریف و بزرگ وہی ہے جو تم سب میں زیادہ متقی و پارسا ہو۔

مفصل واقعات

ابن عباسؓ کہتے ہیں: آدمؑ نماز ظہر و عصر کے مابین بہشت سے زمین پر اتارے گئے، بہشت میں اُن کا زمانہ قیام نصف دن تھا، اس دن کا حساب آخرت کے دنوں میں ہے، نصف دن کے پانسو برس ہوئے، ہر دن بارہ گھنٹے کا، اہل دنیا کے حساب سے ایک دن کے ایک ہزار برس ہوتے ہیں۔

آدمؑ ہندوستان کے ایک پہاڑ پر اتارے گئے جس کو "نوذ" کہتے تھے، اور حواؑ جدے میں اُتریں، آدمؑ اُترے تو اُن کے ساتھ بہشتی ہوا بھی تھی جس کے درختوں اور وادیوں میں لگنے سے تمام خوشبو ہی خوشبو بھر گئی، یہ آدم علیہ السلام ہی کی ہوا تھی جس سے خوشبو پھیلی اور جس کے باعث ہندوستان خوشبو کا مستقر ہے کہ وہیں سے

خوشبو لاتے ہیں۔

کہتے ہیں: بہشت سے آدمؑ کے ساتھ درخت آس بھی اترا، حجر اسود بھی اترا جو برف سے زیادہ سفید تھا، عصائے موسیٰؑ بھی اترا جو بہشتی درخت آس کی لکڑی کا تھا، یہ دس ہاتھ کا لانبا تھا جتنے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام لانبے تھے، مُر و لوبان (اللبان) بھی بہشت ہی سے حضرت آدمؑ کے ساتھ اتارے گئے، بعد کو سندان (علاۃ) ہتوڑا (مطرقہ) سنسی (کلبتان) یہ سب بھی ان کے پاس بھیجے گئے۔ کوہ نوذ پر جب آدمؑ کا ہبوط ہوا تو پہاڑ پر لوہے کی ایک شاخ دیکھی، دیکھتے ہی کہنے لگے یہ آس ہے، درخت جو پرانے ہو کر سوکھ گئے تھے ان کی لکڑیاں ہتوڑے مار مار کے توڑتے تھے، لکڑیاں جلا کے لوہے کی سلاخ پگھلائی جس سے چھری بنائی اور یہ پہلی چیز تھی جو لوہے کی بنی، آدمؑ اسے کام میں لایا کرتے تھے، پھر تنور بنایا جو نوحؑ کو وراثت میں ملا، یہ وہی تنور تھا جس سے ہندوستان میں عذاب الٰہی نے جوش مارا تھا (یعنی طوفان آیا تھا)۔

آدمؑ نے حج کیا تو حجر اسود کو کوہ ابو قُبَیس پر نصب کر دیا، یہ اندھیری راتوں میں روشن رہتا تھا، جیسے چاند روشن رہتا ہو، اہل مکہ اس کی روشنی سے فائدہ اٹھاتے تھے (جاہلیت پھیلی تو یہ و تیرہ ہو گیا کہ) حائض عورتیں اور نجس زن و مرد پہاڑ پر چڑھ چڑھ کے اسے چھوتے تھے (چومتے تھے) جس کے باعث یہ سیاہ پڑ گیا، اسلام سے چار برس پیشتر کا واقعہ ہے کہ قریش نے اس کو ابو قبیس کی چوٹی سے اتار لیا اور خانہ کعبہ میں نصب کر دیا جہاں اب بھی منصوب ہے، آدمؑ نے ہندوستان سے مکے تک پیدل چالیس حج کئے تھے۔

جب آدمؑ کا ہبوط ہوا ہے تو وہ اتنے دراز قامت تھے کہ ان کا سر آسمان کو لگتا تھا، یہی باعث ہے کہ ان کی پیشانی کے بال گر گئے اور یہ مرض ان کی اولاد میں بھی بطور وراثت منتقل ہوا، روئے زمین کے چارپائے ان کی درازقامتی سے بھاگ بھاگ گئے اور اسی دن سے انسانوں سے وحشت کرنے لگے، آدمؑ اس پہاڑ پر کھڑے کھڑے فرشتوں کی آوازیں سنا کرتے اور بہشت کی ہوا کھایا کرتے، ۱۴
آخر ان کا قد گھٹ کے ساٹھ گز رہ گیا اور تا مرگ یہی قد رہا۔ آدمؑ جیسا حسین و خوشرو

اُن کی اولاد میں یوسف کے علاوہ اور کوئی نہ ہوا۔

انحطاط قامت کے بعد آدمؑ نے جناب الٰہی میں عرض کی:

یارب! میں تیرے جوار میں تھا، تیرے دیار میں تھا، بجز تیرے نہ کوئی دوسرا میرا پروردگار تھا، نہ رقیب و نگران کار تھا، میں بہشت میں مزے سے کھاتا پیتا تھا اور جہاں جی چاہتا تھا رہتا تھا، آخر تو نے اس مقدس پہاڑ پر مجھے اتار اتو یہاں بھی میں فرشتوں کی آوازیں سنتا تھا، تیرے عرش کے اردگرد جو گھیرے ہوئے ہیں اُن کی کیفیت دیکھتا تھا، مجھے بہشت کی ہوا ملتی تھی اور میں اُس کی خوشبو سونگھتا تھا، بعد کو، تو نے مجھے پہاڑ پر سے زمین پر اتار دیا اور میرے قد و قامت کو گھٹا کر ساٹھ ہاتھ کر دیا، اب وہ آواز بھی مجھ سے منقطع ہو گئی، وہ نظر (خوش گزر) بھی نہ رہی، وہ منظر بھی رخصت ہو گیا، وہ ہوائے بہشت بھی جاتی رہی۔

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا، آدمؑ! میں نے تیرے ساتھ یہ جو کچھ کیا تیری ہی معصیت و نافرمانی کے باعث کیا۔

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کے ساتھ بہشت سے بھیڑ بکریوں کے آٹھ جوڑے بھی زمین پر اتارے تھے، جب آدمؑ و حوّاؑ کی برہنگی دیکھی تو ان میں سے ایک کو ذبح کرنے کا حکم دیا، آدمؑ نے اُس کو ذبح کر کے اُس کی اُون لے لی، حوّاؑ نے اُسے کاتا، اور دونوں مل کے اُسے بننے لگے، اپنے لئے تو آدمؑ نے ایک جبہ تیار کیا اور حوّاؑ کے لئے ایک کرتہ اور ایک اوڑھنی، یہی کپڑے تھے جو دونوں نے پہنے۔

آدمؑ و حوّاؑ کا اجتماع یوم جمع[1] میں ہوا تھا، اسی لئے اس کا نام جمع پڑا اور عرفات پر دونوں میں تعارف ہوا تھا، یہی سبب ہے کہ یہ پہاڑی عرفات کے نام سے موسوم ہوئی۔

ہابیل و قابیل (قائن)

آدمؑ و حوّاؑ تلافی مافات میں دو سو برس تک روتے رہے، چالیس دن تک

---

[1] یوم جمع: ایام حج کا وہ خاص دن جس دن کہ مزدلفہ میں اجتماع ہوتا ہے۔ جمع: مزدلفہ یاد رکھو اس معنے میں اس لفظ پر الف و لام نہیں آتا۔

نہ کھایا نہ پیا، کھانے پینے کی نوبت ایک چلّے کے بعد آئی، اب تک کوہ نوذ ہی پر تھے جس پر آدمؑ کا ہبوط ہوا تھا، سو برس تک آدمؑ حوّاء سے الگ تھلگ رہے، سو برس کے بعد قریب گئے تو استقرار حمل ہونے پر قابیل اور اس کی بہن لبود کہ اسی کی توام (جڑواں) تھی پہلے بطن سے پیدا ہوئی، دوسرے بطن سے ہابیل اور ان کی بہن اقلیما کہ ہابیل کی توام تھی پیدا ہوئے، بالغ ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ بطن اول کی تزویج بطن ثانی سے اور بطن ثانی کی بطن اول سے کی جائے یعنی ہر بطن کے بھائی بہنوں کا آپس میں نکاح نہ ہو دوسرے بطن کے بھائی بہنوں سے ہو، قابیل کی بہن حسین اور ہابیل کی بہن بدشکل تھی، آدمؑ کو جو حکم ملا تھا حواء سے بیان کر دیا، حوّا نے دونوں بیٹوں سے تذکرہ کیا، ہابیل تو راضی ہو گئے مگر قابیل نے ناخوش ہو کے کہا:

نہیں واللہ یہ بات نہیں، خدا نے کبھی یہ حکم نہیں دیا، یہ تو اے آدمؑ خود تیرا حکم ہے۔

آدمؑ نے کہا: یہی بات ہے تو تم دونوں قربانی کرو، اللہ تعالیٰ آسمان سے آگ نازل کرے گا، اس لڑکی کا جو مستحق ہوگا آگ اس کی قربانی کھا لیگی۔

اس فیصلے پر دونوں رضامند ہوئے ہابیل کے پاس مواشی تھے، وہ اپنی بھیڑ بکریوں میں سے قربانی کے لئے کھانے کے قابل بہترین راس کو لے آئے اور مکھن اور دودھ بھی ساتھ لائے، قابیل زراعت پیشہ تھا اس نے اپنی زراعت کی بدترین پیداوار میں سے ایک بوجھ لیا، دونوں کوہ نوذ پر چڑھ گئے، ساتھ ساتھ آدمؑ بھی تھے، وہاں قربانی رکھی (چڑھائی) جس کے متعلق آدمؑ نے جناب الٰہی میں دعا کی، قابیل نے اپنے جی میں کہا، قربانی قبول ہو یا نہ ہو مجھے پروا نہیں بہر حال میری بہن کے ساتھ ہابیل کبھی نکاح نہیں کر سکتا۔ آگ اتری اور اس نے ہابیل کی قربانی کھالی، قابیل کی قربانی سے صاف بچ کر نکل گئی کیونکہ اس کا دل صاف نہ تھا۔

ہابیل اپنی بھیڑ بکریوں میں چلے تو قابیل نے گلے میں آ کے یہ وعید سنائی کہ میں تجھ کو مار ڈالوں گا۔

ہابیل نے پوچھا: کس لئے؟

جواب دیا: اس لئے کہ تیری قربانی قبول ہوئی، میری قربانی قبول نہ ہوئی مسترد ہو گئی، میری حسین و جمیل بہن تیرے تصرف میں آئی اور مجھے تیری بدرو بہن ملی، آج کے بعد لوگ یہی کہیں گے کہ تو مجھ سے بہتر تھا۔ ہابیل نے کہا: ۱۴

لَئِنۡ بَسَطتَ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقۡتُلَنِی مَا اَنَا بِبَاسِطٍ یَدِیَ اِلَیۡکَ لِاَقۡتُلَکَ، اِنِّیۤ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الۡعَالَمِینَ اِنِّیۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓءَ بِاِثۡمِیۡ وَ اِثمِکَ فَتَکُونَ مِنۡ اَصۡحَابِ النَّارِ وَذٰلِکَ جَزَآءُ الظّٰلِمِیۡنَ (تو نے اگر مجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کو اپنا ہاتھ بڑھانے والا نہیں کیوں کہ میں خدائے رب العالمین سے ڈرتا ہوں، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا گناہ بھی تجھ ہی پر پڑے اور تیرا گناہ بھی تیرے ہی سر ہو کہ تو دوزخیوں میں شمار ہونے لگے اور ظالموں کا یہی کیفر کردار (یاداش) ہے)۔

ہابیل کے اس قول کا کہ "میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا گناہ بھی تجھ ہی پر پڑے" (اِنِّیۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓءَ بِاِثۡمِیۡ) مطلب یہ ہے کہ میرا قتل گناہ ہے، میرے قتل کرنے سے پہلے تو جتنا گناہ گار تھا مجھے قتل کرکے اس سے بھی زیادہ گناہ گار ہو جائیگا لہٰذا میری خواہش ہے کہ یہ بوجھ بھی تیرے ہی سر پڑے۔

قابیل نے ہابیل کو قتل تو کر ڈالا مگر پھر نادم بھی ہوا، لاش وہیں چھوڑ دی، دفن نہ کی، خدا نے ایک کوا بھیجا جو زمین پر مٹی کریدنے لگا کیونکہ قابیل کو دکھانا مقصود تھا کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیا کرے، کیسے توپ دے، ہابیل کو اس نے عشا کے وقت قتل کیا تھا، دوسرے دن دیکھنے آیا تو ایک کوّے کو دیکھا جو دوسرے مردہ کوے کو توپنے کے لئے مٹی کرید رہا ہے، یہ دیکھ کے اس نے کہا: افسوس کیا میں اتنے سے بھی عاجز ہوں کہ اس کوّے جیسا ہو سکوں کہ جس طرح یہ کوّے کا مردہ چھپا رہا ہے میں بھی اپنے بھائی کی لاش چھپا سکوں۔ آخر ہائے وائے کرنے لگا اور نادم ہوا۔ اب لاش کی جانب توجہ کی، بھائی کا ہاتھ پکڑا اور کوہ نوذ پر سے نیچے اتر آیا۔

آدمؑ نے قابیل سے کہا: جا، تو ہمیشہ مرعوب رہے گا، جسے دیکھے گا اسی سے خوف کھائے گا۔ اس دعائے بد کے بعد قابیل کی یہ حالت ہو گئی کہ خود اس کی اولاد

میں سے کوئی اس کے پاس گزرتا تو کچھ نہ کچھ اُس پر پھینک مارتا، ایک مرتبہ قابیل کا ایک اندھا بیٹا اپنے لڑکے کے ساتھ قابیل کے پاس آیا، لڑکے نے (کہ قابیل کا پوتا تھا) اپنے اندھے باپ سے کہا، یہ سامنے تیرا باپ قابیل ہے، اندھے نے قابیل کو پتھر پھینک مارا اور وہ قتل ہوگیا، اندھے کے لڑکے نے باپ سے کہا: ہائیں تو نے اپنے باپ کو مار ڈالا۔ اندھے نے ہاتھ اُٹھا کے بیٹے کو ایک ایسا تپانچہ (طمانچہ) لگایا کہ وہ بھی مر گیا، پھر خود ہی افسوس کرنے لگا کہ مجھ پر حیف ہے کہ آپ ہی اپنے باپ کی پتھر سے اور بیٹے کی تھپڑ سے جان لی۔

حضرت شیثؑ

حوّاؑ جب پھر حاملہ ہوئیں تو اس بطن سے شیثؑ اور اُن کی بہن عزورا پیدا ہوئیں، شیثؑ کا نام ہبۃ اللہ، پڑا جو ہابیل کے نام سے نکلا تھا کیونکہ اُن کی پیدائش کے وقت جبریلؑ نے حوّاؑ سے کہا تھا کہ ہابیل کے بدلے یہ تیرے لئے ہبۃ اللہ (خدا کی دین) ہے۔ شیثؑ کو عربی میں (شث) سریانی میں "شیات" اور عبرانی میں "سیت" کہتے ہیں، حضرت آدم علیہ السلام نے انھیں کو (مرتے وقت) وصیت کی تھی، جب وہ پیدا ہوئے ہیں تو آدمؑ کی عمر اُس وقت ایک سو تیس (۱۳۰) برس تھی۔

عبد الحارث

آدمؑ نے پھر مقاربت کی، حوّاؑ پھر حاملہ ہوئیں، حمل کچھ گراں نہ تھا شیطان بھیس بدل کے آیا اور کہنے لگا:
حوّاؑ یہ تیرے شکم میں کیا ہے؟

جواب دیا: میں نہیں جانتی۔
اس نے کہا: عجب نہیں انھیں جانوروں میں سے کوئی جانور ہو۔
جواب دیا: میں نہیں جانتی۔
شیطان منھ پھیر کے چلا گیا، تاآں کہ جب گرانی پدیدار ہوئی تو پھر آیا اور دریافت کیا: حوّاء! تو اپنے آپ کو کیسا پاتی ہے؟
جواب دیا: میں ڈرتی ہوں کہ کہیں وہی نہ ہو جس کا تو نے مجھے خوف دلایا تھا، میں اٹھنا چاہتی ہوں تو اٹھ نہیں سکتی۔
شیطان نے کہا: تیری کیا رائے ہے کہ میں اگر خدا سے دعا کروں کہ وہ اس جنین کو تجھ سا اور آدم جیسا انسان بنا دے تو کیا تو میرے نام پر اس کا نام رکھے گی؟
حوّاء نے کہا: ہاں۔
شیطان تو یہ سن کے چلا گیا مگر اب حوّاء نے آدمؑ کو اطلاع دی کہ ایک شخص نے آکے مجھے خبر دی ہے کہ تیرے شکم کا جنین انھیں چارپایوں میں سے کوئی چارپایہ ہے میں بھی اس کی گرانی محسوس کر رہی ہوں اور ڈرتی ہوں کہ جو اس نے کہا ہے کہیں وہی نہ ہو، اب آدمؑ و حوّاء کو بجز اس کے اور کوئی اندیشہ نہ تھا، اسی فکر میں مبتلا رہتے تھے، تاآنکہ لڑکا پیدا ہوا، اللہ تعالٰی نے اسی کے متعلق فرمایا ہے، دَعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (دونوں نے خدا سے کہ ان کا پروردگار ہے، دعا کی کہ اگر ہمیں فرزند صالح عنایت کرے تو ہم اس کے شکر گزار ہوں گے) آدمؑ و حوّاء نے یہ دعا لڑکا پیدا ہونے سے پہلے کی تھی، ۱۵
جب اچھا، خاصہ، بھلا، چنگا لڑکا پیدا ہو لیا تو شیطان نے حوّاء کے پاس آکے پھر کہا: وعدے کے مطابق تو نے اس بچے کا نام کیوں نہ رکھا؟
حوّاء نے پوچھا: تیرا کیا نام ہے؟
شیطان کا نام تو عزازیل تھا مگر یہ نام لیتا تو حوّاء پہچان لیتیں اس لئے کہا: میرا نام حارث ہے۔
حوّاء نے اس بچے کا نام عبد الحارث رکھا مگر وہ مر گیا اللہ تعالٰی کہتا ہے

فلما آتاهما صالحا جعلا له شرکاء فیما آتاهما فتعالی اللہ عما یشرکون (جب اللہ نے اُن دونوں کو فرزند صالح عطا فرمایا تو اللہ کی اس دین میں اُنھوں نے دوسروں کو اللہ کا شریک بنایا، یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں اللہ اُس سے برتر ہے)۔

بنائے بیت اللہ (خانہ کعبہ)

اللہ تعالےٰ نے آدمؑ پر وحی نازل کی کہ میرے عرش کے بالمقابل (روئے زمین پر) ایک حرم ہے، جا، وہاں میرے لئے تو ایک گھر بنا کے اس میں عبادت کر جس طرح تو دیکھ چکا ہے کہ میرے فرشتے میرے عرش سے لگے رہتے ہیں، تیری اور تیری اولاد میں سے جو فرمانبردار ہوں گے وہاں میں اُن سب کی دعائیں قبول کروں گا۔ آدمؑ نے عرض کی: یارب! یہ مجھ سے کیونکر ہوگا، میں اس پر کہاں قادر ہوں، اور اس کا پتا کیسے لگا سکتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کے لئے ایک فرشتہ متعین کر دیا جس کے ساتھ وہ مکے کو چلے، دوران سفر میں جب آدمؑ کسی باغ یا ایسی جگہ سے گزرتے جو انھیں خوش آتی تو فرشتے سے کہتے: یہاں ٹھہر جا۔ وہ کہتا: منزل مقصود کو پہنچنا ہے۔ اسی طرح چلتے چلتے مکے پہنچے، راستے میں جن جن مقامات پر ٹھہرے وہ آباد ہوئے اور جہاں جہاں سے گزرتے گئے وہ غیر آباد صحرا و دشت و بیابان رہے۔

آدمؑ علیہ السلام نے پانچ پہاڑیوں (کے مصالح سے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی (۱) طور سینا (۲) طور زیتون (۳) لبنان (۴) جودی (۵) حرا جس سے کعبے کی بنیادیں استوار کیں، جب تعمیر سے فارغ ہو لئے تو فرشتہ انھیں کوہ عرفات پر لے کے چلا اور وہاں وہ تمام مناسک دکھائے (بتائے) جن پر لوگ آج بھی عمل کرتے ہیں، اس سے بھی فراغت ہوگئی تو فرشتہ انھیں ساتھ لے کے مکے آیا جہاں وہ ایک ہفتے تک بیت اللہ کا طواف کرتے رہے۔

حضرت آدمؑ کی وفات

خانہ کعبہ کی تعمیر ہو چکی تو آدمؑ ہندوستان میں واپس آئے اور یہاں آکے کوہ نوذ پر انتقال کر گئے، شیثؑ نے جبرئیلؑ سے آدمؑ کی نماز (جنازہ) پڑھنے کو کہا مگر جبرئیلؑ نے جواب دیا: تو ہی آگے بڑھ، اپنے باپ کی نماز جنازہ پڑھ، اور اس نماز کو تیس تکبیروں سے ادا کر، پانچ تکبیریں تو نماز پنجگانہ کی اور پچیس تکبیریں بربنائے فضیلت آدمؑ (علیہ الصلاۃ والسلام)۔

بنی آدم

آدمؑ اس وقت تک زندہ رہے کہ اُن کی اولاد اور اولاد کی اولاد کوہ نوذ پر چالیس ہزار تک پہنچ گئی، آدمؑ نے دیکھا کہ اُن میں زناکاری و شراب خواری و فتنہ و فساد پھیل گیا ہے، وصیت کی کہ اولاد شیثؑ کی مناکحت اولاد قابیل کے سلسلے میں نہ ہونے پائے۔ اولاد شیثؑ نے آدمؑ کو ایک غار میں دفن کیا اور ایک پاسبان مقرر کر دیا کہ اولاد قابیل میں سے کوئی بھی اس کے نزدیک نہ آنے پائے، وہاں جو آتے تھے فرزندان شیثؑ ہی آتے تھے اور وہی آدمؑ کے لئے استغفار کرتے تھے، آدمؑ کی عمر نو سو چھتیس (۹۳۶) برس تھی۔

ایک سو فرزندان شیثؑ نے کہ خوشرو بھی تھے انتقال آدمؑ کے بعد صلاح کی کہ دیکھیں تو ہمارے عم زاد بھائی، یعنی اولاد قابیل، کیا کرتے ہیں، اس مشورے کے مطابق وہ سو کے سو آدمی پہاڑ سے نیچے اتر کے اولاد قابیل کی عورتوں کے پاس پہنچے جو بدشکل تھیں، عورتوں نے ان سب کو روک لیا، آخر جب تک خدا نے چاہا وہیں رہے، جب ایک مدت گزر گئی تو، دوسرے سو آدمیوں نے مشورہ

گیا کہ دیکھنا چاہئے ہمارے بھائیوں نے کیا کیا، وہ بھی پہاڑ سے نیچے اترے اور انھیں بھی عورتوں نے روک لیا، یہ واقعہ پیش آچکا تو پھر فرزندان شیث علیہ السلام پہاڑ سے نیچے اتر آئے جس کے باعث ان میں معصیت پھیلی، باہمی مناکحت ہونے لگی، مختلط ہو گئے اور بنی قابیل اتنے بڑھے، اتنے بڑھے کہ زمین بھر گئی، یہی وہ لوگ ہیں جو نوح علیہ السلام کے زمانے میں غرق ہوئے تھے۔

شیث علیہ السلام بن آدم علیہ السلام کے انوش اور بہت سے لڑکے ہوئے مگر شیث کے وصی انوش ہی تھے۔ انوش کے قینان اور بہت سے لڑکے ہوئے مگر وصی قینان ہی تھے، قینان کے مہلائیل اور دوسرے بھی لڑکے ہوئے مگر وصی مہلائیل ہی تھے، مہلائیل کے یرد اور دوسرے بھی لڑکے ہوئے مگر وصی یرد ہی تھے، یرد کو الیاذ بھی کہتے ہیں، انھیں کے زمانے میں بت بنے اور جن کو پھرنا تھا اسلام سے پھر گئے، یرد کے خنوخ اور دوسرے لڑکے ہوئے، خنوخ ہی ادریس پیغمبر ہیں (علیہ الصلاۃ والسلام)۔ ۱۶

حضرت حوا علیہا السلام

آیت وخلق منھا زوجھا (اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا) کی تفسیر میں مجاہد رح کہتے ہیں: اللہ تعالےٰ نے حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کے قصیریٰ سے پیدا کیا، قصیریٰ سب سے چھوٹی پسلی کو کہتے ہیں، آدم علیہ السلام اس وقت سو رہے تھے، بیدار ہوئے تو (دیکھ کے) کہا: اثا۔ یہ نبطی زبان کا لفظ ہے، اس کے معنے عورت کے ہیں۔

عبداللہ بن عباس رض کہتے ہیں: حوا کا نام حوا اس لئے پڑا کہ وہ ہر ایک ذی حیات (انسان) کی ماں ہیں۔

ابن عباس رض ایک دوسری روایت میں کہتے ہیں: آدم علیہ السلام کا ہبوط (بہشت سے) ہندوستان میں ہوا اور حوا کا جدے میں، آدم ان کی تلاش میں چلے تو چلتے چلتے مقام جمع تک پہنچے، یہاں حوا ان سے مزدلف[1] ہوئیں، اس لئے اس کا نام مزدلفہ پڑا، اور جمع میں دونوں مجتمع ہوئے اسی لئے وہ جمع کے نام سے موسوم ہوا

[1] ازدلاف: اقتراب، نزدیک ہونا، جمع: محل اجتماع، حج، مقام حج۔

(۲) حضرت ادریس علیہ السلام

ابن عباسؓ کہتے ہیں: آدمؑ کے بعد روئے زمین پر پہلے پیغمبر جو مبعوث ہوئے وہ ادریسؑ تھے کہ وہی خنوخ بن یرذ ہیں ادر یرذ ہی کا نام الیاذ بھی ہے ایک ایک دن میں اُن کے اتنے اعمال (حسنہ جناب الٰہی میں) صعود کرتے تھے کہ ایک ایک مہینے میں اتنے اعمال بنی آدم کے صعود نہیں کرتے' ابلیس نے ان پر حسد کیا اور قوم نے بھی اُن کی نافرمانی کی' تو خدا نے۔ جیسا کہ فرمایا بھی ہے انھیں اپنے ہاں ایک برتر جگہ میں اُٹھا لیا (ورفعناہ مکانا علیّا) ادریسؑ کو خدا نے بہشت میں داخل کیا اور فرمایا کہ میں اس کو یہاں سے نکالنے والا ہی نہیں

یہ ادریس علیہ السلام کے ایک بڑے قصے کا اختصار ہے۔

خنوخ یعنی ادریسؑ کے متوشلخ اور دوسرے لڑکے ہوئے مگر وصی متوشلخ ہی تھے' متوشلخ کے لمک اور دوسرے لڑکے ہوئے مگر وصی لمک ہی تھے' لمک کے حضرت نوح پیدا ہوئے' صلوات اللہ وسلامہ علی نبیّنا وعلیہ۔

(۳) حضرت نوح علیہ السلام

ابن عباسؓ کہتے ہیں: لمک کے صلب سے جب نوحؑ پیدا ہوئے ہیں تو اُس وقت لمک کی عمر بیاسی (۸۲) برس تھی' یہ وہ زمانہ تھا کہ انسانوں کو اس وقت برائیوں سے روکنے والا کوئی نہ تھا' آخر اللہ تعالے نے نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا اور ان لوگوں کے پاس پیغمبر بنا کے بھیجا' نوحؑ کی عمر اس وقت چارسو اسّی (۴۸۰) برس تھی' وہ ایک سو بیس (۱۲۰) برس تک قوم کو نبوّت کی

۱۷ دعوت دیتے رہے (جب اس دعوۃ الی اللہ پر کسی نے کان نہ دھرا اور راہ راست پر نہ آئے، تو) اللہ تعالیٰ نے انھیں کشتی بنانے کا حکم دیا جو انھوں نے بنالی اور اس پر سوار ہو گئے، اس وقت وہ چھ سو برس (۶۰۰) کے تھے، جنھیں (اس طوفان میں) غرق ہونا تھا وہ سب غرق ہو گئے، واقعۂ کشتی (طوفان) کے بعد وہ ساڑھے تین سو (۳۵۰) برس تک زندہ رہے، اُن کے فرزند سام پیدا ہوئے جن کی اولاد کے رنگ میں سفیدی و گندم گونی ہے، حام پیدا ہوئے جن کی اولاد میں سیاہی اور کچھ سفیدی ہے، یافث پیدا ہوئے جن کی اولاد میں سُرخی مائل سیاہی ہے، کنعان پیدا ہوا جو (طوفان میں) غرق ہو گیا، عرب اُس کو یام کے نام سے موسوم کرتے ہیں، عربوں کا قول ہے۔ انما ھام عمنا یام، ان سب کی ماں ایک ہی تھیں۔

طوفان نوحؑ

نوحؑ نے کوہ نوذ پر کشتی گڑھی (بنائی) اور وہیں سے طوفان بھی شروع ہوا، نوحؑ خود کشتی میں سوار ہوئے، ساتھ میں اُن کے وہی مذکور الاسم بیٹے اور بہویں یعنی بیٹوں کی بیویاں تھیں، اور تہتر (۷۳) متنفس اولاد شیث میں سے تھے جو ان پر ایمان لا چکے تھے، کشتی میں ان سب کی مجموعی تعداد (۸۰) تھی، نوحؑ نے (حیوانات کے بھی) دو دو جوڑے کشتی پر لے لیے تھے۔

یہ کشتی تین سو ہاتھ لانبی پچاس ہاتھ چوڑی اور تیس ہاتھ اونچی تھی، ہاتھ کا پیمانہ نوحؑ کے پردادا کے ہاتھ کے مطابق تھا، پانی سے یہ چھ ہاتھ باہر نکلی ہوئی تھی، بند تھی، نوحؑ نے اس میں تین دروازے بھی نکالے تھے جن میں بعض اوپر اور بعض نیچے تھے، اللہ تعالیٰ نے چالیس شبانہ روز تک مینہ برسا تا رہا۔ وحشی جانور، چارپائے، چڑیاں، یہ سب مینہ سے اثر پذیر ہو کے نوحؑ کے پاس آ گئے اور سب کے سب اُن کے مطیع ہو گئے، انھوں نے حسب حکم جناب باری تمام حیوانات کے دو دو جوڑے کشتی پر لے لیے، آدمؑ کا جسہ بھی ساتھ لے لیا اور اسے ایسی طرح رکھا کہ عورتوں اور مردوں کے

درمیان حائل وحاجب رہے، رجب کی دس شبیں گزری تھیں کہ کشتی میں سوار ہوئے (۱۱۔رجب) اور عاشوراء (۱۰۔محرم) کو پھر خشکی پر اترے یہی باعث ہے کہ روزہ رکھنے والوں نے عاشوراء کا روزہ رکھا۔

پانی نکلا تو نصف نصف کر کے نکلا (یعنی طوفان کا نصف باعث تو زمین کا سیلاب تھا اور نصف موجب مینھ کی طغیانی) اللہ تعالےٰ نے یہی فرمایا ہے، ففتحنا ابواب السماء بماءٍ منھمر، وفجرنا الارض عیوناً فالتقی الماء علی امر قد قدر (ہم نے لگاتار پانی کی جھڑی سے آسمان کے دروازے کھول دیے اور زمین کے سوتے (چشمے) جاری کر دیے تو پانی ایک حکم پر، جس کا اندازہ ہو چکا تھا، پہنچ کے مل گیا) آیت میں ماء منھمر سے مراد ماء منصبّ (بہتا ہوا پانی) ہے اور فجرنا الارض کا مطلب ہے شققنا الارض (ہم نے زمین کو چاک چاک کر ڈالا اور اس میں شگاف کر کر دیے) فالتقی الماء علی امر قد قدر (پانی ایک حکم پر، جس کا اندازہ ہو چکا تھا، پہنچ کے مل گیا) کے معنی یہ ہیں کہ پانی کے دو حصے ہو گئے، نصف پانی آسمان کا اور نصف زمین کا، زمین کے بلند ترین پہاڑ پر بھی پندرہ ہاتھ پانی چڑھ گیا۔

کشتی نے، مع اپنے راکبوں کے، چھ مہینے میں تمام زمین کا دورہ پورا کر لیا اور کہیں نہ ٹھہری، تاآنکہ حرم (مکے) تک پہنچی مگر اس کے اندر نہ گئی اور ایک ہفتے تک حرم کے گرد پھرتی رہی (طواف کرتی رہی) وہ گھر (خانۂ خدا) جو آدم نے بنایا تھا اٹھا لیا گیا، غرق نہ ہونے پایا، یہی گھر بیت المعمور ہے، حجر اسود بھی اٹھا لیا گیا اور وہ کوہ ابو قبیس پر رہا۔

کشتی جب حرم کے گرد پھر چکی تو راکبوں کو لئے ہوئے جودی پر پہنچی جو علاقۂ موصل کی ایک پہاڑی ہے کہ دو قلعوں کے پاس واقع ہے، چھ ماہ کا سفر ختم کر کے سال پورا کرنے کے لیے جودی پر آ کے ٹھہر گئی تو اسی شتماہی کے بعد ارشاد ہوا: بعداً للقوم الظالمین (ظالموں کے لیے دور باش)۔

کوہ جودی پر جب کشتی ٹھہر چکی تو حکم ہوا: یا ارض ابلعی ماءک ویا سماء اقلعی (اے زمین اپنے پانی کو نگل لے اور اے آسمان رک جا) آسمان

کے رُکنے کا یہ مطلب ہے کہ اے آسمان اپنے پانی کو یعنی بارش کو روک لے، وَغِيضَ الْمَاءُ (پانی خشک ہوگیا) زمین نے اُسے جذب کر لیا، آسمان سے جو بارش ہوئی تھی اُسی کی یادگار یہ سمندر اور دریا ہیں جو زمین پر نظر آتے ہیں۔ طوفان کا آخری بقیہ وہ پانی تھا جو سرزمین حسمی[1] میں چالیس برس بعد تک رہ کے جاتا رہا۔ ۱۸

مابعد طوفان

طوفان سے نجات ملی تو نوحؑ (مع اہل کشتی کے) نیچے اُترے اور وہاں ہر شخص نے اپنے لیے ایک ایک گھر بنایا، اس بستی کا نام اسی لیے سوق الثمانین پڑا (یعنی اسی آدمیوں کا بازار) نوحؑ کے جتنے آبا و اجداد گزرے تھے تا بہ آدمؑ، سب کا دین اسلام تھا۔ نوحؑ نے شیر کو بد دعا دی کہ اُس پر بخار چڑھا رہے، کبوتر کے حق میں مانوس ہونے کی دعا دی اور کوّے کو کہا کہ یہ معاش کی جانب سے تنگی میں مبتلا رہے گا۔

عکرمہؒ کہتے ہیں: آدمؑ و نوحؑ کے درمیان دس نسلیں گزریں جن سب کا دین اسلام تھا۔

(یہ ایک استطرادی روایت تھی، اب آگے پھر وہی روایت چلتی ہے جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور جس کے جزئیات ابتدائے تذکرۂ حضرت نوحؑ علیہ السلام سے لے کے حضرت عکرمہؒ کی روایت سے قبل تک مذکور ہو چکے ہیں)۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: نوحؑ نے نسل قابیل کی ایک عورت سے نکاح کر لیا اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام یوناطن رکھا یہ لڑکا دیار مشرق کے ایک شہر میں پیدا ہوا تھا جس کا نام "معلون شمس" تھا،

---

[1] حسمیٰ بادیۂ عرب کے ایک علاقے کا نام تھا جس میں اونچی اونچی پہاڑیاں واقع تھیں، نابغہ ذبیانی کے کلام میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔

سوق ثمانین کی وسعت آبادی جب کافی نہ ہوئی تو لوگ وہاں سے نکل کے اُس مقام پر پہنچے جہاں شہر بابل آباد ہوا۔ بابل کی تعمیر انھیں لوگوں نے کی جو دریائے فرات اور مقام صراۃ کے درمیان واقع تھا۔ طول و عرض میں یہ شہر دوازدہ ۱۲ فرسنگ در دوازدہ ۱۲ فرسنگ تھا۔ اس کا دروازہ اُس جگہ تھا جہاں آج (مصنف کے زمانے میں) وہ مکانات ہیں کہ آبادی میں سے گزرو تو بائیں جانب کوفے کے پل کے اوپر بھی عمارتیں ملتی ہیں۔ بابل کی آبادی بہت بڑھی، لوگ بہت ہو گئے، تاآنکہ ایک لاکھ تک شمار پہنچ گیا۔ یہ سب لوگ دین اسلام پر قائم تھے۔ نوحؑ جب کشتی سے نکلے تو آدمؑ کا جثہ بیت المقدس میں دفن کر دیا اور (ایک زمانے کے بعد خود بھی) انتقال کر گئے، صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وبارک وسلم۔

اولاد نوح علیہ السّلام

سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (فرزندان نوح علیہ السلام میں) عربوں کے ابو الآباء سام ہیں، حبشیوں کے حام ہیں، اور رومیوں (رومانیوں) کے یافث ہیں۔

سعیدؒ بن المسیب کہتے ہیں: نوحؑ کے تین لڑکے تھے، سام و حام و یافث، سام سے اقوام عرب و فارس و روم پیدا ہوئے کہ ان سب میں خیر و فلاح ہے۔ حام سے اقوام سودان و بربر و قبط پیدا ہوئے، اور یافث سے ترک و صقالبہ و یاجوج و ماجوج کی قومیں پیدا ہوئیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: اللہ تعالے نے موسیٰؑ کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰؑ، تو اور تیری قوم اہل جزیرہ اور اہل العال (یعنی بالائی عراق کے باشندے) سام بن نوحؑ کی اولاد ہیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ عرب، ایرانی، نبطی، ہندوستانی، سندی (سندھی)

اور ہندی[1] بھی سام بن نوحؑ کی اولاد ہیں۔
محمد بن السائب کہتے ہیں: ہندوستانی و سندی و ہندی یوفر بن یقطن بن عابر ابن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ کی اولاد ہیں، ہند کے بیٹے کا نام مکران تھا۔

سلسلۂ انساب

قوم جرہم، جرہم بن عامر بن سبا بن یقطن بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ (علیہ السلام)، جرہم کا نام ہُذَرَم تھا۔
حضرموت: حضرموت بن یقطن بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ، یہ اُن راویوں کا قول ہے جو قوم حضرموت کو بنی اسماعیلؑ میں منسوب نہیں کرتے، یقطن ہی کا نام قحطان بھی تھا۔
19 ابن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ، یہ ان کا قول ہے جو آلِ قحطان کو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد نہیں مانتے۔
فارسی (پارسی۔ ایرانی) فارس بن بہرس بن یاسور بن سام بن نوحؑ۔
نبطی: نبیط بن ماش بن ارم بن سام بن نوحؑ۔
اہل جزیرہ و اہل العال: اولاد ماش بن ارم بن سام بن نوحؑ۔
عمالقہ: عملیق بن لوذ بن سام بن نوحؑ، عملیق ہی کا نام عریب بھی تھا، قوم عمالقہ کا ابو الآبا یہی ہے، بربری بھی عمالقہ ہی کی شاخ ہیں جن کا سلسلہ یوں ہے: بربر بن تمیلا بن مازرب بن فاران بن عمرو بن عملیق بن لوذ بن سام بن نوحؑ باستثنائے قبائل صنہاجہ و کتامہ کہ یہ بھی اگرچہ بربر ہیں مگر عمالقہ کی اولاد نہیں ہیں بلکہ افریقیس بن قیس ابن صیفی بن سبا بن قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ کی اولاد ہیں، کہا جاتا ہے کہ بابل سے نکلتے ہوئے عملیق ہی نے پہلے پہل عربی زبان میں باتیں کیں، عرب العاربہ انھیں عمالقہ و جرہم کو کہتے ہیں۔
طسم و امیم: اولاد لوذ بن سام بن نوحؑ۔

---

[1] ہند بھی اہل سند سے ملتی جلتی ایک قدیم قوم تھی۔

ثمود و جدیس: اولاد جاثر بن ارم بن سام بن نوحؑ۔
عاد و عبیل: اولاد عوص بن ارم بن سام بن نوحؑ۔
روم: اولاد لنطی بن یونان بن یافث بن نوحؑ۔
نمرود (نمرُود): ابن کوش بن کنعان بن حام بن نوحؑ، نمرود ہی فرماں روائے بابل تھا اور اسی کے ساتھ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ و علی نبینا الصلاۃ والسلام کا واقعہ پیش آیا تھا۔

اختلاف زبان

قوم عاد کو ان کے زمانے میں عادِ اِرَم کہتے تھے، جب یہ قوم تباہ ہوگئی تو قوم ثمود کو ثمود اِرَم کہنے لگے۔ جب یہ قوم بھی برباد ہوگئی تو تمام اولاد اِرَم[1] کو ارمان کہنے لگے کہ وہی (نبطی) ہیں۔ ان سب کا دین اسلام تھا اور بابل ان سب کا مقام تھا۔ تاآنکہ نمرود بن کوش بن کنعان بن حام بن نوح فرماں روا ہوا جس نے بت پرستی کی دعوت دی اور سب نے مان لی (بت پرست ہوگئے) آخر یہ واقعہ پیش آیا کہ شام تو اس حالت میں بسر کی تھی کہ سریانی زبان میں باتیں کرتے تھے اور صبح ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے زبانیں بدل دیں اور ایسی بدل دیں کہ ایک کی ایک نہ سمجھتا تھا۔

اولاد سام کی اٹھارہ (۱۸) زبانیں ہوگئیں۔
اولاد حام کی بھی اٹھارہ (۱۸) زبانیں ہوگئیں۔
اولاد یافث کی چھتیس (۳۶) زبانیں ہوگئیں۔

اللہ تعالےٰ نے (۱) قوم عاد (۲) عبیل (۳) ثمود (۴) جدیس (۵) عملیق (۶) طسم (۷) امیم (۸) اور اولاد یقطن بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ کو عربی زبان کی تعلیم کی (یعنی ان قوموں کی زبان عربی ہوگئی) بونا طن بن نوحؑ نے

[1] ارم بن سام بن نوح

بابل میں انھیں اقوام کے لئے جھنڈے قایم کیے تھے۔

منازل بنی سام

بابل سے نکل کے اولاد سام نے زمین مجدل میں قیام کیا کہ ناف زمین یہی ہے، یہ وہ سرزمین ہے جو ایک طرف تو علاقۂ ساتیدما سے سمندر تک اور دوسری جانب یمن سے شام تک بیچوں بیچ واقع ہے، یہی قوم ہے جسے اللہ تعالے نے پیغمبری و نبوت، کتاب و شریعت، حسن و جمال گندم گونی اور گورا رنگ عنایت فرمایا۔

منازل بنی حام

بنی حام اُس علاقے میں فروکش ہوئے جہاں باد جنوب اور مغربی ہوائیں چلتی ہیں، اس گوشۂ زمین کو داروم کہتے ہیں، اللہ تعالے نے ان میں کچھ گندم گونی اور بقدر قلیل گورا رنگ رکھا ہے، ان کے علاقے آباد، موسم شاداب، طاعون و فوع و ندغوغ، اور اُن کی زمین میں اشجار اثل[۱] و اراک، و عُشَر و غاف و نخل پیدا کیے اُن کے علاقوں کی فضائے آسمانی میں آفتاب و ماہتاب دونوں رواں ہیں (یعنی روشن رہتے ہیں)

[۱] اثل، درخت طرفا ۔ اراک، پیلو۔ عُشَر، چنار جیسا ایک عربی درخت جس کی لکڑیاں زیادہ تر چقماق کا کام دیتی ہیں۔ غاف، عربوں کے مذاق کا ایک خاص درخت جس کے میوے بہت ہی شیریں ہوتے ہیں نخل کھجور، درخت خرما۔

منازل بنی یافث

اولاد یافث نے دیار صفون میں اقامت کی جہاں شمالی و مشرقی ہوائیں چلتی ہیں ان میں سرخی مائل سیاہی کا رنگ غالب ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے علاقے الگ کر دیئے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہاں سخت سردی پڑتی ہے، ان کی فضائے آسمانی بھی الگ تھلگ رکھی ہے جس کے باعث کواکب سبعہ میں سے کسی کے یہ زیر حرکت نہیں، اور ہوں تو کیسے ہوں؟ یہ لوگ تو بنات النعش، جدی، فرقدین کے نیچے واقع ہیں (یعنی ان اقوام کے ممالک انھیں کروں یا ستاروں کے بالمقابل ہیں) یہ طاعون میں مبتلا ہوا کرتے ہیں۔

منازل عرب

کچھ زمانے کے بعد قوم عاد مقام شحر میں آ کے مقیم ہو گئی اور اسی مقام پر ایک وادی میں ہلاک و تباہ بھی ہوئی جس کو وادی مغیث کہتے ہیں، قوم عاد جب فنا ہو گئی تو شحر میں اس کی جانشین قوم مہرہ ہوئی۔

قوم عبیل وہاں جا رہی جہاں یثرب (مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آباد ہوا۔ عمالقہ صنعاء جا پہنچے، لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب صنعا کا نام بھی صنعا نہیں پڑا تھا، مرور زمانہ کے بعد ان میں سے کچھ لوگوں نے یثرب جا کے وہاں سے قوم عبیل کو نکال دیا اور خود مقام جحفہ میں اقامت اختیار کی، بعد کو ایک سیلاب آیا جو ان سب کو بہا لے گیا، جب ہی سے اس کا نام جحفہ[1] پڑا

[1] جحف، لے جانا، بہا لے جانا، جحفہ، نکال لینے کے بعد جو پانی حوض میں بچ رہا ہو، مقام جحفہ سیلاب آنے سے پیشتر ابن ظلم کا نام مہیعہ تھا۔

قوم ثمود مقام حجر اور اس کے مضافات میں آباد ہوئی اور وہیں برباد بھی گئی۔
اقوام طسم و جدیس نے یمامہ میں رہنا شروع کیا اور وہیں ہلاک بھی ہوئے، یمامہ[1] انھیں میں سے ایک عورت کا نام تھا جس کے نام پر یہ مقام بھی یمامہ مشہور ہوا۔
قوم امیم سرزمین ابار میں جا بسی اور وہیں منقرض بھی ہوئی، یہ مقام علاقہ یمامہ و شحر کے درمیان واقع ہے مگر اب اس زمانے میں وہاں تک کسی کی رسائی نہیں کیونکہ اُس پر جن غالب آچکے ہیں، اس علاقے کا نام اُبار بن امیم کے نام پر اُبار پڑا تھا۔
یقطن بن عابر کی اولاد دیار یمن میں آباد ہوئی اور اسی وجہ سے اس کا نام یمن[2] پڑا کیونکہ اس قوم نے یہیں تیامن کیا تھا، یعنی قبلہ رخ سے چل کے بجانب یمین (دست راست کے رخ) آئے تھے اور یہاں آباد ہوئے تھے۔
کنعان بن حام (بن نوح) کی اولاد کے کچھ لوگ ملک شام میں آباد ہوئے اور اسی بنا پر اس کا نام شام[3] پڑا کیونکہ ان لوگوں نے تشاؤم کیا تھا، یعنی قبلہ رخ سے بائیں جانب مڑ گئے تھے۔ شام کو اولاد کنعان کی سرزمین کہا کرتے تھے، آخر بنی اسرائیل نے آ کے کنعانیوں کو قتل کر ڈالا اور (جو بچے انھیں) جلائے وطن کر دیا، اب شام بنی اسرائیل کا ہو گیا مگر اُن پر بھی رومیوں نے حملہ کیا، اُن کو قتل کر ڈالا اور جو بچے انھیں عراق میں جلائے وطن کر دیا، شام میں بہت تھوڑے سے اسرائیلی رہ گئے، اس کے بعد عرب آئے اور شام بھی عربوں ہی کے تحت تصرف آگیا۔ اولاد نوح کے درمیان زمین کی تقسیم فالغ[4] نے کی جن کو فالخ بھی کہتے ہیں، ابن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام جیسا کہ

---

[1] یہ وہی عورت ہے جس کی دور بینی اس قدر مبالغے سے بیان کی جاتی ہے کہ تین دن کی مسافت کے طویل و عریض فاصلے سے وہ اپنی آبادی میں آنے والے سواروں کو دیکھ لیا کرتی تھی۔
[2] یمن ناحیۃ الیمن، وہ علاقہ جو قبلہ رخ سے داہنے جانب واقع ہو۔
[3] شام وہ علاقہ جو قبیلے کے بائیں طرف پڑے۔
[4] فلغ، فلق، تقسیم، جدا جدا کرنا، بانٹنا۔ فالغ یا فارق، قاسم تقسیم کنندہ۔

ہم اس کتاب میں پہلے بیان کر چکے ہیں۔

قوم سبا

فروہؓ بن مُسَیک غُطیفی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی جناب میں حاضر ہو کے عرض کی:
یارسول اللہ! میری قوم کے جو لوگ سامنے آچکے ہیں، یعنی ایمان لا چکے ہیں، کیا میں انھیں لے کے قوم کے اُن لوگوں سے نہ لڑوں جو پیچھے جا پڑے ہیں، یعنی ہنوز ایمان نہیں لائے ہیں؟
آنحضرتؐ نے فرمایا: کیوں نہیں۔
بعد کو مجھے دوسرا خیال آیا تو میں نے پھر گزارش کی: یارسول اللہ! نہیں، وہ بات نہیں، بلکہ اہل سبا (سے لڑنا چاہیے) کہ یہ لوگ بڑے غلبے والے اور نہایت طاقتور ہیں۔
آنحضرتؐ نے مجھ ہی کو اس مہم کا امیر بنایا اور اہل سبا سے لڑنے کی اجازت عطا فرمائی، میں حضور سے باہر نکلا ہی تھا، اللہ تعالٰی نے قوم سبا کے متعلق جو وحی بھیجنی تھی بھیجی، نزول وحی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: غطیفی نے کیا کیا؟
میرے فرودگاہ پر آدمی بھیجا، میں چل چکا تھا، قاصد نے مجھے وہاں نہ پایا، راستے میں آلیا اور واپس لایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں جب میں حاضر ہوا تو آپ کو بیٹھا ہوا پایا، اردگرد اصحاب بیٹھے تھے، آنحضرتؐ نے فرمایا:
ادع القوم، فمن اجابك منهم فاقبل ومن ابى فلا تعجل عليه حتى تحدث الي (قوم سبا کو اسلام کی دعوت دے، ان میں سے جو اس دعوت کو مان لے اور مسلمان ہو جائے اُس کو قبول کر، اور جو انکار کرے اُس پر

جلدی نہ کر، یعنی فی الفور منکرین اسلام کے خلاف کارروائی شروع نہ کردے، تاآنکہ اس کا تذکرہ مجھ سے کرلے، یعنی انکار کرنے والوں کے متعلق مجھے اطلاع دے کے کچھ کرنا تو کرنا

حاضرین میں ایک شخص نے سوال کیا: یارسول اللہ! سبا کیا ہے، یہ کوئی زمین ہے یا کسی عورت کا نام ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: نہ یہ زمین ہے نہ عورت، یہ ایک شخص تھا جس سے عرب کے دس قبائل پیدا ہوئے، چھ تو یمن میں آباد ہوئے اور چار شام میں، شام میں تو (۱) لخم (۲) وجذام (۳) وغسان (۴) وعاملہ آباد ہوئے، اور یمن والے (۱) ازد (۲) وکندہ (۳) وحمیر (۴) واشعر (۵) وانمار (۶) ومذحج ہیں۔

ایک شخص نے پھر سوال کیا: یارسول اللہ! انمار کیا؟

آنحضرتؐ (علیہ الصلاۃ والسلام) نے فرمایا: انمار وہی ہیں جن سے قبائل خثعم وبجیلہ نکلے۔

(۴) خلیل الرحمن حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام

ابن السائب الکلبی کہتے ہیں: ابراہیمؑ کا باپ شہر حران (عراق) کا باشندہ تھا، ایک سال قحط پڑا تو تنگی معاش میں مبتلا ہو کے ہرمز گرد چلا آیا (یہ شہر ایران میں واقع تھا) اس کے ساتھ اس کی بیوی یعنی ابراہیمؑ کی ماں بھی تھیں جن کا نام 'نونا' تھا، بنت کربنا بن کوثا، جو ارفخشد بن سام بن نوحؑ کی اولاد میں تھے۔

محمد بن عمر الاسلمی نے کئی اہل علم سے روایت کی ہے کہ ابراہیم کی ماں کا نام 'ابیونا' تھا اور وہ افرائیم بن ارغو بن فالغ بن عابر بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ

کے سلسلۂ نسب میں تھیں۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: نہر کوثی کو کرنبا نے کھودا تھا جو ابراہیمؑ کا جدّ مادری تھا، ابراہیمؑ کا باپ بادشاہ نمرود کے بتوں پر مامور و متعین تھا۔ ابراہیمؑ ہرمزگرد میں پیدا ہوئے اور یہی اُن کا نام تھا، بعد کو نقل مکان کر کے کوثی آ گئے، جو بابل کے علاقے میں ہے، جب ابراہیمؑ بالغ ہوئے، قوم کی مخالفت کی، عبادت الٰہی کی جانب دعوت دی، بادشاہ نمرود تک خبر پہنچی، تو اُس نے ابراہیمؑ کو قید کر دیا، سات برس تک قید خانے میں رہے، آخر نمرود نے ایک حظیرہ نما باغ (باڑا احاطہ) بنوایا، بڑی بڑی بھاری خشک لکڑیاں اُس میں بھروا کے اُن میں آگ لگوا دی اور ابراہیمؑ کو اُسی میں ڈلوا دیا، اُس وقت اُنھوں نے کہا: حسبی اللہ ونعم الوکیل (مجھے اللہ کافی ہے اور بہترین بھروسے کے قابل وہی ہے) وہ آگ سے صحیح و سلامت باہر نکل آئے، اُن پر آنچ تک نہ آئی۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: آگ سے صحیح و سلامت باہر نکلنے کے بعد ابراہیمؑ کوثی سے چلے گئے۔ اُن کی زبان اُس وقت تک سریانی تھی، جب حرّان سے دریائے فرات عبور کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے زبان بدل دی، فرات کو عبور کرنے کی حیثیت سے عبران کہے گئے، نمرود نے اُن کے پیچھے لوگ بھیجے اور حکم دے دیا کہ جو کوئی سریانی زبان میں باتیں کرتا ہوا سے جانے نہ دینا، میرے پاس لانا، سراغ لگانے والے مامورین کی ابراہیمؑ سے مڈبھیڑ ہوئی تو اُنھوں نے عبرانی میں باتیں کیں، مامورین انھیں چھوڑ کے چلے گئے اور نہ جانا کہ یہ کیا زبان بول رہے ہیں۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: واقعات مذکورہ کے بعد ابراہیمؑ علیہ السلام ارض بابل سے شام میں ہجرت کر گئے، وہاں سارہ آئیں اور اُنھوں نے اپنے تئیں ابراہیمؑ کو بخش دیا، ابراہیمؑ نے اُن سے نکاح کر لیا اور وہ انھیں کے ساتھ نکل کھڑی ہوئیں، ان دنوں ابراہیمؑ کی عمر سینتیس (۳۷) برس تھی، حرّان پہنچ کے کچھ روز تو وہاں مقیم رہے، پھر کچھ زمانے تک اردن میں اقامت کی، پھر مصر جا کے کچھ مدت تک وہاں رہے، پھر شام واپس آئے اور یہاں سرزمین سبع، میں ٹھیرے جو ایلیا (بیت المقدس یا اورشلیم) اور فلسطین کے درمیان

واقع ہے یہاں ایک کنواں (بیر سبع) کھودا اور ایک مسجد بنائی، بعد کو بعض اہل شہر نے جب اُن کو اذیت دی تو اس مقام کو بھی چھوڑ کے ایک دوسری جگہ فروکش ہوئے جو رملہ، اور ایلیا کے مابین واقع تھی، وہاں بھی ایک کنواں کھودا اور رہنے لگے۔ مال ومتاع وخدام وحشم میں اُن کو وسعت و فراخی حاصل تھی۔ وہ پہلے مہمان نواز پہلے ثرید (ایک قسم کا کھانا جس میں روٹیاں شوربے میں توڑ کے اور اچھی طرح بھگو کے کھاتے ہیں) کھلانے والے، اور پہلے شخص ہیں جنھوں نے پیرانہ سری دیکھی۔

عاصمؒ کہتے ہیں: ابو عثمان نے غالباً سلمانؓ فارسی سے روایت کی ہے کہ ابراہیمؑ نے اپنے پروردگار سے خیر طلب کی، صبح ہوئی تو سر کے دو ثلث بال سفید تھے، عرض کی: یہ کیا ہے؟ کہا گیا: یہ دنیا میں عبرت اور آخرت میں نور ہے۔

۲۲ عکرمہؒ کہتے ہیں: خلیل الرحمٰن ابراہیمؑ علیہ السلام کی کنیت ابوالاضیاف تھی (یعنی مہمانوں کے باپ)

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: ابراہیمؑ نے مقام قدوم میں اپنا ختنہ کیا، اُس وقت اُن کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) برس تھی، اس کے بعد وہ اسی (۸۰) برس اور زندہ رہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو جب اپنا خلیل (دوست) بنایا اور نبوت عطا فرمائی تو اُس وقت اُن کے تین سو (۳۰۰) غلام تھے، ان سب کو آزاد کر دیا اور سب کے سب اسلام لائے، اُن کے پاس عصا اور ڈنڈے ہوتے، یہ (دشمنان اسلام سے) ابراہیمؑ کی معیت میں انھیں ڈنڈوں سے لڑتے (لٹھ چلاتے، ڈنڈے مارتے) پہلے آزاد غلام وہی ہیں جو اپنے آقا کے شریک ہو کے لڑے ہیں۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: ابراہیمؑ علیہ السلام کے اسماعیلؑ پیدا ہوئے کہ وہی خلف اکبر تھے، اُن کی ماں ہاجر قبطی نسل کی تھیں۔ دوسرے لڑکے اسحاقؑ سارہ سے پیدا ہوئے یہ بصارت سے معذور تھے۔ سارہ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: سارہ بنت بتویل بن ناحور بن ساروغ بن ارغو بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ۔ بقیہ لڑکے (۳) مدن (۴) ومدینؑ (۵) ویقشان (۶) وزمران (۷) واشبق (۸) وشوخ تھے، ان سب کی ماں قنطورا بنت مفطور عرب عاربہ کی نسل سے تھیں۔

یفشان کی اولاد مکے میں جا رہی، مدین نے سرزمین مدین میں اقامت کی تو انھیں کے نام سے یہ علاقہ موسوم ہوا، بقیہ لڑکے دوسرے دوسرے شہروں میں چلے گئے۔
(ایک مرتبہ) سب لڑکوں نے ابراہیمؑ سے عرض کی:
اے ہمارے باپ، تو نے اسماعیلؑ و اسحاقؑ کو تو اپنے ساتھ رکھا اور ہمیں حکم دیا کہ دیار غربت و وحشت میں منزل گزیں ہوں۔
ابراہیمؑ نے جواب دیا: مجھے ایسا ہی حکم ملا ہے۔ پھر انھیں اللہ تعالیٰ کا ایک اسم سکھا دیا جس کی برکت سے وہ مینھ کے لئے دعا مانگتے اور نصرت طلب کرتے (تو جناب الٰہی میں یہ دعا پذیرا ہو جاتی) بعض اولاد ابراہیمؑ نے خراسان میں نزول کیا، قوم خزر اُن کے پاس آئی اور کہنے لگی: جس نے تمھیں ایسے اسم کی تعلیم دی وہ بہترین باشندگان روے زمیں ہونے کے شایاں ہے یا زمین کا سب سے اچھا بادشاہ وہی ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر انھوں نے اپنے بادشاہوں کا نام (لقب) خاقان رکھا۔
محمد بن عمر الاسلمی کہتے ہیں: ابراہیمؑ نوے (۹۰) برس کے تھے کہ ان کے صلب سے اسماعیلؑ پیدا ہوئے، پھر تیس (۳۰) برس کے بعد اسحاقؑ پیدا ہوئے جب کہ ابراہیمؑ ایک سو بیس (۱۲۰) برس کے تھے۔ سارہ انتقال کر گئیں تو ابراہیمؑ نے ایک کنعانی بیوی سے نکاح کر لیا جنھیں قنطورا کہتے تھے، اُن سے چار لڑکے پیدا ہوئے: ماذی، زمران، سرج، سبق۔ ایک دوسری بیوی سے بھی نکاح کیا جن کا نام حجونی تھا، اُن سے سات لڑکے ہوئے: نافس، مدین، کیشان، شروخ، اُمیّم، لوط، یقشان۔ لہٰذا ابراہیمؑ کے کل تیرہ (۱۳) لڑکے ہوئے۔
محمد بن السائب کہتے ہیں، ابراہیمؑ تین مرتبہ مکے گئے، آخری مرتبہ لوگوں کو حج کی دعوت دی، یہ دعوت جس نے اور جس چیز نے بھی سنی مان لی، اس کے پہلے ماننے والوں میں قوم جرہم تھی جس نے عمالقہ سے بھی قبل دعوت حج بیت اللہ قبول کی، پھر یہ قوم مسلمان ہو گئی، اور ابراہیمؑ شہر شام میں واپس آئے، جہاں آگے دو سو (۲۰۰) برس کی عمر میں انتقال کر گئے، (صلی اللہ علی نبینا و علیہ و بارک وسلم)

۲۳ (۵) حضرت اسماعیل علیٰ نبیّنا و علیہ السلام

محمد بن عمر الاسلمی نے کئی اہل علم سے روایت کی ہے جن سب کا قول یہ ہے:

ہاجر (حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں) قوم کی قبطیہ تھیں، فسطاط مصر (قاہرہ) کے متصل مقام فرامی (فرما) کے آگے ایک گاؤں تھا، وہیں کی وہ رہنے والی تھیں، قبطیوں کے ایک جبار و سرکش فرعون کے پاس وہ تھیں، اور یہ وہی فرعون تھا جو ابراہیمؑ کی بیوی سارہ کے ساتھ پیش آیا تھا (یعنی اُن کے ساتھ گستاخی کی تھی یا کرنی چاہی تھی) جس کے نتیجے میں مصروع ہو گیا تھا (یعنی ناکام و ذلیل ہونا پڑا تھا)۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ سارہ کا ہاتھ پکڑنا چاہتا تھا جس کا مآل یہ ہوا کہ سینے تک اُس کا ہاتھ خشک ہو گیا، آخر سارہ سے التجا کی کہ خدا سے دعا کر کہ میری یہ مصیبت جاتی رہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے ہیجان و جوش نہ دلاؤں گا (یعنی ناخوش و ناراض نہ کروں گا) سارہ نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی تو اُس کا ہاتھ پھیل گیا، شکایت جاتی رہی، اور افاقہ ہو گیا، فرعون نے (بطور شکر گزاری) ہاجرؑ کو طلب کیا جو اُس کے تمام خدام میں سب سے زیادہ ایماندار تھیں اور سب سے زیادہ ایماندار مانی جاتی تھیں، انھیں ایک کسوت و لباس عنایت کیا اور سارہ کو ہبہ کر دیا بخش دیا (یعنی ہاجر کو سارہ کی ملکیت میں دے دیا) سارہ نے انھیں ابراہیم کو بخش دیا جنھوں نے مقاربت کی تو اسماعیلؑ پیدا ہوئے کہ اُن کے خلف اکبر وہی تھے، اُن کا نام اشموئیل تھا، معرّب ہو کے اسماعیل ہو گیا۔

ابن عون کہتے ہیں: محمد (ابن السائب الکلبی) کہتے تھے کہ اسماعیلؑ کی ماں کا نام آجرؑ (بہ الف ممدودہ) ہے ہاجرؑ (بہ ہائے مہملہ) نہیں ہے۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: ابراہیمؑ اور سارہ ایک جبار کے پاس سے گزریں، اُسے اطلاع ملی تو ابراہیمؑ کو بلا کے پوچھا:

یہ تیرے ساتھ کون ہے؟

جواب دیا: یہ میری بہن ہے۔

ابوہریرہؓ نے (یہ قصہ کہتے وقت) بیان کیا کہ ابراہیمؑ بجز تین مرتبہ کے اور کبھی جھوٹ نہ بولے، دو مرتبہ تو اللہ تعالیٰ کے متعلق اور ایک مرتبہ اپنی بیوی کے متعلق جھوٹ بولے تھے، اللہ تعالیٰ کے متعلق تو یہ جھوٹ تھا کہ ایک واقعے میں کہا: اِنّیْ سَقِیْمٌ (میں بیمار ہوں) دوسرے واقعے میں کہا: بل فعلہ کبیرھم ھذا (میں نے تو نہیں بلکہ ان کے بڑے نے یہ کام کیا ہے) اور بیوی کے متعلق یہ جھوٹ تھا کہ اس جبار سے کہا: یہ تو میری بہن ہیں۔

جبار کے ہاں سے نکل کے ابراہیمؑ جب سارہ کے پاس آئے تو اُن سے کہا: اس جبار نے مجھ سے تیری نسبت سوال کیا تھا، میں نے اُسے بتایا ہے کہ تو میری بہن ہے، اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے رشتے سے تو میری بہن ہے، تجھ سے بھی اگر وہ پوچھے تو اپنے آپ کو میری بہن بتانا۔

جبار کے طلب کرنے پر سارہ جب اُس کے پاس لائی گئیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اُس کے شر سے انھیں محفوظ رکھے۔ ایوب (کہ اس روایت کے ایک راوی ہیں) کہتے ہیں کہ سارہ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ جبار کا ہاتھ (قدرۃ کاملہ کی دستگیری سے) پکڑ لیا گیا اور بڑی سخت گرفت ہوئی ناچار اُس نے سارہ سے عہد کیا کہ یہ گرفت جاتی رہے تو پھر اُس کے قریب نہ آئے گا (ہاتھ نہ بڑھائے گا) سارہ نے دعا کی، وہ گرفت جاتی رہی اب پھر اُس نے قصد کیا تو دوبارہ ایسی گرفت میں آیا جو پہلے سے بھی شدید تھی، مکرر عہد کیا کہ اس بلا سے رہائی ملی تو قریب تک نہ آئے گا، سارہ نے پھر دعا کی اور پھر اُسے نجات مل گئی تو تیسری مرتبہ بھی اُس نے قصد کیا جس کی پاداش میں پہلی دوبار سے کہیں زیادہ شدت کے ساتھ گرفتار ہوا، اب کے پھر عہد کیا کہ چھوٹ جائے تو پاس نہ پھٹکے گا، سارہ نے اب کے بھی دعا کی اور وہ چھوٹ گیا۔ سارہ کو جو لایا تھا اُسے (بلا کے) کہا:

اُسے (یعنی سارہ کو) یہاں سے باہر نکال، تو یہ میرے پاس انسان کو نہیں لایا، شیطان کو لے کے آیا

(واپس بھیجتے ہوئے) سارہ کی خدمت کے لئے ہاجرہ کو بھی ساتھ کر دیا جب وہ ابراہیم علیہ السلام صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم کے پاس لوٹیں تو وہ اُس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور اللہ تعالےٰ سے دعا کر رہے تھے، سارہ نے کہا:

ابراہیمؑ! تجھے بشارت ہو کہ اللہ تعالےٰ نے اُس کافر فاجر کا ہاتھ روک لیا اور ہاجرہ کو اُس نے میری خدمت کے لئے دیا۔

اس واقعے کے بعد ہاجرہ ابراہیم صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم کی ہو گئیں اور اُن کے بطن سے اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے (صلوات اللہ وسلامہ علیہ)

ابو ہریرہؓ نے (یہ سب کچھ بیان کر کے) کہا: اے آسمانی مینھ کی اولاد![1] یہ تھیں تمھاری ماں کہ اسحاقؑ کی ماں کی ایک لونڈی تھیں۔

ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم قبطیوں پر غالب آؤ اور وہ تمھارے محکوم ہو جائیں تو اُن کے ساتھ احسان کرنا کیوں کہ وہ عہد و ذمہ رکھتے ہیں اور اُن سے قرابت ہے۔ آنحضرتؐ کی مراد اسمٰعیلؑ کی ماں سے ہے کہ وہ اسی قوم کی تھیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: عورتوں نے پہلے پہل بڑے بڑے لانبے چوڑے دوپٹے جو اوڑھنے شروع کئے تو وہ اس بنا پر تھے کہ حضرت اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ السلام کی ماں نے یہ لباس اختیار کیا تھا (پیچھے دوپٹے سے جو چلنے وقت

[1] اصل میں ہے: یا بَنِي مَاءَ السَّمَاءِ یعنی اے آسمانی مینھ کی اولاد کیوں کہ ماءُ السّمَاءِ آسمانی مینھ کو کہتے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ مَاءُ السماء ایک عربیہ خاتون کا لقب تھا جو عراق کے ایک عرب بادشاہ منذر لخمی کی ماں تھی، اس کا رنگ بہت ہی صاف نکھرا ہوا تھا اس لئے آسمانی مینھ سے تشبیہ دیتے تھے جو بالکل ہی خالص ہوتا ہے، یہ عہد جاہلیت کی بات ہے، مگر اسلام میں بھی یہ خاندان بہت ہی شریف اور نہایت ہی نامور مانا جاتا تھا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی خاندان کے لوگوں کو یہ قصہ سنا رہے تھے اور انھیں کا فخر شرافت نسبی کم کرنے کے لئے کہا تھا کہ تم جن کی نسل میں ہو وہ تو خود ایک لونڈی تھیں، بات یہ ہے کہ جس خاندان میں تقویٰ ہو وہ بہر حال شریف ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

زمین کو جھاڑتا چلے گا) سارہ کو اُن کا نشان اور کھوج نہ مل سکے گا۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب انھیں اور اُن کے فرزند (اسماعیلؑ) کو لے کے ابراہیمؑ مکّے چلے تھے۔

ابوجہم بن حُذیفہ بن غانم کہتے ہیں: اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل کر کے حکم دیا کہ بلد اللہ الحرام (مکۂ مبارکہ) چلے جائیں۔ امتثالِ امر میں ابراہیمؑ براق پر سوار ہوئے اسماعیلؑ کو کہ دو برس کے تھے اپنے آگے بٹھا لیا اور ہاجرہ کو پیچھے۔ ساتھ میں جبریلؑ تھے جو بیت اللہ کا راستہ بتاتے چل رہے تھے اسی کیفیت سے مکّے پہنچے تو وہاں اسماعیلؑ اور اُن کی ماں کو بیت اللہ کے ایک گوشے میں اتارا اور خود شام واپس گئے۔

عقبہ بن بشیر نے محمد بن علیؒ سے پوچھا: عربی زبان میں پہلے پہل کس نے کلام کیا تھا؟

جواب دیا: اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام نے جب کہ وہ تیرہ برس کے تھے۔

(محمد بن علی کی کنیت ابوجعفر تھی، عقبہ کہتے ہیں) میں نے پھر پوچھا: ابوجعفر! اس سے پہلے لوگوں کی زبان کیا تھی؟

کہا: عبرانی

میں نے مکرر سوال کیا: اللہ تعالےٰ اُس زمانے میں اپنے پیغمبروں اور بندوں پر کس زبان میں اپنا کلام نازل کرتا تھا؟

جواب دیا: عبرانی میں۔

محمد بن عمر الاسلمی کئی اہلِ علم سے روایت کرتے ہیں: اسماعیلؑ جب پیدا ہوئے اُسی زمانے میں عربی زبان اُن کو الہام ہوئی، بخلاف اُن کے تمام دوسرے فرزندان ابراہیمؑ کی وہی زبان تھی جو اُن کے باپ کی تھی (یعنی عبرانی یا سریانی)۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: اسماعیلؑ نے عربی میں کلام نہیں کیا تھا اور اپنے باپ کی مخالفت جائز نہیں رکھی تھی، عربی میں تو اُن کی اولاد میں سے پہلے پہل اُن لوگوں نے کلام کیا ہے جو (ماں کی جانب سے) رعلہ بنت یشجب بن یعرب بن لوذان بن جُرہم بن عامر بن سبا بن یقطن بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ کی اولاد تھے

یحییٰ بن عبداللہ کہتے ہیں: یہ روایت مجھ تک پہنچی ہے کہ اسماعیل پیغمبر علیٰ نبیّنا وعلیہ السلام نے اپنا ختنہ اُس وقت کیا جب وہ تیرہ برس کے تھے۔

علی بن رباح لخمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام عرب اسماعیل بن ابراہیم کی اولاد ہیں، علیہما السلام۔

محمد بن اسحاق بن یسار اور محمد بن السائب الکلبی دونوں صاحبوں کا بیان ہے: اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے بارہ لڑکے ہوئے:

(۱) نبایوذ کہ نبت اور نابت بھی انہیں کو کہتے ہیں اور خلف اکبر بھی وہی تھے۔

(۲) قیذر

(۳) اذبل

(۴) منسی کہ انہیں کا نام مَشی بھی ہے۔

(۵) مسمع کہ مشماعہ بھی انہیں کو کہتے ہیں۔

(۶) دما کہ دوما سے بھی وہی موسوم ہیں اور انہیں کے نام سے دومۃ الجندل منسوب ہے۔

(۷) ماشی

(۸) اَذر

(۹) طیما

(۱۰) یطور

(۱۱) نبش

(۱۲) قیذما

ان سب کی ماں رعلہ تھیں جو بروایت محمد بن اسحاق ابن یسار مضاض بن عمرو جرہمی کی، اور بروایت محمد بن السائب الکلبی، یشجب بن یعرب کی بیٹی تھیں، یشجب کا سلسلۂ نسب محمد بن السائب کی پہلی روایت میں آچکا ہے محمد بن السائب یہ بھی کہتے ہیں کہ رعلہ جرہمیہ سے پہلے اسماعیلؑ نے عمالقہ میں بھی ایک عورت سے نکاح کیا تھا جس کے باپ کا نام صیدی تھا یہ وہی عورت ہے کہ ابراہیمؑ جب اس کے پاس آئے تھے تو وہ سخت کلامی سے پیش آئی تھی، اسماعیلؑ نے اس کو چھوڑ دیا، اور اس سے کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔

زید بن اسلم کہتے ہیں: اسماعیل جب تیس (۳۰) برس کے ہوئے تو ان کی ماں ہاجر نوّے (۹۰) برس کی عمر میں انتقال کر گئیں، اسماعیلؑ نے انہیں مقام حجر[۱] میں دفن کیا۔

۱؎ حجر وہ زمین جس پر حطیم کعبہ کا پردہ حاوی ہے۔

ابو جہم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ پر وحی نازل کی کہ بیت اللہ (خانۂ کعبہ) کی تعمیر کریں، ابراہیمؑ اس وقت سو (۱۰۰) برس کے تھے اور اسمٰعیلؑ تیس (۳۰) برس کے۔ دونوں پیغمبروں نے مل کے یہ عمارت بنائی، ابراہیمؑ کے بعد اسمٰعیلؑ نے انتقال کیا تو اپنی ماں کے ساتھ کعبے کے متصل حجر کے اندر دفن ہوئے، ان کی وفات پر نابت بن اسمٰعیلؑ خانۂ کعبہ کے متولی ہوئے۔ قوم جرہم کے لوگ جوان کے ماموں تھے وہ بھی اس تولیت میں شریک تھے۔

اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ کہتے ہیں: بجز تین پیغمبروں کے اور کسی پیغمبر کی قبر معلوم نہیں۔

(۱) اسمٰعیلؑ کی قبر جو میزاب کے تلے رکن اور خانۂ کعبہ کے درمیان ہے۔

(۲) ہُودؑ کی قبر جو ریت کے ایک بہت بڑے ترچھی وضع کے ایک ٹیلے کے اندر یمن کے ایک پہاڑ کے نیچے واقع ہے، اس قبر پر تندی کا درخت بھی ہے اور یہ بہت ہی گرم مقام ہے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر، کہ درحقیقت تینوں قبریں انھیں پیغمبروں کی قبریں ہیں (صلوات اللہ علیہم اجمعین)

ما بین آدم و محمد علیہما السّلام

حضرت آدم علیہ السّلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کتنی صدیاں گزریں

عکرمہ کہتے ہیں: آدمؑ و نوحؑ کے درمیان دس قرن کا زمانہ حائل ہے، یہ تمام نسلیں دین اسلام پر قائم تھیں۔

محمد بن عمر و بن واقد الاسلمی کئی اہل علم سے روایت کرتے ہیں جن سب کا قول یہ ہے: آدمؑ و نوحؑ کے درمیان دس قرن گزرے، ہر قرن ایک سو (۱۰۰) برس، نوحؑ و ابراہیمؑ کے درمیان دس قرن، قرن سو برس، ابراہیمؑ و موسیٰؑ بن عمرانؑ کے درمیان دس قرن، ہر قرن سو برس۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: موسیٰؑ بن عمران و عیسیٰؑ بن مریمؑ کے درمیان ایک ہزار نو سو (۱۹۰۰) برس گزرے، یہ درمیانی زمانہ عہدِ فترت[1] نہ تھا، ان دونوں پیغمبروں کے درمیانی عہد میں بنی اسرائیل میں ایک ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے اور دوسری قوموں میں جو پیغمبر بھیجے گئے وہ ان کے علاوہ ہیں۔ عیسیٰؑ کی ولادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان پانسو انہتر (۵۶۹) برس کا فصل ہے جس کے ابتدائی زمانے میں تین پیغمبر مبعوث ہوئے، کلام اللہ میں اسی کے متعلق ہے:

اذ ارسلنا الیھم اثنین فکذبوھما فعززنا بثالث (وہ واقعہ یاد کرو جب ہم نے ان کے پاس دو شخص بھیجے تو انھوں نے ان کی تکذیب کی آخر ہم نے تیسرے سے انھیں غلبہ دیا) وہ تیسرے پیغمبر شمعونؑ تھے جن کی بدولت غلبہ حاصل ہوا، یہ حواریوں[2] میں سے تھے۔

عہدِ فترت جس میں اللہ تعالیٰ نے کوئی رسول نہ بھیجا، چارسو چونتیس برس (۴۳۴) رہا۔

عیسیٰؑ بن مریمؑ کے بارہ حواری تھے، ان کی پیروی تو بہتوں نے کی گر سب میں حواری بارہ ہی تھے، حواریوں میں دھوبی اور شکاری (صیاد) بھی تھے، یہ سب لوگ پیشہ ور دستکار تھے کہ اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے، یہی حواری اصفیاء (برگزیدہ) نکلے۔

عیسیٰؑ علی نبینا وعلیہ السلام جب اٹھائے گئے ہیں تو بتیس (۳۲) برس چھ (۶) مہینے کے تھے، ان کی نبوت تیس (۳۰) مہینے رہی، اللہ تعالیٰ نے انھیں مع جسم کے اٹھا لیا، وہ اس وقت زندہ ہیں، عن قریب دنیا میں واپس آئیں گے، دنیا کے بادشاہ ہو جائیں گے، پھر اسی طرح وفات پائیں گے جس طرح سب لوگوں کی وفات ہوا کرتی ہے۔

عیسیٰؑ کی بستی کا نام ناصرہ تھا، ان کے اصحاب کو ناصری کہتے تھے، اور خود عیسیٰؑ ناصری کہے جاتے تھے، نصاریٰ کا نام اسی لئے نصاریٰ پڑا۔

---

[1] عہدِ فترت: وہ زمانہ جس میں کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔

[2] حواری: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انصار رضی اللہ عنہم۔

انبیا علیہم السلام کے نام و نسب

ابوذرؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ پہلے نبی کون تھے؟
فرمایا: آدم
میں نے گزارش کی: کیا وہ نبی تھے؟
فرمایا: ہاں، وہ ایسے نبی تھے کہ اللہ تعالےٰ اُن سے کلام کرتا تھا۔
عرض کی: اچھا، تو رسول کتنے ہیں؟
فرمایا: تین سو پندرہ (۳۱۵) کی ایک بڑی تعداد۔
جعفر بن ربیعہ اور زیاد (مصعبؒ کے آزاد غلام) کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آدمؑ کے متعلق سوال کیا گیا کہ آیا وہ نبی تھے؟ فرمایا: کیوں نہیں، وہ نبی تھے، اللہ تعالےٰ اُن سے کلام کرتا تھا۔ ۲۷
محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں: پہلے پہل جو نبی (پیغمبر) مبعوث ہوئے وہ ادریسؑ تھے، خنوخ بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدمؑ وہی ہیں۔
(۲) نوحؑ بن لمک بن متوشلخ بن خنوخؑ، کہ ادریسؑ وہی تھے،
(۳) ابراہیمؑ بن تارح بن ناحور بن ساروغ بن ارغو ابن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد ابن سام بن نوحؑ۔
(۴) اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ فرزندان ابراہیم علیہم السلام۔
(۶) یعقوبؑ بن اسحاق بن ابراہیمؑ۔
(۷) یوسفؑ بن یعقوبؑ بن اسحاقؑ۔
(۸) لوطؑ بن ہاران بن تارح بن ناحور بن ساروغ، کہ خلیل الرحمٰن

ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے۔

(۹) ہودؑ بن عبداللہ بن الخلود بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوحؑ۔

(۱۰) صالحؑ بن آسف بن کماشج بن اروم بن ثمود بن جاثر بن ارم بن سام بن نوحؑ۔

(۱۱) شعیبؑ بن یوبب بن عیفا بن مدین بن ابراہیمؑ خلیل الرحمٰن۔

(۱۲) موسیٰؑ (۱۳) و ہارونؑ، فرزندان عمران بن قاہث بن لاوی ابن یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ۔

(۱۴) الیاسؑ بن تشبین بن العازر بن ہارونؑ بن عمران بن قاہث بن لاوی بن یعقوبؑ۔

(۱۵) الیسعؑ بن عدی بن نشوتلخ بن افرایم بن یوسفؑ بن یعقوبؑ ابن اسحاقؑ

(۱۶) یونسؑ بن متیٰ کہ فرزندان یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ کے سلسلۂ نسب میں تھے۔

(۱۷) ایوبؑ بن زارح بن اموص بن لیفزن بن العیص بن اسحاقؑ ابن ابراہیمؑ۔

(۱۸) داؤدؑ بن ایشا بن عوید بن باعر بن سلمون بن نحشون بن عمیناذب بن ارم بن حضرون بن فارص بن یہوذا بن یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ۔

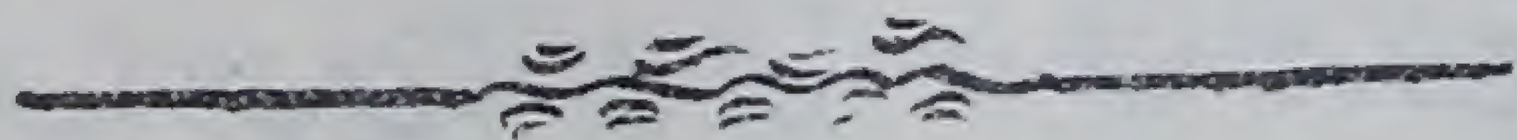
(۱۹) سلیمانؑ بن داؤدؑ۔

(۲۰) ذکریاؑ بن بشوی کہ یہوذا بن یعقوبؑ کی نسل میں تھے۔

(۲۱) یحییٰؑ بن ذکریاؑ۔

(۲۲) عیسیٰؑ بن مریمؑ بنت عمران بن ماثان کہ یہوذا بن یعقوبؑ کی اولاد میں تھے۔

(۲۳) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب ابن ہاشم۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب

اسمائے آبائے حضرت نبویؐ تا آدم علیہ السلام

ہشام بن محمد بن السائب بن بشر الکلبی کہتے ہیں: میں ہنوز لڑکا ہی تھا کہ میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب کی مجھے یوں تعلیم دی: محمد الطیب المبارک (صلی اللہ علیہ وسلم) ابن عبد اللہ بن عبد المطلب جن کا نام شیبۃ الحمد تھا، ابن ہاشم، جن کا نام عمرو تھا، ابن عبد مناف جن کا نام مغیرہ تھا، ابن قصی، جن کا نام زید تھا، بن کلاب بن مرہ بن کعب ابن غالب بن فہر جامعۂ قرشیت فہر ہی تک پہنچتا ہے، جو فہر سے مافوق گزرے ہیں انھیں قرشی (یا قریشی) نہیں کہتے کنانی کہتے ہیں، فہر کے والد مالک بن النضر تھے، نضر کا نام قیس تھا، ابن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ، جن کا نام عمرو تھا، ابن الیاس بن مضر ابن نزار بن معد بن عدنان۔ ۴۸

کریمہ بنت مقداد بن الاسود البہرانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معدؔ کے والد عدنان تھے، ابن اُدَد بن زید ابن اعراق الثریٰ۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نسب کا تذکرہ فرماتے تو اپنے سلسلۂ نسب کو معد بن عدنان بن اُدد سے آگے نہ بڑھاتے بلکہ یہاں تک پہنچ کے رک جاتے اور ارشاد فرماتے: سلسلۂ نسب ملانے والے جھوٹے ہیں، اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے "وقرونا بین ذالک کثیرا" (اس بیچ میں بہت سی نسلیں گزریں)۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس کو یعنی عدنان بن اُدد

سے آگے کے سلسلۂ نسب کو) جاننا چاہتے تو جان لیے ہوتے۔

عمرو بن میمون سے روایت ہے کہ عبداللہ آیت «عاداً وثمود» پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ جو لوگ ان کے (یعنی عاد و ثمود کے) بعد گزرے انھیں بجز خدا کے اور کوئی نہیں جانتا، سلسلۂ نسب ملانے والے (نسّاب) جھوٹے ہیں۔

ہشام بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ معدّ و اسماعیل علی نبیّنا و علیہ السلام کے درمیان تیس (۳۰) سے کچھ اوپر پشتیں گزری ہیں، وہ (یعنی محمد بن السائب) ان پشتوں کے نام نہیں لیتے تھے اور نہ اُن کے سلسلے ملاتے تھے، عجب نہیں یہ اس لئے چھوڑ دیا ہو کہ ابو صالح کی حدیث بروایت ابن عباسؓ اُن کے گوش گزار ہوئی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلسلۂ نسب بیان کرنے میں معدّ بن عدنان تک پہنچتے تھے تو رک جاتے تھے۔

ہشام کہتے ہیں: ایک شخص نے میرے والد سے مجھے یہ روایت سنائی۔ مگر خود میں نے اُن سے یہ روایت نہیں سنی تھی۔ وہ روایت یہ ہے کہ میرے والد معدّ بن عدنان کا سلسلۂ نسب یوں بیان کرتے تھے:

معدّ بن عدنان بن اُدد بن المُقَوَّم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسماعیل علیہما السلام ... معدّ بن عدنان بن اُدو بن الہمیسع بن سلامان بن عوص بن بوز بن قموال ابن اُبَی بن العوام بن ناشد بن حزا بن بلداس بن تدلاف بن طابخ بن جاحم ابن ناحش بن ماخی بن عیفی بن عبقر بن عبید بن الدعا بن حمدان بن سنبر بن یثربی ابن یحزن بن یلحن بن ارعوی بن عیفی بن دیشان بن عیصر بن اقناد بن ایہام ابن مقصی بن ناحث بن زارح بن سمی بن مزی بن عوام بن قیذر بن اسماعیل ابن ابراہیم علیہما السلام۔

ہشام بن محمد کہتے ہیں: تدمر کے ایک شخص نے جس کی کنیت ابو یعقوب تھی اور جو بنی اسرائیل کے مسلمین میں سے تھا، اسرائیلیوں (یہودیوں) کی کتابیں بھی پڑھی تھیں، اُن کے علوم سے بھی باخبر تھا، اُس نے بیان کیا کہ یہ نام عبرانی زبان سے ترجمہ ہوئے ہیں۔ بورخ ابن ناریا نے کہ ارمیا کے کاتب تھے، معدّ بن عدنان کا سلسلۂ نسب اپنے ہاں ثبت کیا ہے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اخبار اہل کتاب

(علمائے یہود میں یہ مشہور ہے اور اُن کی کتابوں میں مذکور ہے، جو نام انھوں نے لکھے ہیں انھیں ناموں کے قریب قریب ہیں، جو باہمی اختلاف ہے وہ زبان کی حیثیت سے ہے، کیوں کہ۔

ہشام بن محمد کہتے ہیں: میں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ معدؑ عیسیٰ ابن مریمؑ کے عہد میں تھے ان کا سلسلۂ نسب یوں ہے:

معدؑ بن عدنان بن اُدَد بن زید بن یَقدُر بن یقدم بن امین بن منحو بن صابوح ابن الہمیسع بن یشجب بن یعرب بن العوّام بن نبت بن سلمان ابن حمل بن قیذر بن اسماعیلؑ بن ابراہیمؑ۔

ہشام کہتے ہیں کہ بعض علمائے سلسلۂ انسابؑ میں عوّام کو ہمیسع پر مقدم رکھا ہے (یعنی پہلے ہمیسع کا زمانہ گزرا ہے پھر عوّام ہوئے ہیں) ان راویوں نے عوام کو ہمیسع کی اولاد میں قرار دیا ہے۔

ہارون بن ابو عیسیٰ شامی کہتے ہیں: محمد بن اسحاق اپنی بعض روایتوں میں معدّ بن عدنان کا سلسلۂ نسب دوسرے طریق پر بیان کرتے تھے، وہ یوں کہتے تھے:

معدّ بن عدنان بن مُقوّم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجُب بن نابت ابن اسماعیلؑ۔

انھیں کی ایک دوسری روایت یہ بھی ہے:

معدّ بن عدنان بن اُدَد بن ایتحب بن ایوبؑ بن قیذر بن اسماعیلؑ ابن ابراہیمؑ۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: قصیّ بن کلاب نے بعض اشعار میں اپنے آپ کو قیذر کے سلسلۂ نسب میں ظاہر کیا ہے۔

محمد بن سعد (مصنف کتاب): مجھے ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے اپنے والد کی روایت سے قصیّ کا وہ شعر یوں پڑھ کے سُنایا تھا:

فلستُ لحاضنٍ ان لم تأثّل ❊ بها اولادُ قیذرَ والنبیتِ

(یعنی قیذر و نبیت کی اولاد نے ازروئے شرف قدیم و سلسلۂ کہن اگر تربیت و دایگی سے نسبت نہیں رکھی ہے تو پھر میں بھی اس سے بری ہوں)۔

ابو عبداللہ محمد بن سعد: معدؔ کے قیذر بن اسماعیلؑ کی اولاد میں ہونے کی نسبت مجھے علمائے انساب میں کوئی اختلاف نظر نہ آیا، یہ جو نسبتی اختلاف ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راویوں کو اُن کا سلسلۂ نسب یاد نہ تھا بلکہ یہ اہل کتاب سے ماخوذ ہے کہ انھیں سے عربی میں یہ نام نقل ہوئے اور اسی بنا پر اختلاف بھی پیدا ہوا، یہ طریقہ اگر درست و صحیح ہوتا اور اس سلسلے میں کوئی غلطی نہ ہوتی تو سب سے بڑھ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہونا چاہئے تھا، ہمارے نزدیک تو امر حق یہ ہے کہ معدؔ بن عدنان تک ہم اس سلسلے کا تسلسل متیقن مانتے ہیں، پھر اس کے اوپر عدنان سے لے کے اسماعیلؑ بن ابراہیمؑ تک خاموش رہتے ہیں۔

عروۃ بن الزبیرؓ کہتے ہیں ہم نے کسی کو ایسا نہ پایا جو معد بن عدنان سے اوپر کے سلسلۃ النسب سے آگاہ ہوتا۔

۳۰ ابو الاسود کہتے ہیں: میں نے ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ معد بن عدنان سے اُوپر کے سلسلۂ نسب کے متعلق ہم کو نہ تو کسی عالم کے علم میں کوئی ثابت و متحقق بات ملی اور نہ کسی شاعر کے شعر میں۔

عبداللہ بن خالد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مضر کو بُرا نہ کہو (گالیاں نہ دو)، وہ تو اسلام لاچکے تھے (مسلمان ہوگئے تھے)۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: بخت نصر (بنوکدنصر) نے جب یمن کے قلعوں پر حملہ کیا ہے تو معد بھی اس مہم میں بخت نصر ہی کے ساتھ تھے۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: معد بن عدنان کی اولاد حسب ذیل ہے:۔

(۱) نزار کہ نبوت و ثروت و خلافت انھیں کی اولاد میں ہے۔
(۲) قُنُص
(۳) قُناصہ
(۴) اسنام
(۵) الْعُرف
(۶) عوف
(۷) شک
(۸) حَیدان
(۹) حَیدۃ
(۱۰) عبید الرماح
(۱۱) جُنید

(۱۲) جُناوہ
(۱۳) القحمُ
(۱۴) ایاد

ان سب کی ماں مُعانہ تھیں، بنت جوشم بن جُلہمۃ بن عمرو بن دَوّۃ بن جرہم اور قضاعہ ان کی ماں کے بھائی (ماموں) تھے مگر بعض بنی قضاعہ اور بعض علمائے انساب کہتے ہیں کہ قضاعہ معد کے بیٹے تھے اور معد کی کنیت انھیں کے نام پر تھی (یعنی ابو عمرو) واللہ اعلم قضاعہ کا نام عمرو تھا، وہ قضاعہ اس لئے کہے گئے کہ اپنی قوم سے منقضع و منقطع ہو کے دوسرے لوگوں سے جا ملے، انقطاع کی جگہ انقضاع کہنا یہ ان لوگوں کی زبان ہے۔

نزار کے علاوہ معد بن عدنان کی اور جس قدر اولاد تھی سب کی سب دوسرے دوسرے قبائل میں پھیل گئی جن میں بعض معدّ ہی سے منسوب رہے، نزار بن معد کے صلب سے مُضر و ایاد پیدا ہوئے جن کی ماں سَودۃ بنت عَکّ تھیں، نزار کی کنیت ایاد ہی کے نام پر تھی (یعنی ابو ایاد) تیسرے فرزند ربیعہ تھے کہ ربیعۃ الفرس وہی ہیں اور انھیں کو القشعم کہتے ہیں، چوتھے انمار تھے، ربیعہ و انمار کی ماں حدالہ بنت وعلان بن جوشم بن جُلہمہ بن عمرو بن جرہم تھیں، مُضر کو مُضَرُ الحَمراء ایاد کو ایادُ الشّمطاء و ایادُ البلقاء، ربیعہ کو رَبیعۃُ الفرس اور انمار کو انمار الحمار کہتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بجیلہ و خثعم کے والد انمار تھے، واللہ اعلم۔

ہشام بن محمد اپنے والد محمد بن السائب وغیرہ سے روایت کرتے ہیں: ابراہیمؑ کا باپ آذر تھا، قرآن میں تو اسی طرح ہے مگر توراۃ میں ابراہیم کو تارح کا بیٹا کہا ہے اور بعض یوں کہتے ہیں۔

آذر بن تارح بن ناحور بن ساروغ، کہ انھیں شروغ بھی کہتے ہیں، ابن ارغوا، کہ انھیں ارعوا بھی کہتے ہیں، ابن فالغ کہ انھیں فالخ بھی کہتے ہیں، ابن عابر بن شالح کہ ان کو شلخ بھی کہتے ہیں، ابن ارفخشذ بن سام بن حضرت نوح پیغمبر علیہ السلام، ابن لمک بن متو شلخ، کہ انھیں موسلخ بھی کہتے ہیں، ابن خنوخ کہ وہی ادریس پیغمبر تھے علیہ السلام، ابن برذ، کہ الیارذ بھی وہی ہیں اور انھیں کو الیاذر بھی کہتے ہیں، ابن مہلائیل بن قینان بن انوس بن شیثؑ کہ انھیں کو شث بھی کہتے ہیں اور وہی ہبۃ اللہ بھی ہیں، ابن آدمؑ صلی اللہ علی نبینا و علیہ وسلم تسلیماً کثیراً۔

اُمّہات جناب نبویؐ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ مادری

۳۱ محمد بن السّائب کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ تھیں، بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مُرہ۔

آمنہ کی والدہ برّہ تھیں، بنت عبد العزّی بن عثمان بن عبد الدار بن قصی بن کلاب۔

برّہ کی والدہ اُمّ حبیب تھیں، بنت اسد بن عبد العزّی بن قصّی بن کلاب۔

اُمّ حبیب کی والدہ برّہ تھیں، بنت عوف بن عَبید بن عویج بن عدی ابن کعب بن لوئی۔

برّہ کی والدہ قِلابہ تھیں، بنت حارث بن مالک بن حباشہ بن غَنم بن لحیان بن عادیہ بن صعصعہ بن کعب بن ہند بن طابخہ بن لحیان بن ہُذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔

قِلابہ کی والدہ اُمیمہ تھیں، بنت مالک بن غنم بن لحیان بن عادیہ بن صعصعہ۔

اُمیمہ کی والدہ دُبّ تھیں، بنت ثعلبہ بن الحارث بن تمیم بن سعد ابن ہذیل بن مُدرکہ۔

دُبّ کی والدہ عاتکہ تھیں، بنت غاضرہ بن خُطیط بن حشم بن ثقیف، کہ انھیں کا نام قسّی بھی تھا، ابن مُنبہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خَصَفہ بن قیس بن عیلان، کہ اُن کا نام الیاس تھا، ابن مضر۔

عاتکہ کی والدہ لیلیٰ تھیں، بنت عوف بن قسّی، کہ انھیں کو ثقیف بھی کہتے ہیں۔

وہب بن عبد مناف بن زہرۃ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے' ان کی والدہ قَیلہ تھیں' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہند بنت ابی قیلہ ان کی والدہ تھیں' ابو قیلہ کا نام وجز تھا' ابن غالب بن الحارث بن عمرو بن ملکان ابن افصٰی بن حارثہ' کہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے۔

قیلہ یا ہند بنت ابی قیلہ کی والدہ سلمٰی تھیں' بنت لوی بن غالب بن فہر ابن مالک بن النضر بن کنانہ۔

سلمٰی کی والدہ ماویہ تھیں' بنت کعب بن القین' جو قبیلۂ قضاعہ کے تھے۔

وجز (ابو قیلہ) ابن غالب کی والدہ سلافہ تھیں' بنت وہب بن البکیر ابن مجدعہ بن عمرو' کہ ازروئے خاندان بنی عمرو بن عوف اور ازروئے قبیلہ اوس کے سلسلے میں تھے۔

سلافہ کی والدہ قیس کی بیٹی تھیں اور قیس ربیعہ کے بیٹے اور بنی مازن میں تھے' یعنی مازن بن لوی بن ملکان بن افصٰی' جو اسلم بن افصٰی کے بھائی تھے۔

ان کی والدہ نجعہ تھیں' بنت عبید بن الحارث' کہ حارث بن الخزرج کے خاندان میں تھے۔

عبد مناف بن زہرہ کی والدہ جمل تھیں' بنت مالک بن فصیۃ بن سعد ابن ملیح بن عمرو' کہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے۔

زہرۃ بن کلاب کی والدہ ام قصی تھیں جن کا نام فاطمہ تھا' بنت سعد بن سیل' کہ انھیں کا نام خیر بھی ہے' ابن جمالہ بن عوف بن عامر الجادر' کہ قبیلہ ازد کے تھے۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ مادری میں پانسو (۵۰۰) ماؤں کے نام لکھے مگر ان میں کسی ایک کے متعلق میں نے زنا (یا ناجائز تعلق) اور کوئی ایسی بات نہ پائی جس کا علاقہ رسوم جاہلیت سے تھا۔

جعفر رح بن محمد اپنے والد محمد بن علی بن الحسین رض (ابن علی رض بن ابی طالب)

سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واقعہ یہ ہے کہ میں فقط نکاح سے نکلا ہوں، سفاح سے نہیں نکلا ہوں (سفاح: زنا تعلق ناجائز) آدمؑ سے لے کے اب تک (یہی عفاف و طہارت نسل میں چلی آئی) اہل جاہلیت کے سفاح کا مجھ پر کچھ بھی شائبہ نہ پڑا، میں نکلا ہوں تو صرف طہارت سے نکلا ہوں۔

۳۲ عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آدمؑ سے لے کے اب تک نکاح سے نکلا ہوں، سفاح سے نہیں نکلا ہوں۔

(اُم المومنین) عائشہؓ (صدیقہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نکاح سے نکلا ہوں، سفاح سے نہیں نکلا ہوں (یعنی خود آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام ہی نہیں بلکہ تمام آبائی حضرت رسالت تا بہ آدم علیہ السلام کی تولید ایسے نکاح شرعی سے ہوئی جس پر ناجائز تعلقات کا کہ عہد جاہلیت میں بہ اصناف متنوعہ معمول و مروج تھے، مطلق پرتو تک نہیں پڑا)۔

فواطم و عواتک

سلسلۂ مادری جناب نبوی کی وہ بیبیاں جن کے نام فاطمہ اور عاتکہ تھے

عاتکہ کلام عرب میں ایسی بی بی کو کہتے ہیں جو پاک دل ہر ہو (از روئے لغت عاتک و عاتکہ، شریف و کریم و خالص اللون و صافی مزاج کو کہتے ہیں،

خصوصاً وہ بیبیاں جو اس قدر خوشبو میں لسی ہوں کہ اس کی کثرت سے جسم سرخ ہو رہا ہو، فاطمہ وہ لڑکی جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو، یا اپنی ماں سے جدا کر دی گئی ہو عرب میں ان خواتین کی شرافت ضرب المثل تھی، اور اسی بنا پر غزوۂ حنین میں آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا: میں فواطم و عواتک کی اولاد ہوں)۔

محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں: عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار ابن قصی کی ماں، جن کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، ہُضَیبہ تھیں، بنت عمرو بن عتوارہ بن عائش بن ظرب بن الحارث بن فہر۔

ہضیبہ کی ماں لیلیٰ تھیں، بنت ہلال بن وہیب بن ضبۃ بن الحارث ابن فہر۔

لیلیٰ کی ماں سلمیٰ تھیں، بنت محارب بن فہر۔

سلمیٰ کی ماں (۱) عاتکہ تھیں، بنت مخلد بن النضر بن کنانہ۔

عمرو بن عتوارۃ بن عائش بن ظرب بن الحارث بن فہر کی ماں (۲) عاتکہ تھیں، بنت عمرو بن سعد بن عوف بن قسی۔

عاتکہ کی ماں (الف) فاطمہ تھیں، بنت ہلال بن عمرو بن ثمالہ، کہ قبیلۂ ازد کے تھے۔

اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کی ماں، جن کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، حظیا تھیں، ان کا نام ریطہ تھا، بنت کعب بن سعد بن تیم بن مرّہ۔

کعب بن سعد بن تیم کی ماں نُعم تھیں، بنت ثعلبۃ بن وائلہ بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر۔

نعم کی ماں ناہیہ تھیں، بنت الحارث بن منقذ بن عمرو بن معیص بن عامر بن لوئی۔

ناہیہ کی ماں سلمیٰ تھیں، بنت ربیعۃ بن وہیب بن ضباب بن حجیر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوئی۔

سلمیٰ کی ماں خدیجہ تھیں، بنت سعد بن سہم

خدیجہ کی ماں (۳) عاتکہ تھیں، بنت عبیدۃ بن ذکوان بن غاضرۃ بن صعصعہ۔

ضباب بن حجیر بن عبد بن معیص کی ماں (ب) فاطمہ تھیں بنت عوف بن الحارث بن عبد مناۃ بن کنانہ۔

عبید بن عویج بن عدیؓ بن کعب کی ماں جن کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، مخشیہ تھیں، بنت عمرو بن سلول بن کعب بن عمرو، کہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے۔

مخشیہ کی ماں (۴) عاتکہ تھیں، بنت مدلج بن مرۃ بن عبد مناۃ ابن کنانہ۔

یہ تمام بیبیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے سلسلے میں ہیں۔

عبداللہ بن عبد المطلب بن ہاشم (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد) کی ماں (ج) فاطمہ تھیں، بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم سلسلۂ فواطم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ترین فاطمہ یہی ہوتی ہیں۔ ۴۳

فاطمہ کی ماں صخرہ تھیں، بنت عبد بن عمران بن مخزوم۔

صخرہ کی ماں تخمر تھیں، بنت عبد بن قصی۔

تخمر کی ماں سلمیٰ تھیں، بنت عامر بن عمیرۃ بن ودیعۃ بن الحارث ابن فہر۔

سلمیٰ کی ماں (۵) عاتکہ تھیں، بنت عبداللہ بن وائلہ بن ظرب بن عیاذۃ بن عمرو بن بکر بن یشکر بن الحارث کہ عدوان بن عمرو بن قیس وہی ہیں، اور عبداللہ بن حرب بن وائلہ بھی انھیں کو کہا جاتا ہے۔

عبداللہ بن وائلہ بن ظرب کی ماں (د) فاطمہ تھیں، بنت عامر ابن ظرب بن عیاذہ۔

عمران بن مخزوم کی ماں سعدیٰ تھیں، بنت وہب بن تیم بن غالب۔

سعدیٰ کی ماں (۶) عاتکہ تھیں، بنت ہلال بن وہیب بن ضبۃ۔

ہاشم بن عبد مناف بن قصیؓ کی ماں (۷) عاتکہ تھیں، بنت مرۃ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بہثہ بن سلیم بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان، سلسلۂ عواتک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے قریب ترین عاتکہ ہی ہوتی ہیں۔
ہلال بن فالج بن ذکوان کی ماں (ھ) فاطمہ تھیں بنت عبید بن رواس بن کلاب بن ربیعہ۔
کلاب بن ربیعہ کی ماں مجد تھیں بنت تیم الادرم بن غالب۔
مجد کی ماں (۷) فاطمہ تھیں بنت معاویہ بن بکر بن ہوازن۔
مرۃ بن ہلال بن فالج کی ماں (۸) عاتکہ تھیں بنت عدی بن سہم کہ اسلم کے سلسلے میں تھے جو خزاعہ کے بھائی ہوتے ہیں۔
وہیب بن ضبۃ بن الحارث بن فہر کی ماں (۹) عاتکہ تھیں بنت غالب بن فہر
عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم کی ماں (ز) فاطمہ تھیں بنت ربیعہ ابن عبدالعزیٰ بن رزام بن جحوش بن معاویہ بن بکر بن ہوازن۔
معاویہ بن بکر بن ہوازن کی ماں (۱۰) عاتکہ تھیں بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ
قصی بن کلاب کی ماں (ح) فاطمہ تھیں بنت سعد بن سیل کہ لجن جدرہ کے تھے جو قبیلہ ازد سے ہے۔
عبد مناف بن قصی کی ماں حبی تھیں بنت حلیل بن حبشیۃ الخزاعی۔
حبی کی ماں (ط) فاطمہ تھیں بنت نصر بن عوف بن عمرو بن الحی کہ قبیلہ خزاعہ کے تھے
کعب بن لوی کی ماں ماویہ تھیں بنت کعب بن القین کہ وہی نعمان تھے ابن جسر بن شیع اللہ بن اسد بن وبرۃ بن تغلب بن حلوان بن عمران ابن الحاف ابن قضاعہ۔
ماویہ کی ماں (۱۱) عاتکہ تھیں بنت کاہل بن عذرۃ۔
لوی بن غالب کی ماں (۱۲) عاتکہ تھیں بنت یخلد بن النضر بن کنانہ۔
غالب بن فہر بن مالک کی ماں لیلی تھیں بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ ابن الیاس بن مضر۔
لیلی کی ماں سلمی تھیں بنت طابخۃ بن الیاس بن مضر۔
سلمی کی ماں (۱۳) عاتکہ تھیں بنت الاسد بن الغوث۔

ہشام بن محمد بن السائب نے اپنے والد کے علاوہ دوسرے راوی کی اس روایت سے ہمیں خبر دی کہ عائکہ بنت عامر بن الظرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ مادری میں تھیں جس کا تسلسل یوں ہے :-

برہ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب کی ماں امیمہ تھیں بنت مالک بن غنم بن سوید بن حبشی بن عادیۃ بن صعصعۃ بن کعب بن طابخۃ ابن لحیان۔ امیمہ کی ماں قلابہ تھیں بنت الحارث بن صعصعۃ ابن کعب بن طابخۃ بن لحیان۔ قلابہ کی ماں دب تھیں بنت الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل۔ دب کی ماں لبنی تھیں بنت الحارث بن نمیر بن اسید بن عمرو بن تمیم۔ لبنی کی ماں فاطمہ تھیں بنت عبداللہ بن حرب بن وائلہ۔ فاطمہ کی ماں زینب تھیں بنت مالک بن ناضرہ بن غاضرہ بن حطیط بن جشم بن ثقیف۔ زینب کی ماں عائکہ تھیں بنت عامر بن ظرب۔ عائکہ کی ماں شقیقہ تھیں بنت محن بن مالک کہ قبیلۂ باہلہ کے تھے۔ شقیقہ کی ماں سودہ تھیں بنت اسید بن عمرو بن تمیم۔ ۳۴

یہ ہیں عوائک جو تعداد میں (۱۲) تھیں اور فواطم جو دس (۱۰) تھیں۔

اُمہات آباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت کے آباو اجداد کا سلسلۂ مادری

محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں: عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم کی ماں فاطمہ تھیں بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم۔

فاطمہ کی ماں صخرہ تھیں بنت عبد بن عمران بن مخزوم

صخرہ کی ماں تخمر تھیں بنت عبد بن قصی۔

عبدالمطلب بن ہاشم کی ماں سلمی تھیں بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش

ابن عامر بن غنم بن عدی بن النجار، نجار کا نام تیم اللہ تھا، ابن ثعلبہ بن عمرو ابن الخزرج۔

سلمیٰ کی ماں عمیرہ تھیں، بنت صخر بن حبیب بن الحارث بن ثعلبہ ابن مازن بن النجار۔

عمیرہ کی ماں سلمیٰ تھیں، بنت عبدالاشہل بن حارثہ بن دینار بن النجار۔

سلمیٰ کی ماں اثیلہ تھیں، بنت زعورا بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار۔

ہاشم بن عبد مناف کی ماں عاتکہ تھیں، بنت مرۃ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بہثہ بن سلیم بن منصور۔

عاتکہ کی ماں اویہ تھیں، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صفیہ ان کا نام تھا، بنت حوزہ بن عمرو بن صعصعۃ بن معاویۃ بن بکر بن ہوازن۔

ماویہ، یا بقول بعض صفیہ کی ماں رقاش تھیں، بنت الاسحم ابن منبہ بن اسد بن عبد مناۃ بن عائذ اللہ بن سعد العشیرہ، کہ قبیلۂ مذحج کے تھے۔

رقاش کی ماں تمکنہ تھیں، بنت الرافقی بن مالک بن الحماس بن ربیعۃ ابن کعب بن الحارث بن کعب۔

عبد مناف بن قصی کی ماں حبی تھیں، بنت حلیل بن حبشیۃ بن سلول ابن کعب بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر، کہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے۔

حبی کی ماں ہند تھیں، بنت عامر بن النضر بن عمرو بن عامر، کہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے۔

۱۳۵ ہند کی ماں لیلیٰ تھیں، بنت مازن بن کعب بن عمرو بن عامر، کہ قبیلہ خزاعہ کے تھے۔

قصی بن کلاب کی ماں فاطمہ تھیں، بنت سعد بن سیل کہ انھیں کو خیر کہتے ہیں، ابن حمالۃ بن عوف ابن عامر الجادر[1]، جو قبیلۂ ازد کے تھے، خانہ کعبہ کی جدار یعنی دیوار پہلے پہل انھیں نے تعمیر کی اسی لیے ان کا لقب جادر پڑ گیا۔

---

[1] جدار۔ دیوار، الجادر، جو دیوار بنائے۔

فاطمہ کی ماں ظریفہ تھیں، بنت قیس بن ذی الرأسین، جن کا نام اُمیتہ تھا، ابن جشم بن کنانہ بن عمرو بن القین بن فہم بن عمرو بن قیس بن عیلان۔

ظریفہ کی ماں صخرہ تھیں، بنت عامر بن کعب بن أفرک بن بدیل بن قیس بن عبقر بن انمار۔

کلاب بن مرّہ کی ماں ہند تھیں، بنت سریر بن تعلبہ بن الحارث ابن مالک بن کنانہ بن خزیمہ۔

ہند کی ماں اُمامہ تھیں، بنت عبد مناۃ بن کنانہ۔

اُمامہ کی ماں ہند تھیں، بنت دودان بن اسد بن خزیمہ۔

مرّہ بن کعب کی ماں مخشیہ تھیں، بنت شیبان بن محارب بن فہر ابن مالک بن النضر بن کنانہ۔

مخشیہ کی ماں وحشیہ تھیں، بنت وائل بن قاسط بن ہنب بن اقصی ابن دعمی بن جدیلہ۔

وحشیہ کی ماں ماویہ تھیں، بنت ضبیعہ بن ربیعہ بن نزار۔

کعب بن لوی کی ماں ماویہ تھیں، بنت کعب بن القین، جن کا نام نعمان تھا، ابن جسر بن شیع اللہ بن اسد بن وبرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران ابن الحاف بن قضاعہ۔

ماویہ کی ماں عائکہ تھیں، بنت کاہل بن عذرہ۔

لوی بن غالب کی ماں عائکہ تھیں، بنت یخلد بن النضر بن کنانہ، اسی قول (روایت) پر سب کا اجماع ہے، مگر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لوی بن غالب کی ماں سلمیٰ تھیں، بنت کعب بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر، کہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے۔

عائکہ کی ماں اُنیسہ تھیں، بنت شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب ابن علی بن بکر بن وائل۔

اُنیسہ کی ماں تماضر تھیں، بنت الحارث بن ثعلبہ بن دودان بن اسد بن خزیمہ۔

تماضر کی ماں رہم تھیں، بنت کاہل بن اسد بن خزیمہ۔
غالب بن فہر کی ماں لیلیٰ تھیں، بنت الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل ابن مدرکہ، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ غالب بن فہر کی ماں لیلیٰ بنت الحارث نہ تھیں، لیلیٰ بنت سعد تھیں، ابن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔
لیلیٰ کی ماں عاتکہ تھیں، بنت الاسد بن الغوث۔
عاتکہ کی ماں زینب تھیں، بنت ربیعۃ بن وائل بن قاسط بن ہنب۔
فہر بن مالک کی ماں جندلہ تھیں، بنت عامر بن الحارث بن مضاض ابن زید بن مالک، کہ قبیلہ جرہم کے تھے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فہر بن مالک کی ماں جندلہ بنت عامر نہ تھیں بلکہ جندلہ بنت الحارث تھیں، ابن جندلہ بن مضاض ابن الحارث، لیکن یہ حارث، حارث اکبر نہ تھے، بلکہ عوانہ کے بیٹے تھے، یعنی عوانہ ابن عاق بن یقطن، کہ قبیلہ جرہم کے تھے۔
جندلہ کی ماں ہند تھیں، بنت الظلیم بن مالک بن الحارث، کہ قبیلہ جرہم کے تھے۔
۳۶ مالک بن النضر کی ماں عکرشہ تھیں، بنت عدوان، کہ انھیں کو حارث کہتے ہیں، ابن عمرو بن قیس بن عیلان بن مضر۔
نضر بن کنانہ کی ماں برہ تھیں، بنت مر بن اد بن طانجہ، برہ کے بھائی تمیم بن مر تھے۔
کنانہ بن خزیمہ کی ماں عوانہ تھیں، کہ انھیں کا نام ہند بھی ہے، بنت سعد ابن قیس بن عیلان۔
عوانہ کی ماں دعد تھیں، بنت الیاس بن مضر۔
خزیمہ بن مدرکہ کی ماں سلمیٰ تھیں، بنت اسلم بن الحاف بن قضاعہ۔
مدرکہ بن الیاس کی ماں لیلیٰ تھیں، خندف انھیں کا نام ہے، بنت حلوان ابن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔
لیلیٰ کی ماں ضریّہ تھیں، بنت ربیعۃ بن نزار، کہ کے اور بناخ کے درمیان ماء ضریّہ کے نام سے جو تالاب مشہور ہے (بعہد مصنف) وہ انھیں کے نام پر

موسوم ہے
الیاس بن مضر کی ماں رُباب (الرّباب) تھیں بنت حیدۃ بن مُعدّ ابن عدنان۔
مُضر بن نزار کی ماں سودہ تھیں بنت عکّ بن الرّیث بن عدنان بن اُدد، اس خاندان کے جو افراد اپنے آپ کو قبائل یمن سے منسوب کرتے ہیں وہ اپنا سلسلۂ نسب یوں بیان کرتے ہیں: عکّ بن عدثان بن عبداللہ بن نصر بن زہران، کہ قبیلۂ اسد کے تھے۔
نزار بن مُعدّ کی ماں معانہ تھیں بنت جوشم بن جلہمہ بن عمرو بن بَرّۃ ابن جرہم
معانہ کی ماں سلمیٰ تھیں بنت الحارث بن مالک بن غنم کہ قبیلۂ لخم کے تھے۔
مُعدّ بن عدنان کی ماں مَہدَہ تھیں بنت اللّہم بن جلحب بن جدیس ابن جاثر بن ارم۔

قصی بن کلاب

محمد بن عمر الاسلمی نے بحوالۂ متعدد علمائے اہل مدینہ، اور ہشام بن محمد نے بحوالۂ محمد بن السائب الکلبی ہم کو یوں خبر دی: کلاب بن مُرّۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک نے فاطمہ کو اپنے حبالۂ ازدواج میں لیا، فاطمہ سعد کی بیٹی تھیں، ابن سَیَل سَیَل کا اصل نام خیر تھا، ابن حمالۃ بن عوف بن عامر، عامر ہی کو جادِر کہتے ہیں، کہ انھیں نے پہلے پہل جدار (دیوار) کعبہ بنائی، ابن عمرو بن جعثمۃ بن مبشّر بن صعب بن دُہمان بن نصر بن زہران ابن کعب بن الحارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن الازد۔
مارب (یمن) سے جن دونوں قبائل ازد باہر نکل کے آباد ہوئے انھیں ایام میں جعثمہ بھی نکل آئے اور بنی الدیل میں فروکش ہوئے یعنی دیل بن بکر بن عبد مناۃ

بن کنانہ، اُن سے پیمان رفاقت (محالفہ) باندھ لیا، باہم رشتہ داریاں ہوئیں، اُن لوگوں نے جعثمہ کے ہاں تزویج کی اور جعثمہ کو اپنی لڑکی بیاہ دی۔

کلاب بن مرّہ کے صلب سے فاطمہ بنت سعد کے زہرۃ بن کلاب پیدا ہوئے، پھر کچھ زمانے بعد قصیؓ کی ولادت ہوئی جن کا نام زید رکھا گیا۔ کلاب بن مرہ کی وفات پر ربیعۃ بن حرام بن ضِمۃؓ بن عبد بن کبیر بن عذرۃ ابن سعد بن زید، کہ قضاعہ کے تھے، وہاں آئے اور فاطمہ بنت سعد کو اپنی قوم بنی عذرہ کے علاقے میں لوالائے جو ملک شام کے شرفا تھے اورتابہ دیار شرغ ومادون شرغ انھیں کا علاقہ تھا، زہرہ بن کلاب تو بڑے تھے، اپنی قوم ہی میں رہ گئے، مگر قصی چھوٹے تھے اور ہنوز اُن کا دودھ چھڑایا گیا تھا، فاطمہ ان کو اپنے ساتھ لے گئیں، اسی بنا پر نام بھی قصی مشہور ہوا کہ وہ انھیں لے کے اقصائے شام کو چلی گئی تھیں۔ وہاں ربیعہ کے صلب سے بھی ایک لڑکا ہوا جس کا نام رزاح پڑا۔

٣٧

مراجعت مکّہ مشرّفہ

قصی اپنے آپ کو ربیعۃ بن حرام سے منسوب کرتے تھے (یعنی ربیعۃ کو اپنا والد کہتے تھے) قبیلۂ قضاعہ کے ایک شخص سے، جس کا نام رقیع تھا، اُن کا مناضلہ[۲] ہوا، ہشام بن الکلبی کہتے ہیں کہ یہ بنی عذرہ کا ایک فرد تھا، قصیؓ اس پر غالب آئے، منضول کو غصہ آیا، دونوں میں شر بڑھا، تاآنکہ ناگفتنی باتیں شروع ہوئیں، منازعت ہونے لگی، رقیع نے کہا: تو کچھ ہم میں سے تو ہے نہیں، پھر اپنے شہر میں کیوں نہیں جاتا، اپنی قوم سے کیوں نہیں جاملتا؟ وہاں سے لوٹ کے قصیؓ اپنی ماں کے پاس آئے اور پوچھا: میرے والد کون ہیں؟

---

[۱] قَصَو، دوری، اقصیٰ، جو کچھ دور جا پڑے۔
[۲] مناضلہ، تیر اندازی، مسابقہ۔ منضول، جو اس میں مغلوب رہے۔

جواب ملا: ربیعہ۔
قصی نے کہا: ربیعہ اگر میرے والد ہوتے تو میں نکالا نہ جاتا۔
والدہ بولیں: تو کیا یہ کہدیا؟ واللہ حسن جوار کا کبھی پاس نہ کیا حفظ حق کے مراتب کبھی مرعی نہ رکھے، میرے بیٹے! خدا کی قسم، تو اپنی ذاتی حیثیت سے، اپنے والد کی حیثیت سے، اپنے خاندان کی حیثیت سے، اس سے کہیں زیادہ شریف ہے اور تیرا گھرانا اُس سے بہت اشرف ہے، کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ القرشی تیرے باپ تھے، تیری قوم مکے میں بیت الحرام کے پاس اور اس کے اردگرد مقیم ہے۔
قصی نے کہا: یہ بات ہے، تو خدا کی قسم میں یہاں کبھی نہ ٹھیروں گا۔
ماں بولیں: اچھا تو ابھی ٹھیرو، تاآنکہ حج کا موسم آجائے، اس وقت نکل کے حجاج عرب کے ساتھ ہولینا، کیوں کہ میں ڈرتی ہوں کہ تجھے کوئی ضرر نہ پہنچائے۔
قصی ٹھہر گئے، جب وہ وقت آیا تو ماں نے قبیلۂ قضاعہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ انھیں روانہ کردیا، مکے پہنچے تو زہرہ (ابن کلاب) ان دنوں زندہ تھے، اس وقت زہرہ اور قصی دونوں کے دونوں حج کے شعار میں تھے قصی نے اُن کے پاس آکے کہا:۔
میں تیرا بھائی ہوں۔
زہرہ کی بصارت جاتی رہی تھی، بوڑھے ہوچکے تھے، جواب دیا: اچھا میرے قریب آؤ۔
قریب پہنچے تو زہرہ نے ان کے جسم پر ہاتھ پھیر کے کہا: خدا کی قسم، میں اس آواز کو جانتا ہوں، اس شباہت کو پہچانتا ہوں۔
جب حج سے فراغت ہوچکی تو بنی قضاعہ نے جو قصی کے ساتھ آئے تھے، انھیں اپنے ہمراہ لے چلنے کی تدبیر کی کہ دیارِ قضاعہ میں واپس چلیں، مگر قصی نے کہ ایک طاقتور سخت مزاج، ثابت قدم، پرجوش، اور شباب کی امنگوں سے بھرے ہوئے تھے، انکار کردیا اور مکے ہی میں رہ پڑے، تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ

حُلیل بن حُبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ کی دختر حُبّیٰ کے لئے پیام دیا۔ حلیل کہ لُحیّ الخزاعی انھیں سے مراد ہے اور وہی اُس زمانے میں مکے کی حکومت اور خانۂ کعبہ کی حجابت (پردہ برداری) کے متولی تھے، قصی کے خاندان سے واقف ہو کر اُن کی جانب مائل ہو گئے اور لڑکی بیاہ دی۔

تولیت بیت اللہ

حلیل کی وفات پر اُن کے بیٹے المحترش جانشین ہوئے کہ ابو غبشان انھیں کی کنیت تھی، ہر سال موسم حج میں اہل عرب اُن کو کچھ محصول (مرسوم)[1] دیا کرتے تھے، ایک سال اس میں کمی کر دی اور جو دیتے تھے اُس میں سے کچھ نہ دیا، محترش کو غصہ آیا تو قصی نے اُن کی دعوت کی اور خوب پلائی، اُسی حالت میں کچھ اُونٹ دے کے خانۂ کعبہ کی تولیت اُن سے خرید لی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک مشک بھر شراب دے کر یہ تولیت خریدی تھی، محترش راضی ہو گئے اور بیع کر کے مکے کے جانب مقابل جا رہے۔

خِداش بن اُمیّۃ الکعبی اور فاطمہ خزاعیہ کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض یافتہ تھیں، ان دونوں کا بیان ہے کہ قصی نے جب حلیل بن حبشیہ کی بیٹی حبّی کو اپنے عقد ازدواج میں لیا اور ان سے لڑکے پیدا ہوئے تو حلیل نے کہا:

قصی کے لڑکے میرے ہی لڑکے ہیں، میری ہی لڑکی کے لڑکے ہیں،

خانۂ کعبہ کی تولیت اور مکے کی حکومت کا کام سنبھالنے کی قصی کو وصیت کر کے کہا کہ اس کے لئے تو ہی سزاوار ہے۔

(یہ درمیانی حدیث تو ایک ضمنی روایت تھی، اب پھر وہی پہلی روایت

---

[1] اصل میں لفظ اَذْوَاء ہے جس کے معنی اونٹوں کے ہیں کہ تعداد میں تین سے دس تک، یا تین سے پندرہ تک، یا تین سے بیس تک، یا تین سے تیس تک، یا دو سے نو تک ہوں۔

شروع ہوتی ہے جو محمد بن عمر بن واقد الاسلمی اور ہشام بن محمد الکلبی سے مروی ہے یہ حضرات کہتے ہیں کہ) :

اخراج بکر و خزاعہ ۳۸

کہا جاتا ہے کہ جب حلیل بن حبشیہ انتقال کر چکے، قصی کی اولاد بڑھی، مال دولت میں فراوانی ہوئی، اُن کی شرافت منظم و مسلّم مانی جا چکی، تو قصی کی رائے یہ ہوئی کہ قبائل خزاعہ و بنی بکر کے مقابلے میں خانۂ کعبہ کی تولیت اور مکے کی حکومت کے لئے وہ خود ہی احق و اولے ہیں کیونکہ اسماعیل بن ابراہیم (علیہما السلام) کی شاخ ہے تو قریش ہے اور یہی لوگ اُن کی خالص اولاد میں ہیں، قریش و بنی کنانہ کے کچھ لوگوں سے قصی نے اس باب میں گفتگو کی اور مکے سے قبائل خزاعہ و بنی بکر کے اخراج کی انھیں دعوت دے کے کہا:

اس منصب کے لئے اُن سے زیادہ شایان و سزاوار خود ہم لوگ ہیں۔

اُن کی بات لوگوں نے مان لی اور اس تجویز میں انھیں کے متبع ہو گئے۔

قصی نے اپنے ماں جائے بھائی رزاح بن ربیعۃ بن حرام العذری کو بھی خط لکھ کے استمداد کے لئے دعوت دی، رزاح خود بھی مدد کو نکلے اور اُن کے بھائی (باپ کی صلبی اولاد) حنّ و محمود و جلہمہ بھی انھیں کے ساتھ ہو لئے، اتباع میں قضاعہ کے اور لوگ بھی ہمراہ چلے اور مکے پہنچ گئے۔

قبیلۂ صوفہ کے لوگ کہ غوث بن مر کی اولاد میں تھے، عرفات سے لوگوں کو ہٹا دیا کرتے تھے، جب تک اُن میں سے کوئی ایک فرد پہلے رمی جمار نہ کر لیتا لوگ یہ منسک ادا نہ کر سکتے۔ پہلے سال تو یہی قاعدہ رہا لیکن جب دوسرے سال قبیلۂ صوفہ نے (ایام حج میں) اسی ضابطۂ مستمرہ پر عمل کیا تو قصی اپنی قوم قریش و کنانہ و قضاعہ کی جمعیت ساتھ لے کے عقبہ کے پاس پہنچے اور قبیلۂ صوفہ سے کہا کہ تم سے زیادہ ہم اس کے مستحق ہیں، صوفہ نے انکار کیا تو باہم اس قدر جنگ ہوئی

کہ محاربین صوفہ کو آخر کار ہزیمت اٹھانی پڑی، رزاح نے (یہ دیکھ کے کہ مخالفین کا زور ٹوٹ چکا ہے) قصی سے فرمائش کی کہ لوگوں کو رمی جمار کر کے گزر جانے کی اجازت دو، قصی نے اجازت دے دی اور جو کچھ مخالفین کے ہاتھ میں تھا، سب پر غالب آگئے۔ (متصرف ہو گئے) اسی زمانے میں افاضہ[1] آج تک (بعہد مولف) قصی ہی کی اولاد میں ہے۔

اس ہزیمت سے خزاعہ وبنی بکر کو ندامت وخجالت دامن گیر ہوئی، قصی سے وہ الگ ہو گئے، یہ دیکھ کے قصی نے پھر اُن کے ساتھ جنگ کی طیاری کی۔ اَلطح میں بڑے معرکے کارَن پڑا۔ فریقین میں بہتیرے قتل ہوئے، آخر مصالحت کی جانب مائل ہوئے اور یعمر بن عوف بن کعب بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ ابن کنانہ کو حکم ٹھہرایا، یعمر نے یہ فیصلہ کیا کہ۔

(۱) تولیت خانۂ کعبہ وحکومت مکہ کے لئے خزاعہ سے قصی بن کلاب اولی ہیں۔

(۲) قصی نے خزاعہ وبنی بکر کے جو خون کئے ہیں وہ سب میرے قدموں کے تلے پامال ہیں۔ یعنی اُن کا کوئی خوں بہا نہیں۔

(۳) خزاعہ وبنی بکر نے قریش وبنی کنانہ کے جو خون کئے ہیں اُن کا خوں بہا دینا ہوگا۔

(۴) قصی کے لئے تولیت خانۂ کعبہ وحکومت مکہ خالی کر دی جائے۔

اُسی دن سے یعمر کا نام یعمر الشداخ پڑا کہ (اپنے فیصلے کی رو سے) تمام خون شدخ[2] کر دیئے

سر آغاز قریش

مقداد[3] (ابن الاسود) کہتے ہیں: جب قصی کو فراغت حاصل ہوئی اور خزاعہ

---

[1] افاضہ سے طواف افاضہ مراد ہے۔

[2] شدخ اصل میں توڑنے کو کہتے ہیں، مراد معنی، خون کا کوئی معاوضہ ودیت قرار نہ دینا، ہدر کر دینا شداخ، اسم مبالغہ، جس میں یہ صفت نہایت مبالغے کے ساتھ پائی جاتی ہو۔

وبنی بکر مکے سے نکالے جا چکے، تو قریش اُن کے پاس مجتمع ہوئے اور اُسی دن سے اِس اجتماعی حالت کی بنا پر یہ لوگ قریش کے نام سے موسوم کیے گئے، تقرش (جس سے لفظ قریش نکلا ہے اُس کے) معنی بھی تجمع (اجتماع) ہی کے ہیں،

قصیّ کے معاملات مستقر و مستقیم ہو لیے تو اُن کے ماں جائے بھائی رزاح بن ربیعۃ العذری اپنی برادری والوں کے ساتھ کہ تین سو کی تعداد میں تھے اپنے علاقے میں واپس گئے، رزاح اور حنّ قصیّ سے ملا کرتے تھے، حج کے موسم میں مکے آیا کرتے تھے، انھیں کے ساتھ رہتے تھے۔ انھیں کے گھر ٹھہرتے تھے اور دیکھتے تھے کہ قریش و عرب اُن کی کیسی تعظیم کرتے تھے، قصیّ بھی رزاح اور حُنّ کی بزرگداشت مرعی رکھتے تھے اور انھیں صلہ دیا کرتے تھے، قریش کے پیش نہاد بھی اُن کا اجلال و اکرام تھا کیونکہ جنگ خزاعہ و بکر میں قریش کو اُن سے مدد ملی تھی، اِس آزمائش میں وہ پورے اُترے تھے اور حقِ استقامت ادا کیا تھا۔

39 ہشام بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قریش کی وجہ تسمیہ فقط یہ ہے کہ فہر کے تینوں بیٹوں میں دو تو ایک ماں سے تھے اور ایک بیٹا دوسری ماں سے تھا، یہ سب جدا جدا ہو کے تہامۂ مکہ میں الگ الگ فروکش ہوئے، کچھ زمانے تک تو یہی حال رہا، مگر پھر کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ باہم مجتمع ہو گئے، مل جل گئے، بنی بکر نے اس پر کہا: لقد تقرش بنو جندلۃ[1] (جندلہ کی اولاد نے تو پھر تقرش یعنی اجتماع کر لیا)۔

ابتدائے بت پرستی

قبیلۂ مضر کا پہلا شخص جو مکے میں فروکش ہوا وہ خزیمہ بن مدرکہ تھا، یہی

---

[1] جندلہ کی اولاد سے فہر بن مالک ہی کی اولاد مراد ہے، کیونکہ اُنھیں کی بیوی کا نام جندلہ بنت عامر ابن الحارث یا جندلہ بنت الحارث تھا، اہلِ عرب میں طریق خطاب یہ بھی تھا کہ محل استحجاب میں بجائے نسبت اُبوّت کے نسبت اُمومت درمیان لاتے تھے۔

وہ شخص ہے جس نے پہلے پہل ہُبل (بت) اُس کی جگہ منصوب کیا تھا، اور اُسی بنا پر اس بت کو صنم خزیمہ (یعنی خزیمہ کا بت) کہتے تھے، خزیمہ کی اولاد مکے ہی میں رہ پڑی اور اُس وقت تک مقیم رہی کہ فہر بن مالک اُس کے وارث ہوئے، اس زمانے میں بنی اسد و بنی کنانہ کے جو لوگ مکے میں تھے سب کے سب نکل گئے اور وہاں جا کے آباد ہوئے جہاں آج تک (بعہد مصنف) اُن کے منازل و مساکن موجود ہیں۔

اولاد قصیّ بن کلاب



محمد بن السائب کہتے ہیں کہ قصیّ کی تمام اولاد اُن کی بیوی حُبّی بنت حُلیل سے ہے۔

لڑکے:

(۱) عبدالدار بن قصیّ جو اُن کے پہلے بیٹے تھے۔
(۲) عبدمناف بن قصیّ جن کا نام مغیرہ تھا۔
(۳) عبدالعزّی بن قصیّ۔
(۴) عبد بن قصی۔

لڑکیاں:

(۱) تخمر بنت قصی۔
(۲) برہ بنت قصیّ۔

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں: قصیّ کہا کرتے تھے کہ میرے چار لڑکے ہیں جن میں دو کے نام تو میں نے اپنے معبود کے نام پر رکھے ہیں، ایک کو اپنے گھر کی نسبت سے اور ایک کو خاص اپنے سے موسوم کیا ہے، اسی بنا پر عبد بن قصیّ کو عبد قصیّ کہتے تھے، جن دو لڑکوں کو اپنے معبود سے نامزد کیا تھا وہ عبدِ مناف

وعبدالعزیٰ تھے، اور عبدالدار کا سبب تسمیہ دار یعنی گھر تھا۔

دارُالنَّدوَہ

مجلس شورائے قریش

محمد بن عمر الاسلمی نے دو طریقوں سے روایت کی ہے، ایک روایت تو عبداللہ بن جعفر الزہری سے ہے جنھوں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن مسور بن مخرمہ کی کتاب سے بحوالہ محمد بن جبیر بن مطعم یہ خبر دی ہے، دوسری روایت محمد بن السائب سے ہے جو ابوصالح کے واسطے سے ابن عباس کا قول بیان کرتے ہیں، ان دونوں روایتوں میں بالاتفاق کہا گیا ہے کہ کعب بن لوی کے پہلے فرزند قصیٰ بن کلاب ہی ہیں جن کو ملک و مملکت حاصل ہوئی اور قوم نے بھی اُن کی اطاعت کی، وہ اہل مکہ میں ایسے مانے ہوئے شریف تھے کہ کسی کو اُن کی شرافت و عظمت میں مجال نزاع نہ تھی، قصیٰ نے دارالندوہ تعمیر کرکے اُس کا دروازہ بیت اللہ کی جانب رکھا، یہی دارالندوہ ہے جس میں قریش کے تمام معاملات فیصل ہوتے تھے، نکاح، یا جنگ، یا امور پیش آمدہ میں مشورہ۔ سب کا محل یہی تھا۔ حتیٰ کہ:-

(۱) لڑکی جب بالغ ہوتی اور قمیص پہننے کے سن کو پہنچتی تو اُس کا قمیص وہیں چاک کیا جاتا اور پھر وہیں سے اپنے گھر والوں میں پہنچائی جاتی۔

(۲) علم جنگ خواہ اپنے لئے ہو یا کسی دوسری جماعت کے لئے، دارالندوے

لہ عربی میں گھر کو دار کہتے ہیں بشرطیکہ وسیع ہو اور اس پر عمارت کا اطلاق ہوسکے ورنہ معمولی مکان کو بیت کہیں گے۔

ہی میں گاڑا جاتا جو قصی کا خاص کام تھا۔

(۳) لڑکے کا ختنہ ہوتا تو دار الندوہ ہی میں ہوتا۔

(۴) قریش کا کوئی قافلہ نکلتا تو وہیں سے ہو کے نکلتا۔

(۵) قصی کی بزرگداشت، برکت، صلاح اخذ کرنے، اور اُن کے فضل و شرف کا اعتراف کرنے کے لئے سفر سے واپس آتے تو پہلے دار الندوہ ہی میں اُترتے۔

جس طرح کسی مذہب کی پیروی کی جاتی ہے اہل مکہ اُسی طرح قصیؔ کے حکم کی پیروی کرتے، زندگی تو زندگی، قصی کے مرجانے کے بعد انھیں کے حکم پر عمل ہوتا۔

قصی بن کلاب کے اختیارات

(۱) حجابت (خانہ کعبہ کی پردہ برداری یا دربانی کہ جسے چاہیں اندر جانے دیں اور جسے چاہیں روک دیں)۔

(۲) سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانا)۔

(۳) رفادۃ (حاجیوں کو کھانا کھلانے کا انتظام)۔

(۴) لواء (علم جنگ بلند کرنا)۔

(۵) ندوہ (مجلس شوری یا ایوان حکومت)۔

(۶) حکومت مکہ، یہ سارے اختیارات قصی کے ہاتھ میں تھے۔

(۷) اہل مکہ کے علاوہ، جو لوگ مکے میں داخل ہوتے قصی ان سب سے عُشر (محصول دہ یک) لیا کرتے۔

دار الندوے کا سبب تسمیہ

دار الندوے کا سبب تسمیہ فقط یہ ہے کہ وہ قریش کا منتدیٰ یعنی محل اجتماع تھا کہ

نیک و بد خیر و شر کوئی معاملہ ہو۔ سب کے لئے وہیں جمع ہوتے (ندوے کا ماخذ
۱۴ ندیّ ہے اور ندیّ مجمع قوم کو کہتے ہیں، جب وہ مجتمع ہوں، تو اسی مناسبت
سے اُن کے دارالاجتماع کو ندوہ یا دارالندوہ کہیں گے)۔

آبادی مکہ

قصیّ نے مکّے کے مختلف حصے کرکے اپنی قوم میں تقسیم کر دیے اور اُن منازل و مقامات میں قریش کی جماعتیں آباد کیں جہاں وہ اب (بالعہد مصنف) ہیں، کہتے ہیں عضاہ اور سلم کے درخت بکثرت تھے، حرم کے اندر اُن کے کاٹنے سے قریش پر ہیبت طاری ہوئی۔ تو قصیّ نے خود ان کے کاٹنے کا حکم دیا اور کہا کہ "یہ تو محض اپنے مکانات و محلات اور راستوں کے لئے تم کاٹتے ہو، جو خرابی چاہے اُس پر خدا کی لعنت"۔

یہ کہہ کے اپنے ہاتھ سے درخت کاٹے اور اُن کے اعوان و انصار نے بھی کاٹنے شروع کئے، تو قریش نے بھی ہاتھ لگایا اور سب کاٹ ڈالے۔

مُجَمِّع

قصیّ کا خطاب

قریش نے قصیّ کو مجمع (جمع کرنے والے) کے لقب سے ملقب کیا، کیونکہ انھیں کی بدولت قریش کو جمعیت نصیب ہوئی تھی (اسی بنا پر) اُن سے اور اُن کے حکم سے برکت حاصل کرتے تھے، اُن کا اعزاز و اکرام کرتے تھے، اور انھیں

اپنا مالک و حکمراں بنا رکھا تھا۔
قصی نے قریش کی جماعتیں ابطح میں لا بسائیں، اسی لئے یہ سب قریش البطاح کے نام سے موسوم ہوئے۔
قبائل بنی معیص بن عامر بن لوی و بنی تیم الادرم بن غالب بن فہر۔ و بنی محارب ابن فہر و بنی حارث بن فہر ظہر مکہ یعنی اس کے بالائی حصے میں مقیم رہے، یہی لوگ ظواہر[2] ہیں، کیونکہ قصی کے ساتھ یہ ابطح میں نہیں اترے تھے۔ البتہ ابو عبیدہ بن الجراح کا گروہ کہ بن حارث بن فہر سے تھا، ابطح میں فروکش ہوا۔ لہذا یہ لوگ مطیبین[3] اہل البطاح کے ساتھ شمار ہوتے ہیں۔
ایک شاعر جس سے مراد ذکوان ہے کہ عمرؓ بن الخطاب کا آزاد غلام تھا، اور ضحاک بن قیس الفہری نے اس کو مارا تھا، کہتا ہے۔

فلو شهدتني من قريش عصابة	قريش البطاح لا قريش الظواهر
(اے کاش قریش کی ایک جماعت میرے سامنے ہوتی)	(مگر جماعت قریش بطاح کی ہوتی قریش ظواہر کی نہ ہوتی)
ابوكم قصي كان يدعى مجمعا	به جمع الله القبائل من فهر
(تمہارے ہی باپ قصی بن کلاب کہے جاتے تھے)	(انہیں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قبائل فہر مجتمع و یکجا کر دیے)

غرض کہ قریش کے جمع کر دینے کے باعث قصی مجمع کہے گئے، اور قریش کا نام بھی قصی ہی کی بدولت قریش پڑا۔ ورنہ اس سے پہلے ان کو بنی النضر یا اولاد نضر کہتے تھے۔

---

[1] ابطح، بطحاء، بطاح: وہ فراخ وسیع وادی جس میں ریت اور کنکریاں ہوں۔
[2] قریش الظواہر: جو مکے کے بالائی حصوں میں مقیم تھے۔ قریش البطاح: جو مکے کے اندر فروکش ہوئے۔
[3] فرزندان عبد مناف و بنی عبد الدار میں اگرچہ سب قصی کی اولاد تھے، حجابہ و رفادہ لواء و سقایہ کے متعلق منازعہ تھا جسے طے کرنے کے لئے ایک جماعت آمادہ ہوئی تھی اور اسی جماعت کا نام مطیبین پڑا تھا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے خاندان والے انہیں لوگوں کے پڑوس میں آباد ہوئے تھے۔

صفت اجتماع

سعید بن محمد بن جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ عبدالملک بن مروان نے محمد بن جبیر سے دریافت کیا کہ:

قریش کا نام قریش کب پڑا؟

محمد نے جواب دیا: قریش کا نام قریش اس وقت پڑا جب یہ لوگ تفرّق و پراگندگی کے بعد مجتمع ہوئے، اسی اجتماع کا نام تقرّش (یعنی قرشیت یا قریشیت) ہے عبدالمطلب نے کہا: میں نے یہ بات تو نہیں سنی، البتہ یہ سنی ہے کہ قصی کو قریشی کہتے تھے اور اس سے پہلے قریش کا نام نہیں پڑا تھا۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں: قصی جب حرم میں فروکش ہو کے غالب آ چکے تو اچھے اچھے کام کئے، لہذا انہیں قرشی کہا گیا، اس نام سے پہلے پہل وہی موسوم ہوئے۔

ابوبکر بن عبداللہ بن ابوجہم کہتے ہیں: قریش کے نام نضر بن کنانہ موسوم ہوئے تھے۔

تحمّس

شرع ابراہیمی پر زیادتیاں

۱۴ یعقوب بن عتبۃ الاخنسی کہتے ہیں: قریش و کنانہ و خزاعہ اور بقیہ اہل عرب کے وہ تمام لوگ جو قریش کے سلسلۂ اولاد میں داخل تھے، یہ سب کے سب حُمس (یعنی متحمّس و متشدّد و سخت گیر اور پابندی رسوم کے متعلق اپنے اوپر سختی تشدد کرنے والے تھے۔

یہی روایت محمد بن عمر نے بھی کی ہے۔ مگر سند دوسری ہے، جس میں اتنا اضافہ ہے کہ (قریش کے سلسلۂ اولاد والے) "یا قریش کے حلیف بھی" (یعنی وہ قبائل جو قریشیوں کے ساتھ پیمان رفاقت باندھے تھے) متحمس تھے۔

محمد بن عمر کہتے ہیں: تحمس وہ چیزیں نہیں جو ان لوگوں نے دین میں ایجاد کی تھیں ان محدثات پر وہ تحمس یعنی تشدد کرتے تھے، کہ سختی سے اپنے آپ کو اُن کا پابند بنا رکھا تھا۔

(۱) حج کر لیتے تو حرم سے باہر نہ نکلتے۔ اس بنا پر حق تک پہنچنے سے قاصر رہتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لئے جو شریعت قرار دی تھی وہ عرفات پر وقوف کی شرط تھی کہ وہ من جملۂ حِل[۱] ہے۔

(۲) گھی کو (موسم حج میں) پکا کے صاف نہیں کرتے تھے (اور ایسا کرنا حرام جانتے تھے)۔

(۳) بالوں کے چتر (چھتر، یا چھوٹے شامیانے یا مختصر سایبان) نہیں بنتے تھے (یا نہیں بناتے تھے)۔

(۴) خود یہ لوگ ادیم (کیمخت) کے سرخ رنگ قبے (یعنی چھوٹے چھوٹے شامیانے) نصب کر کے (ایام حج میں) رہتے اور مذہباً ایسا کرنا ضروری سمجھتے۔

(۵) جو حاجی باہر سے آتا تو اس پر لازم تھا کہ کپڑے پہنے ہوئے خانۂ کعبہ کا طواف کرے لیکن یہ پابندی اس شرط کے ساتھ تھی کہ ہنوز عرفات میں نہ گیا ہو۔

(۶) عرفات سے واپس آتے تو برہنہ ہو کے خانۂ کعبہ کا طواف اضافہ کرتے، یا پہنتے بھی تو دو احمسی[۲] کپڑے پہنتے

---

[۱] حِل: مقام بیرون حرم۔

[۲] احمس انھیں لوگوں کو کہتے تھے، بضرورت دو کپڑے پہن کے طواف کرنے کی رسم بھی انھیں نے نکالی تھی، لہٰذا ان کپڑوں کو بھی انھیں سے منسوب کر کے احمسی کپڑے کہتے تھے، ان رسوم کے اختیار کرنے کا سبب اُن کی رائے میں خانۂ کعبہ کا ادب واحترام تھا، انھیں رسوم تعظیمی کی شہادت دینے کے لئے عربی زبان میں لفظ حُمسَت بوزن ذِمنی حرمت یعنی اکرام واحترام آج تک چلا آتا ہے۔

(۷) اگر کوئی اپنے دو کپڑے پہنے ہوئے طواف کرتا تو پھر ان کپڑوں کا پہننا اس کے لئے حلال نہ ہوتا۔

مزدلفہ کی روشنی

محمد بن عمر کہتے ہیں: قصی جس وقت مزدلفہ میں ٹھہرے تو وہاں آگ جلانے کی رسم نکالی، کہ عرفات سے جو آرہا ہو وہ اس روشنی کو دیکھے، اس رسم کے مطابق ہمیشہ یہ آگ اسی شب میں، یعنی شب اجتماع عرفات (حج کی رات) میں روشن رہا کرتی، جاہلیت میں یہی دستور (آخر تک) تھا۔

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے عہد میں بھی روشنی ہوا کی۔

محمد بن عمرؓ کہتے ہیں: یہ روشنی اب تک (یعنی تا بعہد راوی) ہوتی ہے۔

حاجیوں کی آسایش

قصی نے قریش پر سقایہ و رفادہ (یعنی حاجیوں کو پانی پلانا اور کھانا کھلانا لازم قرار دے کے ان سے خطاب کیا):

اے جماعت قریش، تم اللہ تعالیٰ کے زیر پناہ ہو، پڑوسی ہو، خانۂ خدا والے ہو، اہل حرم ہو، حاجی اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں، اس کے گھر کے زائر ہیں، اور تمام مہمانوں سے زیادہ مستحق کرامت ہیں، لہذا تم بھی ان کے لئے حج کے دنوں میں کھانے پینے کا انتظام کردو، اور یہ انتظام اس وقت تک کے لئے ہو کہ وہ تمہارے ہاں سے رخصت ہو جائیں۔

حاجیوں کی آسایش کے لیے قریش ہر سال اپنے مال و دولت میں سے کچھ مقدار نکال کے قصیّ کے سپرد کر دیا کرتے جو منٰی (منا) کے دنوں میں اور مکّے میں لوگوں کو اسی آمدنی سے کھانا کھلواتے اور پانی کے لئے حوض تیار کرواتے جن سے مکّے منا و عرفات میں لوگ سیراب ہوتے، جاہلیت میں ہمیشہ یہ دستور جاری رہا اور قصیّ کی قوم اس پر عامل رہی۔ تاآنکہ اسلام آیا، اور اسلام میں بھی آج تک (یعنی تابعہد مصنف) یہی طریقہ جاری ہے۔

عبدالدّار

قصیّ جب بوڑھے ضعیف ہوئے تو عبدالدّار سے، کہ اُن کے پہلے لڑکے اور اکبرالاولاد تھے مگر ضعیف واقع ہوئے تھے حتّیٰ کہ اُن کے چھوٹے بھائی اُن پر بالا رہتے تھے، یہ کہا کہ بیٹا! خدا کی قسم، یہ لوگ اگرچہ تجھ پر بالا ہیں مگر میں تجھے اُن لوگوں کے ساتھ ملائے دیتا ہوں (برابر کیے دیتا ہوں):

(۱) ان میں سے کوئی شخص خانۂ کعبہ میں اُس وقت تک داخل نہ ہو سکے گا کہ تو دروازہ کھولے اور اسے اندر جانے دے۔

(۲) قریش کوئی علم جنگ بلند نہ کر سکیں گے جب تک کہ تو اپنے ہاتھ سے بلند نہ کرے۔

(۳) مکّے میں جب کوئی پانی پیے گا تیرے پلائے پیے گا۔

(۴) موسم حج میں جو کوئی کھانا کھائے گا تیرے کھانے میں سے کھائے گا۔

(۵) قریش اپنے جس کام کا فیصلہ کرنا چاہیں گے تیرے ہی گھر میں کریں گے۔

یہ کہہ کے قصیّ نے عبدالدار کو (۱) دارالندوہ (۲) خانۂ کعبہ کی حجابت (۳) لواء (۴) سقایت (۵) رفادت، دے دی اور یہ تخصیص اس لیے ۴۲ کی کہ دوسرے بھائیوں کے برابر ہو جائیں۔

قصیّ کی وفات

قصیّ نے انتقال کیا تو مقام حجُون میں دفن ہوئے (اس حادثے میں) اُن کی بیٹی تخمرؔ اپنے باپ کے مرثیے میں کہتی ہیں:

طرقَ النعیُّ بُعیدُ نوم الھُجّد فنعی قصیّاً ذا النّدیٰ والسُّودد

(سونے والے شب میں سو رہے تھے کہ کچھ ہی دیر بعد موت کی خبر دینے والے نے دروازہ کھٹکھٹایا اور قصیّ کی خبرِ مرگ سنائی جو کریم تھے، سخی تھے اور سردار و رہبرِ قوم تھے)

فنعی المھذّب من لُوَیٍّ کلّھا فانھلّ دمعی کالجمان المفرد

(اس نے ایسے شخص کی خبرِ مرگ سنائی جو تمام خاندانِ لوی میں سب سے زیادہ مہذّب تھا یہ سُن کے میرے آنسو بہنے لگے جیسے موتی یا موتی کی ایک لڑی بکھر جائے)

فأرِقتُ من حزنٍ وھمٍّ داخلٍ أرَقَ السّلیم[1] لوجدہ المتفقّد

(اس اندرونی رنج و غم سے میری نیند اُچٹ گئی، جاتی رہی، جیسے بے قراری کے باعث سانپ ڈسے ہوئے کی حالت ہوتی ہے)

عبد مناف

محمد بن السائب کہتے ہیں، قصی کے انتقال کرنے پر عبد مناف بن قصی اُن کے

---

[1] سلیم اور مسلُوم، اس شخص کو کہتے ہیں جسے سانپ نے ڈسا یا بچھو نے ڈنک مارا ہو۔

قائم مقام ہوئے، قریش کے تمام امور انھیں کے ہاتھ میں تھے، قصی نے اپنی
قوم کے لئے جن محلات کی داغ بیل ڈالی تھی عبد مناف نے اُن کے علاوہ
دوسرے محلات کی داغ بیل بھی ڈالی، یہ عبد مناف ہی کی خصوصیت تھی
کہ اللہ تعالیٰ نے جب آیہ وانذر عشیرتك الاقربین (اپنے
خاندان کے قریب ترین لوگوں کو خدا کے خوف سے ڈراؤ) نازل فرمایا تو آنحضرت
(صلوات اللہ علیہ) نے مخصوص خاندان عبد مناف ہی کو انذار
فرمایا یعنی سطوت خداوندی سے ڈرایا۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر آیہ وانذر عشیرتك الاقربین نازل فرمایا تو آنحضرت (علیہ الصلاۃ
والسلام) مَروَہ پر چڑھ گئے اور وہاں سے آواز دی: یاآلَ فہر (اے
خاندان فہر کے لوگو کہاں ہو) آواز دیتے ہی تمام قریش حاضر ہو گئے۔

ابو لہب بن عبد المطلب نے کہا: اولاد فہر یہ تیرے سامنے ہے
جو کہنا ہو کہہ۔ آنحضرت (سلام اللہ علیہ وبرکاتہ) نے فرمایا: یاآل غالب،
اِس آواز پر حارث و محارب فرزندان فہر کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (علیہ التحیات) نے فرمایا: یاآلَ لوی بن غالب۔ اِس
آواز پر تیم الادرم بن غالب کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (رحمۃ اللہ وصلواتہ علیہ) نے فرمایا: یاآل کعب بن لوی،
اس آواز پر عامر بن لوی کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (علیہ السلام) نے فرمایا: یاآل مُرۃ بن کعب، اس
آواز پر عدی بن کعب کی اولاد اور سہم و جمح ابنائے عمرو بن ہصیص بن
کعب کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (برکات اللہ علیہ) نے فرمایا: یاآلَ کلاب بن مُرۃ
اس آواز پر مخزوم بن یقظۃ بن مرۃ اور تیم بن مرہ کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (بارک اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: یاآل قصی، اس
آواز پر زہرۃ بن کلاب کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (علیہ الصلوات) نے فرمایا: یاآل عبد مناف، اس آواز پر عبدالدار بن قصیّ کی اولاد، اسد بن عبدالعزّیٰ بن قصیّ کی اولاد اور عبد بن قصیّ کی اولاد واپس گئی۔

ان سب کے چلے جانے پر ابولہب نے (آنحضرتؐ) سے کہا: یہ فرزندانِ عبدِ مناف تیرے سامنے ہیں، اب جو کہنا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

توحید کی دعوت

ان اللہ قد امرنی ان انذر عشیرتی الاقربین، وانتم الاقربون من قریش، وانی لا املك لكم من اللہ حظا ولا من الاخرۃ نصیبا الا ان تقولوا لا الٰہ الا اللہ فاشهد بها لكم عند ربكم وتدین لكم بها العرب وتذل لكم بها العجم۔

(یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنے قریب ترین خاندان والوں کو ڈراؤں، قریش میں قریب ترین تمھیں لوگ ہو، میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہ کسی حصے کا مالک بنا سکتا نہ آخرت سے کوئی بہرہ دلا سکتا۔ بجز اس صورت کے کہ تم کہو: لا الٰہ الا اللہ۔ اس صورت میں:

اقرارِ توحید کے نتائج

(۱) میں تمھارے پروردگار کے روبرو تمھارے حق میں شہادت دوں گا۔

(۲) تمام عرب تمھارا ہی دین اختیار کرے گا اور تمھارے ہی طریقے کی پیروی کرے گا۔
(۳) اس کہنے سے تمام عجم تمھارا تابع و مطیع ہو جائے گا ۔
ابو لہب نے یہ سن کے کہا: تبًّا لک، فلهذا دعوتنا؟ (تو خسارے میں رہے، کیا اسی لئے تو نے ہم لوگوں کو بلایا تھا؟) اسی پر اللہ تعالیٰ نے تبت یدا ابی لھب نازل فرمایا، کہتا ہے تبت یدا ابی لھب، یعنی خسرت یدا ابی لھب (ابو لہب کے دونوں ہاتھ خسارے میں رہے) مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبر تو خسارے میں نہیں رہا، وہ خود ہی خائب و خاسر ہوا کیوں کہ انکار توحید کا آخری نتیجہ خسران ہی ہوا کرتا ہے)

۴۳

اولاد عبد مناف

ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے اپنے والد سے روایت کی:
عبد مناف کے چھ لڑکے اور چھ لڑکیاں ہوئیں:
(۱) مُطّلب بن عبد مناف، یہ سب میں بڑے لڑکے تھے، انھیں نے قریش کے لئے نجاشی (حکمران حبشہ) سے تجارتی معاہدہ کیا تھا کہ قریش اس کے ملک میں تجارت کر سکیں۔
(۲) ہاشم بن عبد مناف، ان کا نام عَمرو تھا، انھوں نے ہرقل (فرمانروائے قلمرو شام و روم) سے پیمان و عہد لیا تھا کہ قریش امن و حفاظت کے ساتھ شام میں سفر تجارت کر سکیں گے۔
(۳) عبد شمس بن عبد مناف۔
(۴) الف۔ تماضر بنت عبد مناف۔
(۵) ب۔ حنہ بنت عبد مناف۔

(۶) ج ۔ قِلابہ بنتِ عبد مناف ۔
(۷) د ۔ برّہ بنت عبد مناف ۔
(۸) ھ ۔ ہالہ بنت عبد مناف ۔

ان پانچوں بہنوں اور اُن کے تینوں بھائیوں یعنی آٹھ کے آٹھوں کی ماں عاتکہ کبریٰ تھیں، بنت مُرّہ بن ہلال بن فالج بن ثعلبۃ بن ذکوان بن ثعلبۃ بن بہثۃ بن سُلیم بن منصور بن عکرمۃ بن خصفۃ بن قیس بن عیلان بن مضر۔

(۹) نوفل بن عبد مناف، کسریٰ (بادشاہ ایران) سے انھیں نے اجازت نامہ حاصل کیا تھا کہ قریش عراق میں سفر اور تجارت کر سکیں۔

(۱۰) ابو عمرو بن عبد مناف ۔

(۱۱) ابو عبید بن عبد مناف، یہ خود بھی انتقال کر گئے اور نسل بھی نہ چلی، ان تینوں بھائیوں کی ماں واقدہ تھیں، بنت ابو عدی، کہ ان کا نام عامر تھا، ابن عبدہم ابن زید بن مازن بن صعصعہ ۔

(۱۲) و ۔ ریطہ بنت عبد مناف، ہلال بن مُعَیط کہ بنی کنانہ بن خزیمہ سے ان کی اولاد انھیں کے بطن سے تھی (یعنی رَیطہ ہلال بن معیط کی منکوحہ تھیں) ریطہ کی ماں ثقفیہ تھیں (یعنی اُن کا نام بھی یہی تھا۔)

ہاشم

ابن عباسؓ کہتے ہیں: ہاشم کا نام عمرو تھا، ایلاف قریش یعنی قریش کا داب وطریقہ انھیں سے منسوب ہے (اس ایلاف یا داب قریش کی تشریح ملاحظہ ہو) وہ پہلے شخص ہیں کہ سال میں دو مرتبہ قریش کے لئے (بغرض تجارت) سفر کے طریقے نکالے،

ایک سفر تو جاڑوں میں کرتے تھے (یعنی رحلۃ الشتاء) جس میں یمن وحبشہ تک جاتے، حبشہ میں (اس کے فرمانروا) نجاشی کے پاس پہنچتے جو اُن کی

بزرگداشت کرتا اور انھیں عطیات دیتا۔
دوسرا سفر گرمیوں کا تھا (رحلۃ الصیف) جس میں شام تک جاتے، غزّہ تک پہنچتے، کبھی کبھی اَنقرہ تک (واقع اناضول۔ روم۔ جسے عوام آج کل انگورہ کہتے ہیں) پہنچ جاتے، قیصر روم کی پیشگاہ میں وارد ہوتے، جو اُن کی بزرگداشت کرتا اور انھیں عطیات دیتا۔

خطاب ہاشمیت

ایک مرتبہ قریش پر چند ایسی خشک سالیاں گزریں، ایسے ایسے قحط پڑے کہ مال و دولت، سب کچھ جاتا رہا، انھیں دنوں ہاشم نے شام کا سفر کیا، وہاں پہنچ کے بہت سی روٹیاں پکوائیں، جب طیار ہو گئیں تو بوریوں اور تھیلوں میں بھر کے اونٹوں پر بار کرالیں، واپسی میں جب مکے پہنچے تو ان روٹیوں کو ہشم[۱] یعنی توڑ توڑ کے ثرید بنالی۔
وہ اونٹ (جن پر روٹیاں بار تھیں) ذبح کر ڈالے، اور چیوں کو حکم دیا۔ انھوں نے گوشت پکایا، جب تیار ہو گیا تو دیگیں صحنکوں میں الٹ دیں، مکے والوں کو سیر شکم کھانا کھلایا، قحط کے بعد جس کی مصیبت میں لوگ مبتلا تھے، یہ پہلی بارش (ارزانی و فراخی) تھی، اُسی باعث ان کا نام ہاشم پڑا، عبداللہ بن الزبعری اس باب میں کہتے ہیں:

عَمْرُو الْعُلٰی هَشَمَ الثَّرِيدَ لِقَوْمِهِ ۔۔۔ وَرِجَالُ مَكَّةَ مُسْنِتُونَ عِجَافُ

(بلند مرتبہ عمرو نے اپنی قوم کے لئے روٹیاں توڑ کے ثرید طیار کی، یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ مکے کے لوگ قحط زدہ لاغر ہو رہے تھے)۔
معروف بن خرّبوذ مکی سے خاندان عدی بن الخیار بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کے ایک شخص نے اپنے باپ کے حوالے سے روایت کی کہ

[۱] ہشم، توڑنا۔ روٹی توڑنا۔ ہاشم: توڑنے والا۔

وہب بن عبد قصی نے بھی اسی باب میں یہ اشعار کہے تھے:

تحمل ہاشم ما ضاق عنه — واعیا ان یقوم بہ ابن بیض

(ہاشم نے وہ بوجھ اٹھالیا جس کے برداشت کرنے اور اسے اٹھا کے کھڑے ہونے سے شریف انسان تنگ آگئے، تھک گئے)۔

۴۴ اتاھم بالغرائر متاقات — من ارض الشام بالبر النفیض

(لوگوں کے لئے وہ ملک شام سے عمدہ صاف گیہوں کی بوریاں بھر بھر کے لائے جن کے سب ہی مشتاق ہوتے ہیں)۔

فاوسع اھل مکة من ہشیم — وشاب الخبز باللحم الغریض

(انھوں نے بڑی وسعت و فراخی کے ساتھ روٹیاں توڑ توڑ کے مکے والوں کو پیش کیں اور فربہ گوشت سے ان کو تر و تازہ کردیا)۔

فظل القوم بین مکللات — من الشیزاء حائرھا یفیض

(سب لوگوں نے لکڑی کے ان پیالوں پر ہاتھ مارا جو بھرے ہوئے تھے۔ لبریز تھے اور اُن کے کنارے چھلک رہے تھے)۔

بنی ہاشم و بنی امیہ میں عداوت کی ابتدا

امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی کو (بربنائے واقعۂ مذکورہ) ہاشم پر حسد ہوا، وہ مالدار تھے، لہٰذا جو ہاشم نے کیا تھا بہ تکلف وہی خود بھی کرنا چاہا مگر نہ کرسکے اور عاجز آگئے۔ قریش کے کچھ لوگوں نے اس پر شماتت کی تو امیہ کو غصہ آگیا، ہاشم کو برا کہنے لگے اور انھیں

منافرہ[1] کی دعوت دی
ہاشم نے اپنی عمر و قدر و منزلت کا خیال کر کے منافرہ ناپسند کیا مگر قریش نے نہ چھوڑا اور ان کو محفوظ کر لیا، (ناچار) ہاشم نے امیہ سے کہا کہ میں تیرے ساتھ اس شرط سے منافرہ کرتا ہوں کہ اگر تو مغلوب ہو تو سیاہ آنکھوں کی پچاس اونٹنیاں بطن مکہ میں مجھے ذبح کرنے کے لئے دینی ہوں گی اور دس برس کے لئے مکے سے جلاء وطن ہونا پڑے گا۔ امیہ نے یہ شرط منظور کر لی، منافرہ ہوا، بنی خزاعہ کے کاہن کو دونوں نے حَکَم بنایا، جس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ کیا، ہاشم نے امیہ سے وہ مشروط اونٹ لے لیے ذبح کئے، اور حاضرین کی ضیافت کی۔ اُمیّہ ملک شام میں نکل گئے اور وہاں دس برس تک مقیم رہے۔
یہ پہلی عداوت تھی جو ہاشم و اُمیّہ کے قبائل میں واقع ہوئی۔

طلب حکومت

علی بن یزید بن عبداللہ بن وہب بن زمعہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قصی نے عبدالدار کو جو کچھ دیا تھا، یعنی حجابہ و لواء و رفادہ و سقایہ

---

[1] منافرہ؛ مفاخرت اور اس کا محاکمہ، عربوں میں دستور تھا کہ جب دو فریق اپنی عظمت پر زور دیتے تو اعیان قوم کے مجمع عام میں ثالثوں کو حَکَم بنایا جاتا اور وہ کسی ایک کے حق میں فیصلہ کرتے، اسی کا نام منافرہ تھا، ابتداءً اس دستور کی حدیں نصفیہ قوت و طاقت سے تجاوز نہ تھیں، فریقین جب مقابل ہوتے تو پہلا سوال یہ ہوتا کہ اَیّنا اعزّ نفراً یعنی تنقیح طلب امر یہ ہے کہ ہم میں از روئے تعداد و کثرت یا قلت انفار غالب کون ہے اور مغلوب کون ہے۔ منافرہ اسی سوال کا جواب دینے کے لئے ہوتا اور یہی اس کی وجہ تسمیہ ہے

وندوہ، فرزندان عبد مناف یعنی ہاشم و عبد شمس و مطلب و نوفل نے اتفاق کر کے اولاد عبد الدار کے ہاتھوں سے اُسے نکال لینا چاہا، کیوں کہ ان مناصب کے لیے فرزندان عبد الدار سے کہیں زیادہ وہ اپنے آپ کو مستحق سمجھتے تھے کہ فرزندان عبد الدار پر اُن کو شرف بھی حاصل تھا اور قوم میں بھی ان کی عظمت و بزرگی مسلّم تھی،

اس معاملے کے مدبر و کار پرداز ہاشم بن عبد مناف تھے۔

بنی عبد الدار نے تفویض اختیار سے انکار کیا اور عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار اس معاملے میں ان کی کارسازی کو اُلجھے،

قبائل بنی اسد بن عبد العزّیٰ بن قصیّ، و بنی زہرہ بن کلاب، و بنی تیم ابن مرّہ، و بنی حارث بن فہر نے بنی عبد مناف بن قصیّ کا ساتھ دیا۔ اور بنی عبد الدار کے ساتھ بنی مخزوم و سہم، و جمح و بنی عدی بن کعب ہوئے۔ بنی عامر ابن لوئی، و محارب بن فہر علیحدہ رہے اور فریقین میں سے کسی کے ساتھ نہ ہوئے۔

مُطیّبین

دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک نے بجائے خود سخت سے سخت قسمیں کھائیں کہ: اپنی جماعت کو مخذول نہ ہونے دیں گے اور اپنے میں سے کسی کو فریق مقابل کے سپرد نہ کریں گے، مَا بَلَّ بَحرٌ صُوفَةً (یعنی عہد و پیمان اُس وقت تک برقرار رہے گا جب تک کہ آب دریا بھیڑ اور دُنبے کی اُون کو تر کر سکے۔ اُس زمانے میں قول و قرار کو مؤکّد کرنے کے لئے یہی محاورہ مستعمل تھا۔ مطلب یہ تھا کہ کبھی اس کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے گی)۔

بنی عبد مناف اور ان کے طرفداروں نے ایک شاہ کاسہ نکالا جسے خوش بوئیوں سے بھر کے خانۂ کعبہ کے سامنے رکھدیا، تمام لوگوں نے اس میں اپنے اپنے ہاتھ ڈالے اور حلف اٹھا کے انھیں ہاتھوں سے کعبے کا مسح کیا کہ یہ پیمان پوری طرح موثق ہو جائے، یہی کارروائی تھی جس کے بعد ان لوگوں کا نام مُطَیَّبِین پڑا (یعنی خوش بو میں ہاتھ بھرنے والے)۔

اَحلاف

بنی عبد الدار اور ان کے ساتھیوں نے خون سے بھرا ہوا شاہ کاسہ لے کے اس میں ہاتھ ڈالا اور سب نے عہد کیا کہ اپنی جماعت کو مخذول و رسوا نہ ہونے دیں گے، مابَلَّ بحرٌ صُوفَۃً (جب تک کہ آب دریا اون کو تر کر سکے) اِن لوگوں کے (دو مختلف) نام پڑے:

(۱) اَحْلاف (یعنی حلف اٹھانے والے)۔

(۲) لَعَقَۃُ الدَّم (یعنی خون چاٹنے والے)۔

مُسالَمَت

جنگ کی طیاریاں ہوئیں، دونوں جماعتیں آمادہ ہو گئیں، جنگ آوروں کا تعبیہ ہونے لگا، ہر ایک قبیلہ دوسرے قبیلے میں پیوست ہو گیا، یہ سامان ہو ہی رہا تھا۔ لوگ اس آمادگی کے ساتھ طیار ہی تھے کہ مصالحت کی سلسلہ جنبانی ہوئی اور اِس قرار داد پر صلح و آشتی کی ٹھہری کہ:

۴۵ (۱) سقایہ و رفادہ بنی عبد مناف بن قصی کو دے دیا جائے،

(۲) حجابہ و لواء و دار الندوہ حسب دستور سابق بنی عبد الدار کے

پاس رہے، اس قرارداد کے مطابق فیصلہ ہو گیا اور لوگ (جو درپے حرب و قتال تھے) آویزش سے رک گئے۔

دارالندوہ دارالامارہ کی حیثیت میں

فرزندان عبدالدار (از روئے معاہدۂ مذکورہ حجابہ و لواء کے ساتھ دارالندوہ پر بھی) متصرف رہے اور رہتے چلے آئے، تا آنکہ عکرمہ بن عامر ابن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی نے (کہ منصب تولیت انھیں کو حاصل تھا) دارالندوہ کو معاویہؓ بن ابی سفیان کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ (یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ارض حجاز میں بھی معاویہؓ کی حکومت و سلطنت مسلم ہو چکی تھی) دارالندوہ کو لے کے معاویہؓ نے دارالامارۃ بنا لیا، اور یہ آج تک (یعنی بعہد مصنف) خلفاء ہی کے ہاتھ میں ہے۔

ہاشم کی تولیت

یزید بن عبدالملک بن المغیرۃ النوفلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ مصالحت کے بعد یہ ٹھہری کہ ہاشم بن عبد مناف بن قصی، سقایہ و رفادہ کے متولی قرار پائے، ہاشم فراخ دست آدمی تھے، حج کا موسم آتا تو قریش کے مجمع میں کھڑے ہو کے تقریر کرتے:

"اے جماعت قریش، تم لوگ اللہ کے زیر جوار ہو، بیت اللہ والے ہو، اس موسم میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے زائر آتے ہیں جو اس کے گھر کی حرمت کے ساتھ تعظیم سے پیش آتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں،

اور سب میں بیشتر شایانِ تکریم وہی ہے جو اللہ کا مہمان ہو، اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس نعمت سے مخصوص فرمایا ہے، خاص یہ کرامت تمھیں کو عطا کی ہے، ایک ہمسایہ اپنے دوسرے ہمسایہ کا جتنا لحاظ کرتا ہے اُس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ تمھارا پاس و لحاظ کرتا ہے، لہذا تم بھی اس کے زائروں کی بزرگداشت مرعی رکھو، جو بکھرے ہوئے بال، غبار آلود، ہر ایک شہر سے ایسی ایسی لاغر و نحیف سواریوں پر آتے ہیں کہ قمار بازی کے تیر کی طرح بے بال و پر بے ساز و سامان ہوتے ہیں، چلے ہیں، جل کے تھک تھک گئے ہیں، جسم سے بو آنے لگی ہے، کپڑوں میں جوئیں پڑ گئی ہیں، توشہ و زاد ختم ہو چکا ہے، تم اُن کی ضیافت کرو، کھانا کھلاؤ اور پانی پلواؤ۔"

قریش اسی بنا پر حاجیوں کی آسایش و راحت رسانی کا اس قدر سامان کرتے کہ گھر والے حسب مقدور معمولی چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی فراہم کر دیتے، ہاشم بن عبد مناف خود بھی ہر سال بہت سامان اپنی غرض سے نکالتے اور قریش کے جو لوگ دولتمند تھے وہ بھی اعانت کرتے، ہرقل (بادشاہ روم) کے تکے کے سو سو مثقال ہر شخص بھیجتا، ہاشم حوضوں کی تیاری کا انتظام کرتے جن کا محل وقوع مقام چاہ زمزم ہوتا، ان میں مکّے کے کنوؤں سے پانی لاتے اور بھر دیتے، حاجی یہی پانی پیتے تھے، یوم الترّویہ (۸-ذی حجہ) ہی سے حاجیوں کی ضیافت کا سامان ہوتا اور مکہ و منٰی (منا) و مقام اجتماع حجاج (جمع) و عرفات پر اُن کو کھانا کھلایا جاتا، گوشت روٹی، گھی روٹی، اور چھوارے ستّو کی ثرید بنا بنا کے دی جاتی، سب کے لئے پانی کا اہتمام ہوتا اور باوصف اس کے کہ حوضوں میں پانی کی کمی ہوتی پھر بھی منا میں سب کو پانی پلوایا جاتا، مناسک حج سے فارغ ہو کر منا سے جب لوگ واپس آتے تو اُس وقت ضیافت ختم ہوتی اور لوگ اپنے اپنے مقام پر چلے جاتے۔

تجارتی معاہدات

عبداللہ بن نوفل بن الحارث کہتے ہیں: ہاشم ایک شریف آدمی تھے، قیصر سے قریش کے لئے انھیں نے یہ عہد لیا تھا کہ امن و امان و حفاظت کے ساتھ سفر کر سکیں، سڑکوں اور راستوں پر اپنا مال و اسباب لے کے گزریں تو کرایہ و محصول نہ دینا پڑے۔ قیصر نے یہ اجازت نامہ لکھ دیا اور نجاشی (فرمانروائے حبشہ) کو بھی لکھا کہ قریش کو اپنے ملک میں داخل ہونے دے، یہ لوگ تجارت پیشہ تھے (اور اسی لئے ان ممالک میں سفر کرنے کی انھیں ضرورت لاحق تھی)۔

عقدِ نکاح

قریش کے ایک قافلے کے ساتھ کہ تجارتی مال و اسباب سے مملو تھا۔ ہاشم بھی ہو لئے، راستہ مدینے پر سے گزرتا تھا، قافلہ مقام سوق النبط میں فروکش ہوا (سوق النبط: نبطی قوم کا بازار) یہاں ایسے بازار میں پہنچے جو سال میں ایک ہی مرتبہ لگتا اور سب لوگ ۴۶
اُس میں مجتمع ہوتے۔ قافلے والوں نے خرید و فروخت کی اور داد و ستد ہوئی۔

ایک مقام پر کہ بر سر بازار واقع تھا اہل قافلہ کو ایک عورت نظر پڑی۔ ہاشم نے دیکھا کہ اس عورت کو جو چیزیں خریدنی ہیں اُن کے متعلق احکام دے رہی ہے یہ عورت دور اندیش، مستقل مزاج صاحب جمال نظر آئی۔

ہاشم نے دریافت کیا: یہ بیوہ ہے یا شوہر دار؟

معلوم ہوا: بیوہ ہے، اُحیحَہ بن الجُلاح کے عقد نکاح میں تھی، عمرو و معبد، دو لڑکے بھی اُس کے صلب سے پیدا ہوئے، پھر اُس نے جدا کر دیا، اپنی قوم میں عزیز و شریف ہونے کے باعث یہ عورت اُس وقت تک کسی کے نکاح میں نہ آتی جب تک یہ شرط نہ ہو جاتی کہ اُس کی عنان اختیار اُسی کے ہاتھ میں رہے گی، کسی شوہر سے نفرت و کراہت آتی تو اُس سے جدا ہو جاتی (یعنی خود اُس کو طلاق دے دیتی) اس کا نام سلمیٰ تھا، بنت عمرو ابن زید ابن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجّار۔

ہاشم نے اُس کو پیغام دیا، اُن کی شرافت و نسب کا جب حال معلوم ہوا تو وہ راضی ہو گئی اور اُن کے نکاح میں آگئی، ہاشم اُس کے پاس آئے۔ اور دعوت ولیمہ کی طیاری کی، قافلے کے جو لوگ وہاں تھے سب کو بلایا، تعداد میں یہ چالیس قریشی تھے، بنی عبد مناف و بنی مخزوم و بنی سہم کے کچھ لوگ بھی ان میں تھے، قبیلہ خزرج (اہل مدینہ) کے بعض افراد کو بھی دعوت دی اور سب کے ساتھ چند روز وہاں مقیم رہے۔

سلمیٰ حاملہ ہوئیں، عبدالمطلب پیدا ہوئے جن کے سر میں شَیبہ تھا۔ (یعنی سر میں کچھ بال سفید تھے) اسی مناسبت سے اُن کا نام شیبہ رکھا گیا۔

وفات اور وصیّت

ہاشم مع اپنے ہمراہیوں کے وہاں سے شام کو روانہ ہوئے، غزّہ میں پہنچے تھے کہ بیماری کی شکایت پیدا ہوئی، لوگ ٹھہر گئے اور اس وقت تک ٹھہرے رہے کہ ہاشم نے وفات پائی، غزّہ ہی میں ان کو دفن کیا اور اُن کا ترکہ لے کے اُن کے لڑکوں کے پاس واپس آئے۔ کہا جاتا ہے کہ ابو رہم بن عبد العزّیٰ العامری کہ عامر بن لوّی کے خاندان سے تھے

اور اُن دونوں خود بیس برس کے لڑکے تھے۔ فرزندان ہاشم کے پاس یہ ترکہ لے کے آئے تھے۔

محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں: ہاشم بن عبد مناف نے اپنے بھائی مطلب ابن عبد مناف کو اپنا وصی بنایا تھا، یہی باعث ہے کہ بنی ہاشم و بنی عبد المطلب آج تک ایک ہیں، اور بنی عبد شمس و بنی نوفل فرزندان عبد مناف (بھی اسی طرح) اب تک (یعنی تا بعہد مصنف) یک دست ہیں۔

اولاد

ہشام بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: ہاشم بن عبد مناف کے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں:

(۱) شَیبۃ الحمد، انھیں کو عبد المطلب کہتے ہیں، یہ اپنے مرتے دم تک قریش کے سردار رہے۔

(۲) الف۔ رُقیّہ بنت ہاشم، ہنوز لڑکی ہی تھیں۔ اُٹھان بھی نہ ہوا تھا کہ انتقال کر گئیں، ان دونوں بھائی بہنوں کی ماں سلمٰی تھیں، بنت عَمرو ابن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار، ان کے دونوں ماں جائے بھائی عمرو و معبد تھے، ابنائے اُحَیحہ بن الجلاح بن الحریش بن جَحجبا بن کُلفَہ بن عوف بن عمر بن عوف بن الاوس۔

(۳) ابو صیفی بن ہاشم، ان کا نام عمرو تھا، یہ سب میں بڑے تھے

(۴) صیفی بن ہاشم، ان دونوں بھائیوں کی ماں ہند تھیں، بنت عمرو بن ثعلبۃ بن الحارث بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف ابن الخزرج، ان کے ماں جائے بھائی مخرمہ تھے، ابن المطلب بن عبد مناف بن قُصَیّ۔

(۵) اسد بن ہاشم، ان کی ماں قیلہ تھیں، لقب یہ جزور، بنت عامر بن مالک بن جذیمہ کہ انھیں کو

اَلْمُصْطَلِق[1] بھی کہتے ہیں، وہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے۔

(۶) نضلہ بن ہاشم۔

(۷) ب۔ شفاء بنتِ ہاشم۔

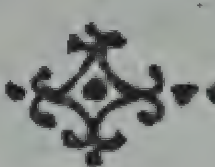
(۸) ج۔ رُقیہ بنت ہاشم۔ ان تینوں کی ماں اُمیہ تھیں، بنت عدی ابن عبداللہ بن دینار بن مالک بن سلامان بن سعد، کہ قبیلۂ قضاعہ کے تھے، ان کے دونوں ماں جائے بھائی نُفَیل و عمرو تھے، نُفَیل بن عبد العزیٰ العدوی وعمرو بن ربیعۃ بن الحارث بن حُبَیب بن حزیمۃ بن مالک بن حسل بن عامر ابن لویؓ۔

(۹) د ضعیفۃ بنت ہاشم۔

(۱۰) ھ۔ خالدہ بنت ہاشم، ان کی ماں اُمّ عبداللہ تھیں جن کا نام واقدہ بنت ابی عَدِی تھا۔ ابوعدی کے بجائے عَدِیّ بھی کہا گیا ہے، اصل نام عامر تھا۔ ابن عبد نُہم بن زید بن مازن بن صعصعۃ۔

(۱۱) و حَیّہ بن ہاشم، ان کی ماں عَدِیّ تھیں، بنت حُبَیب بن الحارث ابن مالک بن حُطَیط بن جُشَم بن قسِیّ کہ انھیں کو ثقیف کہتے ہیں۔

ہاشم کا مرثیہ



ہاشم کی کنیت ابو یزید تھی، اور بعض لوگ کہتے ہیں: وہ اپنے بیٹے اسد ابن ہاشم کے نام پر کنیت کرتے تھے (یعنی ابو اسد) ہاشم کی وفات پر اُن کی اولاد نے بہت سے مرثیے کہے جن میں ایک مرثیہ خالدہ بنت ہاشم کا ہے کہ محمد بن عمر نے اس کی روایت اپنے راویوں کے حوالے سے کی ہے لیکن اس کے اشعار میں کمزوریاں ہیں:

---

[1] اَلْمُصْطَلِق: خوش آواز۔ اچھا نغمہ سرا، جَذِیمہ بن سعد بن عمرو خزاعی کو یہ لقب ان کے حسنِ صورت کی بنا پر ملا تھا، قبیلۂ خزاعہ کے پہلے مغنی وہی ہیں۔

بَكَرَ النَّعِيُّ بِخَيْرِ مَنْ وَطِیَ الْحَصٰی ذِی الْمَكْرُمَاتِ وَذِی الْفِعَالِ الْفَاضِلِ

(پیغام گوئی مرگ نے سویرے ہی ایسے شخص کی موت کی خبر سنائی جو زمین پر چلنے والوں میں سب سے اچھا ذی مکرمت و صاحب افعال بزرگ تھا)

بِالسَّیِّدِ الْغَمْرِ السَّمَیْدَعِ ذِی النُّهٰی مَاضِی الْعَزِیْمَةِ غَیْرِ نِکْسٍ وَاغِلِ

(ایسے شخص کی سنائی جو سردار تھا، وسیع الاخلاق کریم تھا، شریف و سخی و شجاع و متواضع تھا، دانشمند تھا، نافذ العزم تھا، ضعیف الرائے بیر فرتوت نہ تھا اور نہ سفلہ و کمینہ پست ہمت آدمی تھا)

زَیْنِ الْعَشِیْرَةِ کُلِّهَا وَرَبِیْعِهَا فِی الْمُطْبِقَاتِ وَفِی الزَّمَانِ الْمَاحِلِ

(متواتر خشک سالی و قحط کے زمانے میں وہ تمام خاندان کی زینت و رونق و بہار کا باعث تھا)

اِنَّ الْمُهَذَّبَ مِنْ لُؤَیٍّ کُلِّهَا بِالشَّامِ بَیْنَ صَفَائِحٍ وَجَنَادِلِ

(تمام خاندان لؤی کا مہذب ترین ملک شام میں اس وقت آغشتۂ سنگ و خاک ہے)

فَابْکِی عَلَیْهِ مَا بَقِیْتِ بِعَوْلَةٍ فَلَقَدْ رُزِئْتِ اَخَا نَدًی وَفَوَاضِلِ

(تو جب تک زندہ ہے اُس پر زار زار روتی رہ اس لیے کہ تجھے ایسے بزرگ کی مصیبت اٹھانی پڑی ہے جو صاحب فیض و بزرگی تھا)

وَلَقَدْ رُزِئْتِ قَرِیْعَ فِهْرٍ کُلِّهَا وَرَئِیْسَهَا فِی کُلِّ اَمْرٍ شَامِلِ

(تجھے ایسے شخص کی مصیبت اٹھانی پڑی ہے جو تمام قبیلۂ فہر کا سردار تھا اور ہر ایک امر عام و شامل میں سب کا رئیس مانا جاتا تھا)

شفاء بنت ہاشم کہتی ہیں:

عَیْنُ جُوْدِیْ بِعَبْرَةٍ وَسُجُوْمٍ وَاسْفَحِی الدَّمْعَ لِلْجَوَادِ الْکَرِیْمِ

(اے آنکھ اشکبار ہو اور اُس فیاض و کریم بزرگ کے لیے آنسو بہا)

لہاشم الخیر ذی الجلالۃ والمجد وذی الباع والندیٰ والصمیم

(خیر و خوبی والے ہاشم کے لیے جو صاحب جاہ و جلال و بزرگی تھا، قوت دار حوصلہ مند فیاض اور خالص و مخلص آدمی تھا)

عین واستعبری وسحی وجمی لابیک المسود المعلوم

(اے آنکھ اپنے باپ کے لیے جو مشہور سردار قوم تھا رو اور خوب رو اور روتی رہ)

وربیع للمجتدین وحرز ولزاز لکل امر عظیم

(جو حاجتمندوں کے حق میں بہار تھا اور ہر ایک بڑے سے بڑے کام کے لئے تعویذ یا سبب حفظ و امن تھا اور دروازۂ مفاسد کو بند رکھنے والا دستہ تھا)

شمری نماہ للعز صقر شامخ البیت من سراۃ الادیم

(تجربہ کار نافذ العزم شہباز کہ عزت ہی کے لیے اس کا نشوونما ہوا تھا اور اشراف روئے زمین کے گھرانوں میں اس کا گھر سب سے پرانا اور شریف تھا)

شیظمی مہذب ذی فضول ابیحی مثل القناۃ وسیم

(تنومند بلند بالا فصیح و بلیغ شیر مرد، مہذب، صاحب فضائل سردار قوم جو خوش رو و خوش شکل و خوش منظر بھی تھا)

غالبی سمیدع احوذی باسل ماجد مضرحی حلیم

(سردار غالب الاطوار حاذق و قہار جس کا شجرۂ مجد و کرم تناور تھا اور جو خود ایک فیاض و بردبار سر گروہ و سالار تھا)

صادق الباس فی المواطن شہم ماجد الجد غیر نکس ذمیم

(معرکوں میں راست باز بہادر و بزرگ آدمی جو سفلہ و ضعیف و پست ہمت بھی نہ تھا اور نہ خصلتوں کا برا تھا)

عبد المطلب

۴۸

محمدؒ بن عمر بن واقد الاسلمی کہتے ہیں: مطلب بن عبد مناف بن قصی، ہاشم اور عبد شمس دونوں سے بڑے تھے، قریش کے لئے نجاشی سے انھیں نے تجارتی عہد نامہ حاصل کیا تھا، وہ اپنی قوم میں شریف تھے، سردار تھے۔ اور اُن کی اطاعت کی جاتی تھی: جود وکرم کے باعث قریش انھیں اَلفَیض، کہتے تھے (یعنی فیاض) ہاشم کے بعد سقایہ و رفادہ کے وہی متولی ہوئے، وہ اس باب میں کہتے ہیں:

وَابْلِغْ لَدَیْكَ بَنِی هَاشِمٍ بِمَا قَدْ فَعَلْنَا وَلَمْ نُؤْمَرْ

(ہم نے جو کچھ کیا ہے اور بغیر کسی حکم کے جو کام ہم سے ہوا ہے بنی ہاشم کو اپنے پاس بلا کے اُس کی اطلاع دے دے)

أَقَمْنَا لِنَسْقِی حَجِیجَ الْحَرَا مِ اِذْ تُرِكَ الْمَجْدُ لَمْ یُؤْثَرْ

(ایسی حالت میں کہ مجد و شرف متروک ہو چکا تھا ہم نے حاجیانِ بیت الحرام کو پانی پلانے کا انتظام کیا)

نَسُوقُ الْحَجِیجَ لِاَبْیَاتِنَا كَأَنَّهُمْ بَقَرٌ تُحْشَرُ

(حاجیوں کو ہم اپنے گھروں میں اس طرح کھینچ لاتے ہیں کہ گویا وہ اجتماعی طور پر گائے بیل ہیں جو بے عذر کھنچے چلے آتے ہیں)

ثابت بن المنذر بن حرام کہ حسانؓ بن ثابت شاعر (جناب نبویؐ) کے والد تھے، عمرہ کے لئے (مدینۂ مبارکہ سے) مکے میں آئے، یہاں مطلب سے ملے جو اُن کے دوست تھے (باتوں باتوں میں) اُن سے کہا:

اگر تو اپنے بھتیجے شیبہ کو ہمارے قبیلے میں دیکھتا تو (اُس کے شکل و شمائل میں) تجھے خوبی و خوبروئی و ہیبت و شرافت نظر آتی، میں نے دیکھا کہ وہ اپنے ماموں زاد بھائیوں میں تیر اندازی کر رہا ہے اور اس شان سے تیر اندازی کر رہا ہے کہ نشانِ آموزی[1] کے دونوں تیر میرے کفِ دست جیسے مقدار کے ہدف میں داخل ہو جاتے ہیں، جب تیر نشانے پر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے: انا ابن عمرو العلی (میں بلند مرتبہ عمرو کا فرزند ہوں)

مُطلب نے کہا: میں تو جب تک وہاں نہ جاؤں اور اس کو ساتھ نہ لاؤں اتنی بھی تاخیر نہیں کر سکتا کہ شام ہو جائے (یعنی اتنی عجلت ہے کہ آج کے دن تمام ہونے کا انتظار کرنا بھی ممکن نہیں)

ثابت نے کہا: میری رائے میں اُسے نہ تو سلمٰی تیرے سپرد کردے گی اور نہ اس کے ماموں تجھے (لے جانے) دیں گے، اگر تو اُسے وہیں رہنے دے کہ اپنے ننھیال میں اُس وقت تک رہے کہ خود بخود تیرے پاس برضا و رغبت آجائے، تو اس میں تیرا ہرج کیا ہے؟

مُطلب نے کہا: ابو اوس! میں تو اُسے وہاں نہ چھوڑوں گا کہ اپنی قوم کے مآثر و فضائل سے بیگانہ بنا رہے، تجھے یہ تو معلوم ہی ہے کہ اس کا حسب[2] و نسب و مجد و شرف سب کچھ اس کی قوم ہی کے ساتھ ہے۔

مُطلب مکے سے نکل کے چلے اور مدینے میں پہنچ کے ایک گوشے میں فروکش ہوئے، شیبہ کو دریافت کرتے رہے، حتیٰ کہ اپنے ننھیالی لڑکوں میں تیر اندازی کرتے ہوئے وہ مل گئے، مُطلب نے دیکھا تو باپ کی شباہت اُن میں نظر آئی، پہچان لیا۔ آنکھیں اشکبار

---

[1] نشانہ آموزی کے تیر اصل میں، اس کے لئے لفظ مرماۃ ہے جس سے مراد وہ کمزور تیر ہے کہ لڑکے اس سے تیر اندازی سیکھتے تھے ہر ایک لڑکے کے پاس ایسے ایسے دو تیر ہوا کرتے، اسی لئے اصل میں بھی لفظ تثنیہ وارد ہے۔

[2] حسب، اصل میں لفظ سطہ آیا ہے، وَسِطَةُ الرَّجل حسبہ۔

ہوئیں گلے سے لگایا، حلۂ یمانی پہنایا اور کہنے لگے:

عرفت شیبة والنجار قد جعلت　　ابناؤها حوله بالنبل تنتضل

(میں نے شیبہ کو پہچان لیا اور ایسی حالت میں پہچانا کہ قبیلۂ بنی نجار کے لڑکے اس کے گرد تیر اندازی کے لیے مجمع کیے ہوئے تھے)

عرفت اجلاده منا وشيمته　　ففاض مني عليه وابل سبل

میں نے پہچان لیا کہ اس کا زور بازو و طور و طریق ہم ہی میں سے ہے۔ اور یہ پہچان کر میری آنکھیں اس پر آنسوؤں کے ڈونگڑے برسانے لگیں)

سلمٰی نے پیغام بھیج کر مطلب کو اپنے یہاں فروکش ہونے کی دعوت دی، جس کے جواب میں مطلب نے کہا:

میری حالت اس (تکلف) سے بہت ہی سبک واقع ہوئی ہے، میں جب تک اپنے بھتیجے کو نہ پاؤں گا اور اسے اس کے شہر و قوم میں نہ لے جاؤں گا اس وقت تک گرہ بھی نہیں کھولنا چاہتا۔

سلمٰی نے کہا: میں تو اس کو تیرے ساتھ بھیجنے کی نہیں،

سلمٰی نے اس جواب میں مطلب کے ساتھ درشتی و خشونت ظاہر کی تو انھوں نے کہا: ایسا نہ کر، میں تو بغیر اس کو ساتھ لیے واپس جانے والا نہیں، میرا بھتیجا سن شعور کو پہنچ چکا ہے، اور غیر قوم میں ہے، اور اجنبی ہے۔ ہم لوگ اس خاندان کے ہیں کہ ہماری قوم کی شرافت اور اپنے قومی شہر میں قیام کرنا یہاں کی اقامت سے اس کے لئے بہتر ہے، اور

49 وہ جہاں کہیں بھی ہو بہر حال تیرا ہی لڑکا ہے،

سلمٰی نے جب دیکھا کہ شیبہ کو ساتھ لے گئے بغیر مطلب (اپنی کوشش میں) کمی کرنے والے نہیں، تو ان سے تین دن کی مہلت طلب کی، اور اب مطلب بھی نقل مکان کر کے انھیں کے ہاں فروکش ہو گئے، تین دن تک ٹھیرنے کے بعد شیبہ کو لے کے چل کھڑے ہوئے اور بہ روایت

ہشام بن محمد (اس موقع پر) مطلب نے یہ شعر پڑھے:

أَبْلِغْ بَنِي النَّجَّارِ إِنْ جِئْتَهُمْ أَنِّي مِنْهُمْ وَابْنُهُمْ وَالْخَمِيسْ

(بنی نجار کے پاس آنا تو ان سے کہدینا کہ میں بھی اور ان کا لڑکا بھی یہ جماعت کی جماعت سب انہیں میں سے ہے)

رَأَيْتُهُمْ قَوْمًا إِذَا جِئْتَهُمْ هَوُوا لِقَائِي وَأَحَبُّوا حَسِيسِي

(میں نے دیکھا کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس آئے تو وہ میری ملاقات کے خواہشمند ہوتے ہیں اور میری آہٹ سے بھی الفت رکھتے ہیں)

(ان دونوں شعروں کی روایت تو ہشام بن محمد نے اپنے والد سے کی ہے، اب آگے پھر وہی محمد بن عمر والی روایت شروع ہوتی ہے)

شیبہ کا نام عبد المطلب کیوں پڑا؟

محمد بن عمر کہتے ہیں: مطلب شیبہ کو لیے ہوئے ظہر کے وقت مکے پہنچے، قریش نے (یہ دیکھ کے) کہا:

هذا عبد المطلب (یہ مطلب کا غلام ہے)

مطلب نے کہا: ہائیں، افسوس، یہ تو حقیقت میں میرا بھتیجا شیبہ ابن عمرو ہے،

لوگوں نے (بنظر امعان) شیبہ کو جب دیکھ لیا تو (پہچان کے) سب نے کہا: ابنہ لعمری (میری جان کی قسم یہ تو عمرو کا لڑکا ہے)

اُس وقت سے عبد المطلب برابر مکے ہی میں مقیم رہے تا آں کہ سن بلوغ کو پہنچے اور جوان ہوئے۔

آبائی میراثِ اعزازی

مطلب بن عبد مناف نے تجارت کی غرض سے یمن کا سفر کیا تھا، وہاں مقام ردمان میں انتقال کر گئے، اُن کے بعد رفادہ وسقایہ کے عبدالمطلب ابن ہاشم متولی ہوئے اور یہ مناصب ہمیشہ انھیں کے ہاتھ میں رہے، حاجیوں کو کھانا کھلاتے، پانی پلاتے، مکے میں کئی حوض بنوا لیے تھے کہ انھیں سے حاجیوں کو سیراب کراتے، جب زمزم سے پانی پلانے کا آغاز ہوا تو مکے میں حوضوں کے ذریعے پانی پلانے کا دستور بند ہو گیا اور عبدالمطلب نے حجاج کو زمزم ہی سے پانی پلوانا شروع کیا، اس کا سر آغاز اُس وقت سے ہوا جب زمزم کو از سر نو کھود کے جاری کیا ہے یہی پانی عرفات تک پہونچاتے تھے اور وہاں بھی سب کو پلواتے تھے۔

چشمۂ زمزم

زمزم اللہ تعالیٰ کی جانب سے پانی پینے کے لئے تھا، خواب میں کئی مرتبہ عبدالمطلب کو بشارت ہوئی، کھودنے کا حکم ملا۔ اور وہ جگہ بھی بتادی گئی (ایک رات بحالت رویا) کہا گیا:

طیبہ کو کھود ڈال۔

اُنھوں نے پوچھا: طیبہ کیا ہے؟

دوسرے دن پھر آ کے کہا: بَرّہ کو کھود۔

اُنھوں نے پوچھا: برہ کیا ہے؟

تیسرے دن وہ اپنی خوابگاہ میں استراحت کر رہے تھے کہ خواب میں

ایک شخص آ کے کہتا ہے: مَضْنُونَۃَ کو کھود۔
انھوں نے پوچھا:
مضنونۃ کیا ہے بیان کر تو کیا کہتا ہے؟
چوتھی شب میں پھر آ کے کہا: احفر زمزم (زمزم کو کھود)
انھوں نے پوچھا: وما زمزم (زمزم کیا ہے؟)
جواب دیا: لا تنزح ولا تذم، تسقی الحجیج الاعظم
وھی بین الفرث والدم، عند نقرۃ الغراب الاعصم (زمزم وہ ہے کہ نہ اس کا پانی ختم ہوگا نہ اس کی مذمت کی جاسکے گی، حاجیوں کو خاطرخواہ سیراب کرے گا، یہ گندگی اور خون کے درمیان اس جگہ واقع ہے جہاں غراب اعصم منقار سے کرید تا رہتا ہے)۔
محمد بن عمر کہتے ہیں کہ ذبیح کی جگہ سے جہاں گندگی اور خون جمع رہتا، غراب اعصم وہاں سے ہٹتا ہی نہ تھا۔
وھی شرب لك ولولدك من بعدك (اسی خواب میں عبدالمطلب کو یہ بھی بشارت ہوئی کہ یہ تیرے پینے کے لئے اور تیرے بعد تیری اولاد کے پینے کے لئے ہے)
عبدالمطلب نے زمین کھودنے، مٹی پھینکنے، پانی نکالنے کے سامان وآلات لیے اور اپنے بیٹے حارث بن عبدالمطلب کو ساتھ لیا کہ اس وقت تک بجز ان کے اور کوئی دوسرا لڑکا نہ تھا، کدال اور پھاوڑے سے عبدالمطلب زمین کھودتے تھے۔ مٹی کو برتن میں بھر دیتے تھے جسے حارث اٹھا اٹھا کے باہر ڈال دیتے تھے۔ تین دن تک کھودتے رہے جس کے بعد زمزم کا نشان ملا، عبدالمطلب نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور کہا:

لہ غراب اعصم: وہ کوا جس کے دونوں پاؤں اور چونچ سرخ رنگ کے ہوں اور اس کے پروں میں کچھ سفیدی ہو۔ اس زمانے میں اسی رنگ کا ایک کوا مقام زمزم پر آ آ کے بیٹھتا تھا۔ زمزم تو باقی نہ رہا تھا البتہ اس کی جگہ قریش قربانی کیا کرتے تھے اور اسی باعث سے وہ کوا وہاں سے ہٹتا نہ تھا۔

هذا طوى اسماعيل (یہ وہی زمزم ہے جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے جاری ہوا تھا اور بعد کو پٹ گیا)



اب قریش نے بھی جان لیا کہ عبدالمطلب نے پانی تک دسترس حاصل کرلی۔ لہٰذا سب نے آکے کہا: ہمیں بھی اس میں شریک کرو۔

عبدالمطلب نے کہا: میں تو شریک کرنے والا نہیں، یہ امر میرے ہی ساتھ مخصوص ہے، تمہارا اس میں لگاؤ نہیں، اس معاملے میں جسے چاہو ثالث مقرر کرلو کہ اس سے محاکمہ کریں اور وہ فیصلہ کردے۔

قریش نے کہا: ہُذَیم، کہ قبیلہ بنی سعد کی کاہنہ ہے، یہ کاہنہ مقام معان، میں مقیم تھی جو شام کے نواح میں واقع ہے۔

آخر سب لوگ اُسی کے ہاں چلے، عبدالمطلب کی معیت میں اولاد عبدمناف سے بیس آدمی تھے، اور قریش نے بھی اپنے قبائل میں سے بیس
آدمی لیے تھے، شام کے راستے میں جب یہ لوگ فقیر، یا اُس کے قریب تک ۵۰
پہنچے تو سب کے ہاں پانی کا ذخیرہ ختم ہوچکا تھا (فقیر ایک سوکھے نالے کے مخرج کا نام تھا جس میں کبھی پانی رہا ہوگا مگر ان دنوں مدتوں سے خشک پڑا تھا) تشنگی کا غلبہ ہوا تو سب نے عبدالمطلب سے کہا: کیا رائے ہے؟

جواب دیا: یہ موت ہے، بہتر یہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنے لئے ایک ایک گڑھا (قبر) کھود رکھے، جب کوئی مرے تو ساتھ والے اُسے دفن کردیا کریں، حتیٰ کہ آخر میں صرف ایک شخص رہ جائے کہ اُسے ضائع ہونے کی موت مرنا پڑے (یعنی مرے پیچھے کوئی اُس کو قبر میں دفن کرنے والا نہ ہو) یہ صورت اس سے آسان ہے کہ تم سب کے سب مرجاؤ اور کوئی کسی کو دفن نہ کرسکے،

سب لوگ (اسی رائے کے مطابق) وہیں ٹھہر گئے اور بیٹھ کے موت کا انتظار کرنے لگے۔

قدرتی فیصلہ

عبدالمطلب نے یہ دیکھ کے کہ سب کے سب موت کے منتظر بیٹھے ہیں لوگوں سے خطاب کیا:

خدا کی قسم، خود کو اپنے ہاتھوں اس طرح تہلکے میں ڈالنا تو بڑی عاجزی و بے بسی کی بات ہے، ہم کیوں نہ چلیں پھریں، قدم بڑھائیں (بیٹھے کیوں رہیں؟) شاید اس علاقے میں کہیں نہ کہیں اللہ تعالیٰ ہمیں پانی عطا فرمائے۔ یہ سن کے سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، عبدالمطلب بھی اپنے سامان کے پاس آئے اور سوار ہو کے چلے، سواری چلی ہی تھی کہ اس کے سُم کے نیچے سے ایک چشمۂ آب شیریں نمودار ہوا، عبدالمطلب اور ان کے ہمراہیوں نے تکبیر کہی اور سب نے پانی پیا۔ قریش کے افراد قبائل کو بھی بُلا کے کہا:

هلمّوا الى الماءِ الرّواءِ فقد سقانا الله

(یہ لو آب زلال وصافی، کہ خود اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیراب فرمایا) سب نے پانی پیا اور پلایا اور کہا:

قد قضی لك علینا، الذی سقاك هذا الماء بهذه الفلاة هو الذی سقاك زمزم، فوالله لا نخاصمك فیها ابداً (حقیقت یہ ہے کہ ہمارے خلاف تیرے حق میں فیصلہ ہو چکا جس نے اس دشت میں تجھے یہ پانی عطا فرما کے سیراب کیا ہے اُسی نے آب زمزم بھی تجھ کو عنایت فرمایا ہے، خدا کی قسم، ہم اس باب میں کبھی تجھ سے مخاصمت نہ کریں گے)

یہ سن کے عبدالمطلب نے مراجعت کی، ساتھ ہی وہ سب لوگ بھی واپس آئے، کاہنہ تک کوئی نہ گیا اور زمزم کو عبدالمطلب کے لیے چھوڑ دیا۔

دوسری روایت

معتمر بن سلیمان الیتمی کہتے ہیں: میں نے اپنے والد کو ابو مجلز سے روایت کرتے سنا کہ خواب میں کسی نے عبدالمطلب سے آکے کہا: کھود۔ عبدالمطلب نے پوچھا: کہاں؟ جواب دیا: وہاں، وہاں۔ عبدالمطلب نے اس پر عمل نہ کیا تو پھر خواب میں آکر ان سے کہا گیا: کھود، اس جگہ کھود جہاں گندگی ہے، جہاں دیمک ہے، جہاں قبیلہ خزاعہ کی نشست گاہ ہے۔

عبدالمطلب نے کھودا تو ایک ہرن ملا، ہتھیار ملا، اور بوسیدہ کپڑے ملے۔

قوم نے جب مال غنیمت دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا عبدالمطلب سے لڑنا چاہتے ہیں۔ اس حالت میں عبدالمطلب نے منت مانی کہ اگر ان کے دس لڑکے ہوئے تو ایک کو قربانی کریں گے،

جب دسوں پیدا ہو چکے اور عبدالمطلب نے عبداللہ کو قربانی کرنا چاہا تو قبیلۂ بنی زہرہ نے روک دیا اور کہا: عبداللہ کے اور اتنے اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالو، قرعہ ڈالا نو سات مرتبہ عبداللہ پر قرعہ پڑا اور ایک مرتبہ اونٹوں پر۔

سلیمان کہتے ہیں:

میں نہیں جانتا کہ سات کی تعداد ابو مجلز نے کہی تھی، یا نہیں، آخر کو یہ ہوا کہ عبدالمطلب نے عبداللہ کو تو رہنے دیا اور اونٹوں کی قربانی کی۔

یہاں تک تو ابو مجلز کی روایت تھی، اب آگے پھر محمد بن عمر کی روایت شروع ہوتی ہے۔

دفینۂ قدیمہ

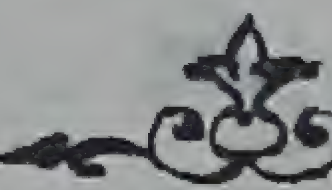
محمد بن عمر کہتے ہیں: جس وقت قبیلۂ جرہم نے محسوس کیا کہ مکے سے

اب اُن کو چلا جانا ہے تو ہرن، سات قلعی تلواریں[1]، اور پانچ مکمل زرہیں دفن کر دی تھیں جن کو عبد المطلب نے برآمد کیا۔

عبد المطلب کا شیوہ خدا پرستی تھا، ظلم و ستم و فسق و فجور کو اعظم المنکرات سمجھتے تھے۔ انھوں نے دونوں غزال، کہ سونے کے تھے۔ کعبے کے سامنے چڑھا دیے، تلواریں (خانۂ کعبہ کے) دونوں دروازوں پر لٹکا دیں کہ خزانۂ کعبہ محفوظ رہے، اور کنجی اور قفل سونے کا بنا کے لگا دیا۔

ابن عباس کہتے ہیں: یہ غزال قبیلۂ جرہم کا تھا، عبد المطلب نے جب زمزم کی کھدائی شروع کی تو غزال (ہرن) اور قلعی تلواریں بھی (کھود کے) نکالیں، ان پر قداح[2] ڈالے تو سب کعبے کے لئے نکلیں، یہ سونے کی چیزیں تھیں جو کعبے کے دروازے پر چڑھا دیں، مگر قریش کے تین شخصوں نے (ڈاکا کر کے) انھیں چرا لیا۔

مُحالفہ



۵۱ ہشام بن محمد نے اپنے والد سے، عبد المجید بن ابی عبس سے، اور ابو المقوّم وغیرہم سے روایت کی ہے کہ ان سب نے بیان کیا کہ تمام قریش میں عبد المطلب سب سے زیادہ خوش رو، سب سے زیادہ بلند بالا، سب سے زیادہ بردبار و متحمل مزاج، سب سے زیادہ فیاض، اور سب سے زیادہ ان مہلکات سے دور رہنے والے شخص تھے جو لوگوں کی حالت و حیثیت بگاڑ دیا کرتے ہیں۔ کبھی ایسا اتفاق نہیں پیش آیا کہ کسی بادشاہ نے انھیں دیکھ کے ان کی تعظیم و تکریم

[1] قلعی تلواریں: سیوف قلعیۃ، بادیۂ عرب میں ایک مقام مَرج القلعۃ، تھا جہاں کی تلواریں نہایت عمدہ ہوتی تھیں شمشیر قلعی اسی مقام سے منسوب ہے۔

[2] قداح، جمع قدح: فال دیکھنے اور شگون لینے کے تیر جاہلیت عرب میں اس کا عام دستور تھا اور اس طریقے کو قداحۃ کہتے تھے، میسر جس کی تحریم کلام اللہ نے کی یہ رسم بھی اسی کی ایک قسم تھی۔

نہ کی ہو اور اُن کی سفارش نہ مانی ہو، وہ جب تک زندہ رہے قریش کے سردار بنے رہے، قبیلہ خزاعہ کے کچھ لوگوں نے آکے اُن سے کہا: نحن قوم متجاورون فی الدار ھلمّ فلحالفك (ہم سب لوگ گھر کے اعتبار سے آپس میں ہمسایہ و ہم جوار ہیں، لہٰذا آؤ محالفہ یعنی باہمی امداد و نصرت کا عہد و پیمان کرلیں)

عبدالمطلب نے یہ درخواست قبول کرلی اور سات شخصوں کو لے کے چلے جو اولاد مُطّلب (ابن عبد مناف) وارقم بن نضلة بن ہاشم وضحاک وعمرو فرزندانِ ابوصیفی بن ہاشم تھے، اس میں نہ تو فرزندان عبد شمس میں سے کوئی شریک ہوا اور نہ نوفل کی اولاد میں سے کسی نے شرکت کی۔

عبدالمطلب اپنی جماعت کو لئے ہوئے دارالندوہ میں آئے جہاں دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کی مدد و مواسا کے لئے عہد و پیمان کئے اور ایک عہد نامہ لکھ کے خانۂ کعبہ میں لٹکا دیا،

عبدالمطلب اس باب میں کہتے ہیں:

سأوصی زبیرًا ان توافت منیتی　　　بامساك ما بینی وبین بنی عمرو

(اگر میری موت آئی تو میں زبیر کو وصیت کرجاؤں گا کہ میرے اور فرزندانِ عمرو خزاعی کے درمیان جو معاہدہ تھا وہ اس پر قائم رہے اور ٹوٹنے نہ دے)

وان یحفظ الحلف الذی سن شیخہ　　　ولا یلحدن فیہ بظلم ولا غدر

(میں یہ وصیت کرجاؤں گا کہ اُس کے بزرگ نے جو عہد کیا ہے اُس کی حفاظت کرے اور ایسا نہ ہو کہ کسی طرح کے ظلم و غدر کے باعث اس کی خلاف ورزی ہو)

ھم حفظوا الال القدیم وحالفوا　　　اباك فکانوا دون قومك من فھر

(اے زبیر، خاندان فہر کہ وہی تیری قوم والے ہیں ان سب میں سے یہی لوگ ہیں کہ انھوں نے پرانی قسم کی حفاظت کی اور تیرے باپ کے حلیف بنے)

اسی بنا پر عبدالمطلب نے اپنے بیٹے زبیر بن عبدالمطلب کو اس عہد و پیمان کی وصیت کی، زبیر نے ابوطالب سے اور ابوطالب نے یہی وصیت عباس رضی اللہ عنہ ابن عبدالمطلب سے کی تھی۔

نبوّت اور حکومت کی پیشگوئی

مسوّر بن مخرمۃ الزہری کہتے ہیں: عبدالمطلب جب کبھی یمن جاتے تو قوم حمیر کے ایک سرگروہ کے ہاں فروکش ہوتے، ایک مرتبہ کے نزول میں ایک یمنی سے وہیں ملاقات ہوئی جو بہت ہی طویل العمر تھا اور اس نے (قدیم) کتابیں پڑھی تھیں، اُس نے عبدالمطلب سے کہا:

تاذن لی ان افتش مکانا منك؟ (کیا تو مجھ کو اجازت دیتا ہے کہ تیرے جسم میں سے کوئی جگہ ٹٹولوں)

عبدالمطلب نے جواب دیا: لیس کل مکان منی اٰذن لك فی تفتیشہ (میں تجھے ہر جگہ ٹٹولنے کی اجازت تو نہیں دے سکتا)

یمنی نے پھر کہا: انما ھو منخریك (وہ جگہ جو ٹٹولنی ہے صرف تیرے دونوں نتھنے ہیں)

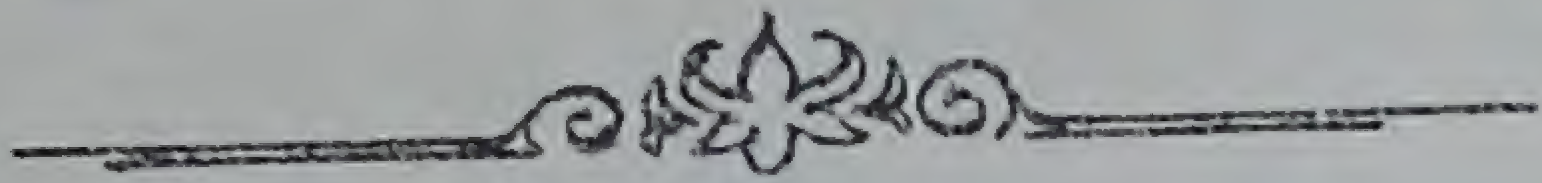
عبدالمطلب نے اجازت دی: فدونك (یہی بات ہے تو بسم اللہ)

یمنی نے عبدالمطلب کے "یار" یعنی نتھنوں کے بال دیکھے اور کہا: اریٰ نبوّۃ واریٰ ملکا واریٰ احدھما فی بنی زھرۃ (میں نبوت دیکھ رہا ہوں، ملک اور حکومت دیکھ رہا ہوں، مگر اُن دونوں میں سے ایک چیز مجھے قبیلہ بنی زہرہ میں نظر آتی ہے)

عبدالمطلب نے اس سفر سے واپس آ کے خود تو ہالہ بنت وُہیب ابن عبدمناف بن زُہرہ سے نکاح کیا اور اپنے بیٹے عبداللہ کا نکاح آمنہ بنت وہب ابن عبدمناف بن زہرہ سے کر دیا جن سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پیدا ہوئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اولاد عبد المطلب کو نبوت و خلافت دونوں عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ (اس خانوادہ شریف کے تقدس و عظمت کو) خوب جانتا ہے جہاں اس نے یہ عطیہ عطا فرمایا ہے۔

خضاب



۵۲ ہشام بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان سے مدینے کے ایک شخص نے جعفر بن عبد الرحمن بن المسور بن مخرمہ سے روایت کی جو اپنے والد (عبد الرحمن بن المسور) سے راوی تھے، ان دونوں راویوں کا بیان یہ ہے کہ مکے میں جس قریشی نے پہلے پہل وسمے سے خضاب کیا وہ عبد المطلب بن ہاشم تھے (اصل کتاب میں بجائے عبد المطلب کے عبد الملک بن ہاشم مرقوم ہے جسے خطائے مطبعی سمجھنا چاہیئے)

واقعہ یہ ہے کہ عبد المطلب جب یمن جاتے تو ایک حمیری سردار کے گھر اترتے، عبد المطلب سے اس نے کہا: اگر تو ان سفید بالوں کا رنگ بدل دے تو پھر جوان نظر آئے۔

عبد المطلب نے اجازت دی تو اس کے حکم سے پہلے مہندی کا خضاب لگایا گیا پھر اس پر وسمہ چڑھایا گیا،

عبد المطلب نے کہا: ہمیں اس میں سے بطور زاد سفر کے تھوڑا خضاب دے دینا۔

میزبان نے بہت سا خضاب ان کے ساتھ کر دیا۔ شب میں وہ مکے پہنچے اور دن میں باہر نکلے تو ان کے بال ایسے نظر آئے جیسے کوے کے پر سیاہ ہوں، نتیلہ بنت جناب بن کلیب نے کہ عباس بن عبد المطلب کی ماں تھیں، یہ دیکھ کے کہا: شَیبۃُ الحمد! یہ اگر ہمیشہ رہ جائے تو خوبصورتی ہے،

عبد المطلب نے جواب دیا:

ولو دام لی ھذا السواد حمدتہ فکان بدیلا من شباب قد انصرم

(یہ سیاہی اگر میرے لیے ہمیشہ رہتی تو میں اس کی تعریف کرتا اور اس صورت میں یہ اُس جوانی کا بدلہ ہوتی جو ختم ہو چکی ہے)

تمتعت منہ والحیاۃ قصیرۃ ولا بد من موت نتیلۃ او ھرم

(میں نے اس سے فائدہ تو اٹھایا مگر زندگی تھوڑی ہے اور اے نُتَیْلَہ آخر کار مرنا یا بوڑھا ہونا ضروری ہے)

وماذا الذی یجدی علی المرء خفضہ ونعمۃ یوما اذا عرشہ انھدم

(انسان کو اُس کی فراخی و نعمت بھلا کیا نفع پہنچا سکتی ہے جب کہ ایک دن اس کے تخت کو منہدم ہونا ہی ہے)

فموت مجھیز عاجل لا شوی لہ احب الی من مقالھم حکم

(ان حالات میں لوگوں کی دانش آرائی سے زیادہ محبوب میرے نزدیک وہ موت ہے جو آراستہ ہو، جلد آئے، اور اس میں کسی قسم کی آسانی و سفلگی نہ ہو)

یہی واقعہ تھا جس کے بعد اہل مکہ سیاہ خضاب کرنے لگے۔

منافرہ

محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں کہ مجھ سے دو شخصوں نے روایت کی ہے جن میں ایک تو قبیلۂ بنی کنانہ کے ایک صاحب تھے جنھیں ابن ابی صالح کہتے تھے اور دوسرے ایک ذی علم تھے جو مقام "رقّہ" کے باشندے

اور قبیلۂ بنی اسد کے آزاد غلام تھے، ان دونوں صاحبوں کا بیان یہ ہے کہ عبدالمطلب بن ہاشم وحرب بن امیہ کے درمیان (سفر حبشہ کے دوران میں) منافرہ کی ٹھہری اور دونوں نے نجاشی حبشی (بادشاہ حبشہ) کو حکم قرار دیا مگر اس نے اس بیچ میں پڑنے اور فیصلہ کرنے سے انکار کردیا ناچار نُفَیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قُرط بن رزاح بن عدی بن کعب کی جانب رجوع کرنا پڑا اور وہی حَکَم بنائے گئے، لیکن انھوں نے حرب سے یہ کہا:

اتنافر رجلاً هو اطول منك قامة. واعظم منك هامة، واوسم منك وسامة، واقل منك لامة واكثر منك ولدا، واجزل منك صفدا. واطول منك مذودا؟ (کیا تو ایسے شخص سے منافرہ کرتا ہے جو تجھ سے زیادہ بلند وبالا ہے، تجھ سے زیادہ بڑے سر والا ہے، تجھ سے زیادہ وجیہ ہے، موجبات ملامت وہول وخوف میں تجھ سے بہت کم ہے، تجھ سے زیادہ کثیرالاولاد ہے۔ تجھ سے زیادہ جزیل العطاء وکریم وجواد ہے، تجھ سے زیادہ اس کی زبان[1] لانبی ہے؟)۔

نُفَیل نے بمقابلہ حرب کے عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ کیا، اس پر حرب نے کہا: انّ من انتكاث الزمان ان جعلناك حكما (یہ زمانے کا نقض وابرام ہے، یعنی خراب وفساد ونیرنگی روزگار کی یہ بھی ایک دلیل ہے، کہ ہم نے تجھے حَکَم بنایا۔)

محمد بن السائب کہتے ہیں: جب تک منافرہ نہیں ہوا تھا اور نُفَیل بن عبدالعزیٰ کو، کہ عمرؓ بن الخطاب کے دادا تھے، حَکَم نہیں بنایا تھا، اس وقت تک عبدالمطلب ہی حرب بن امیہ کے ہمنشین وہمدم تھے۔ جب نُفَیل نے عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ کیا تو حرب وعبدالمطلب دونوں جدا ہو گئے اور حرب عبداللہ ابن جُدعان کے ندیم وہمراز ہو گئے۔

---

[1] اردو میں تو زبان درازی برے معنوں میں مستعمل ہے مگر عربوں کے محاورے میں زبان دراز اس شخص کو کہتے ہیں جو نہایت فصیح اللسان ہو۔

طائف میں کامیابی

ابو مسکین کہتے ہیں: طائف میں ایک کنواں (یا چشمہ) عبدالمطلب کی ملکیت میں تھا جسے ذُو الہرم کہتے تھے، یہ ایک زمانے سے قبیلۂ ثقیف کے قبضے میں تھا، عبدالمطلب نے مطالبہ کیا تو انہوں نے انکار کردیا، جُندُب ابن الحارث بن حُبَیِّب بن الحارث بن مالک بن حطیط بن جُشَم بن ثقیف (اُن دنوں) قبیلۂ ثقیف کے سردار تھے جو منکر ہو گئے اور عبدالمطلب سے لڑنے لگے، دونوں کو منافرے کی ضرورت پڑی جس کے لیے کاہن بنی عذرہ
۵۲ منتخب ہوا کہ اُس کو عُزّیٰ سلمہ کہتے تھے اور وہ شام میں رہتا تھا، منافرہ چند اونٹوں پر قرار پایا جو نامزد کرلئے گئے (یعنی شرط ہوئی کہ جیتنے والے کو اتنے اونٹ دیے جائیں)

عبدالمطلب چند قریشیوں کو لے کے نکلے، ساتھ میں حارث بن عبدالمطلب بھی تھے کہ ان کے علاوہ عبدالمطلب کے اُن دنوں کوئی دوسرا لڑکا نہ تھا،

جُندب چلے تو ان کے ہمراہ ثقیف کے کچھ لوگ تھے،

عبدالمطلب اور اُن کے ساتھیوں کے پاس (راستے میں) پانی ختم ہوگیا۔ ثقفیوں سے پانی مانگا تو انہوں نے نہ دیا، اللہ تعالیٰ نے خود ہی عبدالمطلب کے اونٹ کے نیچے ان کے لئے ایک چشمہ جاری کردیا۔ عبدالمطلب نے خدائے عزّوجلّ کی حمد کی اور جان لیا کہ یہ اُسی کا احسان ومنّت ہے، سب نے سیر ہو کے پانی پیا اور بقدرِ ضرورت لے لیا۔ ثقفیوں کا پانی بھی ختم ہوگیا، عبدالمطلب سے التجا کی تو انہوں نے سب کو پانی پلوایا۔

کاہن کے پاس آئے تو اس نے عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ کیا،

عبدالمطلب نے (شرط کے) اونٹ لے کے ذبح کر ڈالے، ذُوالہَرم کو اپنے قبضے میں لے لیا اور واپس آئے، خدا نے عبدالمطلب کو جُندب پر اور عبدالمطلب کی قوم کو جُندب کی قوم پر فضیلت بخشی۔

عبدالمطلب کی منت

بیٹے کی قربانی

ابن عباسؓ اور محمد بن ربیعۃ بن الحارث وغیرہما سے روایت ہے کہ زمزم کے کھودنے میں عبدالمطلب نے جب اپنے مددگاروں کی قلت دیکھی کہ تن تنہا کھودتے تھے اور صرف ان کے بیٹے حارث کہ وہی خلف اکبر تھے اُن کے شریک حال ہے، تو منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انھیں پورے دس بیٹے دیے حتیٰ کہ اپنی آنکھوں دیکھ لیں، تو ایک کو قربانی چڑھائیں گے، جب دس کی تعداد پوری ہو گئی تو باپ نے بیٹوں کو جمع کر کے اس منت کی اطلاع دی، اور چاہا کہ اس نذر کو اللہ تعالیٰ کے لئے وفا کریں، ان بیٹوں کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) الحارث بن عبدالمطلب۔
(۲) الزبیر بن عبدالمطلب۔
(۳) ابوطالب۔
(۴) عبداللہ۔
(۵) حمزہ۔
(۶) ابولہب۔

(۷) الغَیداق
(۸) المُقوّم
(۹) ضرار
(۱۰) العباس

ان میں سے کسی نے بھی اختلاف نہ کیا، سب نے وفائے نذر اور اُن کے حسب خواہش عمل کرنے کی صلاح دی،

عبدالمطلب نے کہا: اچھا تو تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے نام قدح میں لکھ لکھ کے ڈال دے،

اس پر عمل ہو چکا تو عبدالمطلب نے خانۂ کعبہ کے اندر آ کے سادِن (پوجاری) سے کہا: ان سب کو لے کے نام نکال۔ سادِن نے نام نکالا تو سب سے پہلے عبداللہ ہی کا نام نکلا جن سے عبدالمطلب کو (خاص) محبت تھی (با ایں ہمہ) ذبح کرنے کی چھری لیے ہوئے عبدالمطلب ان کا ہاتھ پکڑے قربان گاہ کو لے چلے لڑکیاں (یعنی عبداللہ کی بہنیں) کہ وہیں کھڑی تھیں، رونے لگیں اور ایک نے کہا:

اس قربانی کے بدل کی تدبیر کر، اور وہ یہ ہے کہ حرم میں جو تیری ساٹھ اونٹنیاں ہیں اُن پر پانسے ڈال۔

عبدالمطلب نے سادِن سے کہا: عبداللہ پر اور دس اونٹوں پر پانسے ڈال۔ سادن نے نام نکالا تو عبداللہ کا نام نکلا، عبدالمطلب دس دس اونٹ بڑھاتے رہے، تا آں کہ سوؔ کی تعداد پوری ہوگئی اور اب نام نکالا تو قربانی کے لئے اونٹ کا نام نکلا، عبدالمطلب نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور ساتھ ہی لوگوں نے بھی تکبیر کہی، عبدالمطلب کی لڑکیاں اپنے بھائی عبداللہ کو لے گئیں

۵۴ اور اونٹوں کو لے کے عبدالمطلب نے صفا و مروا کے درمیان قربانی کی۔

ابن عباس کہتے ہیں: عبدالمطلب نے جب ان اونٹوں کی قربانی کی، تو ہر ایک کے لئے اُن کو چھوڑ دیا (یعنی جو چاہے گوشت کھائے، کوئی روک نہ رکھی) انسان یا درندہ یا طیور، کوئی بھی ہو کسی کی ممانعت نہ کی، البتہ

نہ خود کھایا نہ ان کی اولاد میں سے کسی نے کچھ فائدہ اٹھایا۔

عکرمہ عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں: اُن دنوں دس اونٹوں کی دیت (خون بہا) ہوتی تھی (یعنی دستور تھا کہ ایک جان کے بدلے دس اونٹ دیے جاتے) عبدالمطلب پہلے شخص ہیں جنھوں نے ایک جان کا بدلہ سو اونٹ قرار دیا، جس کے بعد قریش اور عرب میں بھی یہ دستور جاری ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو بحال خود برقرار رکھا۔

استسقا

عبدالرحمٰن بن مَوہَب بن رباح الاشعری قبیلۂ بنی زہرہ کے حلیف تھے، ان کے لڑکے سے ولید بن عبداللہ بن جمیع الزہری روایت کرتے ہیں، یہ لڑکا اپنے والد (عبدالرحمٰن) کے حوالے سے راوی ہے کہ مخرمہ بن نوفل الزہری کہتے تھے۔ میں نے اپنی ماں رُقَیقہ بنت ابی صیفی بن ہاشم بن عبدمناف سے کہ عبدالمطلب کی لِدَہ[1] (یعنی ہمجولی) تھیں یہ روایت (مندرجہ ذیل) سُنی ہے۔

رقیقہ (مذکورہ) بیان کرتی تھیں:

قریش پر ایک مرتبہ ایسی خشک سالیاں گزریں جو مال ومنال سب (اپنے ساتھ) لے گئیں اور جان پر آ بنی، میں نے (انھیں دنوں) ایک شخص کو خواب میں کہتے سُنا:

---

[1] لِدَہ: وہ ہمجولی، لڑکا یا لڑکی جو کسی کے ہم عمر و ہم سن ہو یعنی دونوں ایک ہی دن یا قریب قریب ایک ہی تاریخ میں پیدا ہوئے ہوں اور دونوں کی تربیت و پرورش بھی ایک ہی ساتھ ہوئی ہو۔ اس لفظ کا صیغہ تثنیہ الدان، اور جمع لِدات و لِدون ہے، اسی کے مرادف لفظ ترب، بھی ہے کہ وہ بھی انھیں معنوں میں مستعمل ہے۔

یامعشر قریش، انّ ھذا النبیّ المبعوث منکم وھذا ابّان خروجہ وبہ یاتیکم الحیا والخصب، فانظروا رجلاً من اوسطکم نسبًا، طوالا، عظاما ابیض، مقرون الحاجبین، اھدب الاشفار، جعدا، سھل الخدّین، رقیق العرنین، فلیخرج ھو وجمیع ولدہ، ولیخرج منکم من کلّ بطن رجل، فتطھّروا وتطیّبوا، ثمّ استلموا الرکن، ثمّ ارقوا رأس ابی قبیس، ثمّ یتقدّم ھذا الرجل فیستسقی وتؤمّنون، فانکم ستسقون۔

نبی موعود کی بشارت

(رُقیقہ کو خواب میں جو بشارت ہوئی اس کا مفہوم یہ تھا):

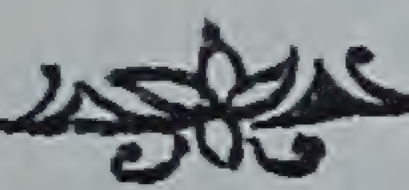
یہ پیغمبر جو مبعوث ہونے والا ہے تم ہی لوگوں میں سے ہوگا۔ اس کے ظہور کا یہی زمانہ ہے۔ اُسی کے طفیل تمھیں فراخی وکشائش نصیب ہوگی۔ دیکھو، ایسا شخص تلاش کرو جو تم سب میں اوسط النسب یعنی نہایت شریف خاندان کا ہو، بلند بالا ہو، بڑا ہو، بھاری بھرکم ہو۔ سفید رنگ گورا چٹا ہو۔ اس کی بھویں جُٹی ہوں، پلکیں دراز ہوں، گھونگر والے بال ہوں، رخسار بہت بھرے بھرے نہ ہوں، ناک پتلی ہو (یا ناک کا بانسا پتلا ہو) وہ نکلے۔ اس کی اولاد نکلے۔ اور تم میں سے ہر ایک گھرانے کا ایک ایک شخص نکلے، سب کے سب طہارت کرو، خوشبوئیں لگاؤ۔ رکن حرم کو بوسہ دو، کوہ قبیس کی چوٹی پر چڑھ جاؤ، وہ شخص آگے بڑھے، استسقاء کے لیے دعا کرے، اور تم سب آمین کہو، ایسا کرو گے تو سیراب کیے جاؤ گے (یعنی دعا مقبول ہوگی اور باران رحمت نازل ہوگا)

آنحضرت اجتماع استقاء میں

رُقیقہ نے اس خواب کا واقعہ لوگوں سے بیان کیا، سب نے دیکھا تو یہ صفت اور یہ حلیہ جو خواب میں بتایا گیا تھا عبد المطلب ہی کا حلیہ تھا، سب لوگ اُنھیں کے پاس جمع ہوئے، ہر گھرانے سے ایک ایک شخص نکلا، جو حکم ملا تھا بجا لائے، پھر ابو قبیس پر چڑھ گئے۔ ساتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے کہ اس وقت لڑکے ہی تھے عبد المطلب آگے بڑھے اور دعا کی:

لاھمّ ھؤلاء عبیدك وبنو عبیدك واماءك وبنات اماءك،
وقد نزل بنا ما تری وتتابعت علینا ھذہ السنون
فذھبت بالظلف والخف واشفت علی الانفس،
فاذھب عنا الجدب وائتنا بالحیا والخصب

دعائے باران رحمت



(یا اللہ یہ تیرے بندے ہیں، یہ تیرے بندہ زادے ہیں، یہ تیری لونڈیاں ہیں، یہ تیری کنیزک زادیاں ہیں، تو دیکھ رہا ہے کہ ہم پر کیا کچھ (مصیبت) نازل ہے۔ یہ خشک سالیاں ایسی پڑیں کہ اُن تمام جانوروں کو ہلاک کر ڈالا جو پنجے اور سُم رکھتے تھے، اور اب تو جانوں پر آبنی ہے، یا اللہ ہم سے اس قحط کو دفع کر، ابر رحمت برسا اور فراخی عطا فرما)

لوگ ہنوز واپس بھی نہیں چلے تھے (کہ اس قدر مینھ برسا، اتنی

بارش ہوئی، کہ وادیاں جاری ہوگئیں۔ نالے بہنے لگے، سیلاب آگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل میں ان سب کو سیرابی نصیب ہوئی، اسی ذیل میں رقیقہ بنت ابوصیفی بن ہاشم بن عبد مناف کہتی ہیں:

بشیبة الحمد اسقی اللہ بلدتنا وقد فقدنا الحیاء واجلوذ المطر

(عبدالمطلب کے طفیل میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہر کو سیراب کیا۔ حالانکہ کیفیت یہ تھی کہ ابر باراں کو ہم کھو چکے تھے اور مینہ بسرعت روانہ ہو چکا تھا)

فجاد بالماء جونی لہ سبل دان فعاشت بہ الانعام والشجر

(آخر ایسے ابر تاریک نے پانی برسایا جو مینہ سے لبریز تھا اور اس بارش کے باعث حیوانات ونباتات جی اُٹھے)

منا من اللہ بالمیمون طائرہ وخیر من بشرت یوما بہ مضر

(یہ اللہ تعالیٰ کا احسان تھا اور اُس بابرکت ونیک طالع کے باعث یہ احسان ظہور پذیر ہوا جو ان سب لوگوں سے بہتر ہے جن کی کبھی قوم مضر کو بشارتیں ہوئی تھیں)

مبارک الامر یستسقی الغمام بہ ما فی الانام لہ عدل ولا خطر ۵۵

(وہ کہ خود مبارک ہے اُس کے امور مبارک ہیں، اُس کی بدولت باران رحمت نازل ہوتا ہے، وہ بے نظیر ہے اور خلائق میں کوئی اُس کا عدیل وسہیم نہیں)۔

واقعہ ابرہہ

غثمان بن ابی سلیمان، عبدالرحمٰن بن البیلمانی، عطا ابن یسار، ابوزرین العقیلی، مجاہد، اور ابن عباسؓ، جن کے بیانات آپس میں مخلوط ہو گئے ہیں۔

روایت کرتے ہیں کہ نجاشی (فرماں روائے حبشہ) نے ابواصحم ارباط، کو چار ہزار فوج دے کے یمن بھیجا تھا، ارباط نے ملک کو تسخیر کرلیا، اہل ملک کو ذلیل کر ڈالا، اُن پر غالب آگیا، نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہوں کو محتاج بنادیا اور فقیروں کی خوب تذلیل کی،

جو حالات اس نتیجے سے مترتّب ہوئے اُن کی بنا پر حبشہ کا ایک شخص کہ اُسے، ابویکسوم ابرہتہ الاشرم، کہتے تھے، اُٹھ کھڑا ہوا اور اہل یمن کو اپنی اطاعت کی دعوت دی، لوگوں نے یہ دعوت قبول کرلی تو اُس نے ارباط کو مار ڈالا اور یمن پر متصرف ہوگیا۔

موسم حج کے دنوں میں ابرہہ نے دیکھا کہ لوگ حج بیت اللہ کا سامان کررہے ہیں:

پوچھا: یہ لوگ کہاں جاتے ہیں؟

جواب ملا: حج بیت اللہ کے لئے جاتے ہیں،

دریافت کیا: وہ (یعنی بیت اللہ) کس چیز سے بنایا گیا ہے؟

جواب ملا: پتھر سے، پھر پوچھا: اُس کی پوشش کیا ہے؟

کہا: یہاں سے جو دھاری دار کپڑے جاتے ہیں وہی اُس کی پوشش کے کام آتے ہیں،

ابرہہ نے کہا: مسیح کی قسم، تمھارے لئے اُس سے اچھا گھر میں تعمیر کروں گا، آخر یہ عمارت اس نے تعمیر کرلی۔

کعبۂ یمن

ابرہتہ نے اہل یمن کے لیے سفید و سرخ و زرد و سیاہ پتھروں کا ایک گھر بنایا جو سونے چاندی سے مُحلّے اور جواہر سے مُرصع تھا۔ اُس میں کئی دروازے تھے جن میں سونے کے پتّر اور زریں گل میخیں جڑی تھیں اور

بیچ بیچ میں جواہر تھے اس مکان میں ایک بڑا سا یاقوت احمر لگا ہوا تھا، پروے پڑے تھے، عود مندلی (یعنی مقام مندل کا جو خوشبوئیات کے لئے مشہور تھا) وہاں لوبان، اگر، عود) سلگاتے رہتے، دیواروں پر اس قدر مشک ملا جاتا کہ سیاہ ہو جاتیں حتیٰ کہ جواہر بھی نظر نہ آتے۔

لوگوں کو اس مکان کے حج کرنے کا ابرہہ نے حکم دیا، اکثر قبائل عرب کئی سال تک اس کا حج کرتے رہے، عبادت و خداپرستی و زہد و پارسائی کے لئے متعدد اشخاص اس میں معتکف بھی تھے، اور مناسک بھی ادا کرتے تھے۔

بیت اللہ کا انتقام

نُفیل الخثعمی نے نیت کر رکھی تھی کہ اس عبادت خانے کے متعلق کوئی مکروہ حرکت کرے گا، اس میں ایک زمانہ گزر گیا، آخر ایک شب میں جب اس نے کسی کو جنبش کرتے نہ دیکھا تو اٹھ کے نجاست و غلاظت اٹھا لایا، صومعہ کے قبلے کو اس سے آلودہ کر دیا اور بہت سی گندگی جمع کرکے اس میں ڈال دی۔

ابرہہ کو اس کی خبر ملی تو سخت غضبناک ہوا اور کہنے لگا:
عرب نے فقط اپنے گھر (کعبۃ اللہ) کے لئے غضب میں آکر یہ کارروائی کی ہے، میں اس کو ڈھا دوں گا اور ایک ایک پتھر توڑ ڈالوں گا۔

حرم پر لشکر کشی

نجاشی کو ابرہہ نے لکھ کے اس واقعے کی اطلاع دی اور اس سے درخواست کی کہ اپنا ہاتھی جس کا نام "محمود" تھا، بھیج دے، یہ ہاتھی ایسا

تھا کہ عظمت وجسامت وقوت کے لحاظ سے روئے زمین پر کسی نے اس کی نظیر نہ دیکھی تھی، نجاشی نے اُسے ابرہہ کے پاس بھیج دیا۔
جب آگیا تو ابرہہ لوگوں کو لے کے نکلا، (یعنی فوج لے کے مکۂ مشرفہ پر چڑھائی کی) ساتھ میں حمیر کے پادشاہ اور نفیل بن حبیب الخثعمی بھی تھے۔
حرم کے قریب پہنچے تو ابرہہ نے فوجیوں کو حکم دیا کہ لوگوں کے بھیڑ بکریاں (وغیرہا) لوٹ لیں، اس حکم کے مطابق سپاہیوں نے چھاپا مارا اور عبدالمطلب کے کچھ اونٹ پکڑ لیے۔

خدا اپنے گھر کا آپ محافظ ہے

نفیل عبدالمطلب کا دوست تھا، اونٹوں کی نسبت عبدالمطلب نے اس سے گفتگو کی تو اس نے ابرہہ سے عرض کی:
اے پادشاہ، تیرے حضور میں ایسا شخص آیا ہے جو تمام عرب کا سردار، فضل وعظمت وشرف میں سب پر فایق ہے، لوگوں کو اچھے اچھے گھوڑوں پر سوار کراتا ہے، عطیات دیتا ہے، کھانے کھلاتا ہے، اور جب تک ہوا چلتی ہے (یعنی علی الدوام) یہی اُس کا وتیرہ وشیوہ ہے، ۵۶
نفیل نے اس تقریب کے ساتھ عبدالمطلب کو ابرہہ کے حضور میں پیش کیا، اُس نے غرض دریافت کی تو کہا:
تَرُدُّ علیّ اِبلی (غرض یہ ہے کہ میرے اونٹ مجھے واپس مل جائیں)
ابرہہ نے کہا: ما دری ما بلغنی عنك الا الغرور وقد ظننت انك تكلمنى فى بيتكم هذا الذى هو شرفكم (میری رائے میں تیرے متعلق جو اطلاع مجھے ملی وہ محض دھوکے پر مبنی تھی، میں تو اس گمان میں تھا کہ تو مجھ سے اپنے اس گھر۔ بیت اللہ۔ کے متعلق گفتگو کرے گا جس کے ساتھ تم سب کی عزت وشرف وابستہ ہے)

عبدالمطلب نے جواب دیا: اسردد علی ابلی، ودونك والبيت، فان له ربا سیمنعہ (تو مجھے میرے اونٹ واپس دے، بیت اللہ کے ساتھ جو چاہے کر، کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ اس گھر کا ایک پروردگار ہے کہ خود ہی وہ عن قریب اس کی حفاظت کرے گا)

ابرہہ نے حکم دیا کہ عبدالمطلب کے اونٹ واپس دے دیے جائیں، جب اونٹ مل گئے تو عبدالمطلب نے ان کے سموں پر چمڑے چڑھا دیے،[1] ان پریشان کردیے، اُن کو قربانی کرنے کے لیے مخصوص کرکے حرم میں چھوڑ دیا کہ انھیں پکڑیں گے تو پروردگار حرم غضبناک ہوگا۔

طیر ابابیل

عبدالمطلب حراء پر چڑھ گئے، ساتھ میں عمرو بن عاید بن عمران بن مخزوم مُطعم بن عدی، اور ابو مسعود ثقفی تھے، عبدالمطلب نے اس موقع پر (جنابِ الٰہی میں) عرض کی:

لاهُمّ اِنّ المرءَ یمنعُ رحلَهٗ — فامنع حلالك

(یا اللہ، انسان اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے، تو اپنے متاع وسامان۔ کعبے کی آپ حفاظت کر)

لا یغلبنّ صلیبهم ومحالهم — غدوا محالك

(ان کی صلیبیں اور ان کے فریب اور حیلے تیری قوت پر قدرت پر غالب نہیں آسکتے)

---

[1] اونٹ کے سموں پر چمڑے چڑھانا، علامت بنا دینا یہ ان کی تقدیس کی نشانیاں تھیں کہ لوگ سمجھ جائیں، یہ قربانی کے اونٹ ہیں، اور خدائے عزوجل سے تعلق رکھتے ہیں۔

إِن كُنتَ تَارِكَهُم وَقِبلَتَنَا فَأَمرٌ مَا بَدَا لَكَ

(اگر تو انھیں چھوڑ دینے والا ہے کہ ہمارے قبلے کے ساتھ جو چاہیں کریں تو تجھ کو اختیار ہے)

سمندر سے چڑیوں کے غول آگے بڑھے، ہر ایک چڑیا تین تین سنگریزے لیے ہوئے تھی دو تو دونوں پاؤں میں اور ایک چونچ میں۔ یہ پتھر چڑیوں نے ان پر گرانے شروع کئے، جس چیز تک یہ پتھر پہنچتے اُس کو توڑ پھوڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور اس جگہ دانے نکل آتے، یہ پہلی بیماری چیچک تھی جو ظہور پذیر ہوئی، جتنے تلخ درخت تھے (یا جن کے پھل کڑوے تھے) ان پتھروں نے سب کی بیخکنی کر ڈالی، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک سیلاب آیا جو ان سب کو بہا لے گیا اور سمندر میں ڈال دیا۔

اصحاب فیل

ابرہہ اور جتنے لوگ اس کے ساتھ باقی رہ گئے تھے، سب کے سب بھاگ نکلے، ابرہہ کا ایک ایک عضو جسم سے کٹ کٹ کے گرتا جاتا تھا، نجاشی کا ہاتھی فیل محمود رک گیا تھا، اُس نے یہ دلیری و جرأت نہ کی کہ حرم پر حملہ کرتا، اس لئے بچ گیا، لیکن دوسرے ہاتھی نے کہ یہ گستاخی کی تھی سنگسار ہو گیا، یہ بھی کہتے ہیں کہ (ایک دو نہیں بلکہ) تیرہ ہاتھی تھے۔

اب حراء سے عبدالمطلب نیچے اتر آئے، حبشہ کے دو شخصوں نے حاضر ہو کے ان کے سر کو بوسہ دیا اور عرض کی:

أَنتَ كُنتَ أَعلَم (تو خوب جانتا تھا)

اولاد عبدالمطّلب

محمد بن السائب کہتے ہیں: عبدالمطلب کے بارہ لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں:

(۱) حارث، یہ عبدالمطلب کے سب سے بڑے لڑکے تھے انھیں کے نام سے وہ اپنی کنیت کرتے تھے (یعنی ابوالحارث) یہ اپنے باپ (عبدالمطلب) کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے تھے، ان کی ماں صفیہ تھیں، بنت جنیدب ابن حُجَیر بن زباب بن جلیب بن سواۃ بن عامر بن صعصعۃ

(۲) عبداللہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد تھے۔

(۳) زبیر جو ایک شریف شاعر تھے، عبدالمطلب نے انھیں کو وصیت کی تھی (یعنی اپنا وصی انھیں کو بنایا تھا۔)

(۴) ابوطالب[۱] جن کا نام عبدمناف اور عبدالکعبہ تھا، لاولد انتقال کر گئے۔

(۵)۔ الف۔ ام حکیم جن کا نام البیضاء تھا۔

(۶)۔ ب۔ عاتکہ

(۷)۔ ج۔ برّہ

(۸)۔ د۔ اُمیمہ

(۹)۔ ھ۔ اَرْوٰی۔ ان سب کی والدہ فاطمہ تھیں، بنت عمرو بن عائذ ابن عمران بن مخزوم بن یَقظۃ بن مُرّۃ بن کعب بن لُؤَیّ۔

(۱۰) حمزہؓ کہ شیر خدا و شیر رسولؐ خدا تھے۔ غزوۂ بدر میں شریک تھے اور اُحد میں شہید ہوئے۔

(۱۱) المُقوِّم۔

[۱] ابوطالب لاولد نہ تھے، ان کی اولاد آج تک باقی ہے، چنانچہ اس فصل کے آخر میں خود مصنف نے بھی یہی لکھا ہے، غالباً یہ سہو خطی ہوگا۔

(۱۲) حَجَل جن کا نام مُغیرہ تھا۔
۵۷ (۱۳) صفیّہ۔ ان سب کی ماں ہالہ تھیں، بنت وہیب بن عبدمناف ابن زہرۃ بن کلاب۔ اور ہالہ کی ماں عَبلَۃ تھیں، بنت المطلب بن عبدمناف ابن قصیّ۔

(۱۴) عباس کہ ایک شریف و دانشمند اور ہیبت و رعب والے بزرگ تھے۔

(۱۵) ضِرار کہ ازروئے جمال و سخاوت نوجوانان قریش میں ممتاز تھے، اللہ تعالیٰ نے جس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی ہے انھیں دنوں وہ لاولد انتقال کر گئے۔

(۱۶) قُثَم بن عبدالمطلب یہ بھی لاولد تھے، ان سب کی ماں نُتَیلہ تھیں، بنت جناب بن کلیب بن مالک بن عمرو بن عامر بن زیدمناۃ بن عامر کہ وہی ضَحیان تھے، ابن سعد بن الخزرج بن تیم اللہ بن النمر بن قاسط بن ہنب بن افصیٰ بن دُعمیّ بن جدیلہ بن اسد بن ربیعۃ بن نزار بن مَعدّ بن عدنان۔

(۱۷) ابولہب بن عبدالمطلب جن کا نام عبدالعزیٰ تھا اور ابوعُتبہ ان کی کنیت تھی، حُسن و جمال کے باعث عبدالمطلب نے ابولہب اُن کی کُنیت رکھی تھی، فیاض آدمی تھے، اُن کی ماں لُبنیٰ تھیں، بنت حاجر بن عبدمناف ابن ضاطر بن حُبشیّہ بن سلول بن کعب بن عمرو کہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے۔ لُبنیٰ کی ماں ہند تھیں، بنتِ عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مُرّۃ، اور ہند کی ماں سوداء تھیں، بنت زہرۃ بن کلاب۔

(۱۸) الغیداق بن عبدالمطلب جن کا نام مصعب تھا ان کی ماں مُمنّعہ تھیں، بنتِ عمرو بن مالک بن مُؤمّل بن سُوَید بن اسعد بن مَشنُو بن عبد ابن حبتر بن عدی ابن سلول بن کعب بن عمرو، کہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے اور انھیں کے ماں جائے بھائی عوف تھے، ابن عبدعوف بن عبد بن الحارث ابن زہرۃ، یہی عوف (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی) عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف کے والد تھے۔

کلبی کہتے ہیں کہ تمام عرب میں فرزندان عبدالمطلب کی طرح کسی ایک

باپ کی اولاد بھی نہ تھی اور نہ کوئی ایسا تھا جو ان سے زیادہ شریف وجسیم وبلند بینی روشن پیشانی ہو، قرۃ بن حجل بن عبد المطلب انھیں کے متعلق کہتے ہیں:

اعدد ضراراً ان عددت فتیً ندًا ... واللیث حمزۃ واعدد العباسا

(اگر کسی فیاض نوجوان کا شمار کرنا ہے تو ضرار کو شمار کر، شیر مرد حمزہ کو شمار کر اور عباس کو شمار کر)

واعدد زبیراً والمقوم بعدہ ... والصتم حجلاً والفتی الراسا

(زبیر کو اور اس کے بعد مقوم کو، حجل کو شمار کر جو نوجوان سردار ہے)

والقرم غیداقاً فاعدد جحاجحا ... سادوا علی رغم العدو الناسا

(بہادر غیداق کو شمار کر کہ یہ سب عظماء قوم ہیں اور برغم دشمن ان کو سب کی سرداری حاصل ہو چکی ہے)

والحارث الفیاض ولی ماجداً ... ایام نازع الھمام الکاسا

(فیاض حارث کو شمار کر جو ایسا بہادر تھا کہ جام مرگ پینے کے دنوں میں اس نے دنیا سے مجد و شرف کے ساتھ منہ موڑا)

ما فی الانام عمومۃ کعمومتی ... خیراً ولا کاناسنا اناسا

(جیسے چچا میرے ہیں تمام مخلوق میں ویسے اچھے چچا کسی کے نہیں اور نہ جیسے لوگ ہم میں ہیں ویسے اور کسی خاندان میں ہیں)

فرزندان عبد المطلب میں عباس، ابو طالب، حارث، ابو لہب کی اولاد تو چلی، اور اگرچہ حمزہ، مقوم، زبیر، اور حجل کی صلبی اولاد بھی تھی مگر سب کا خاتمہ ہو گیا اور باقی جتنے تھے سب لاولد رہے،

بنی ہاشم میں کثرت تعداد پہلے تو حارث بن عبد المطلب کی اولاد میں رہی پھر ابو طالب کی اولاد میں منتقل ہو گئی۔ لیکن آخر بنی عباس میں یہ کثرت آگئی۔

عبداللہ کا نکاح آمنہ سے

۵۸

اُمّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مِسوَر بن مَخرَمہ، اور ابو جعفر محمد بن علیؓ بن الحسینؓ کہتے ہیں:
آمنہ بنتِ وہب بن عبدِ مناف بن زہرہ بن کلاب اپنے چچا وہیب بن عبد مناف بن زہرہ کی تربیت میں تھیں، عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیّ اپنے بیٹے عبداللہ (ابو النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کے اُن کے ہاں گئے اور عبداللہ کے لئے آمنہ بنت وہب کی خواستگاری کی، چنانچہ نکاح ہوگیا۔

اسی مجلس میں خود اپنے لئے عبدالمطلب بن ہاشم نے وہیب کی بیٹی ہالہ کی خواستگاری کی اور یہ نکاح بھی ہوگیا،

یہ دونوں عقد یعنی عبداللہ بن عبدالمطلب اور عبدالمطلب بن ہاشم کے ازدواج ایک ہی مجلس اور ایک ہی نشست میں ہوئے۔

ہالہ بنتِ وہیب کے بطن سے عبدالمطلب کے حمزہ پیدا ہوئے۔ جو نسب میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا مگر سِن و عمر میں آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کے رضاعی بھائی تھے۔

محمد بن السائب، اور ابو الفیاض الخثعمی کہتے ہیں:
عبداللہ بن عبدالمطلب نے جب آمنہ بنت وہب سے نکاح کیا تو وہیں تین دن بسر کئے، ان لوگوں میں یہ قاعدہ تھا کہ نکاح کے بعد بیوی کے پاس

جاتے تو تین دن تک اُسی کے گھر رہتے۔

جس عورت نے عبداللہ پر اپنے آپ کو پیش کیا تھا

اس باب میں جو روایتیں اور خبریں ہم کو ملی ہیں اُن میں اختلاف ہے، کوئی تو کہتا ہے کہ وہ عورت ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ تھی، بنت نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی، اور کوئی کہتا ہے فاطمہ بنت مُرّ الخثعمیہ تھی۔

عُروہ بن زبیر، محمد بن صفوان اور سعید بن محمد بن جبیر کہتے ہیں:

یہ عورت (جس نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ بن عبد المطلب پر پیش کیا تھا) ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ بن نوفل تھی، وہ دیکھ کے اپنے لئے بَرْ (شوہر) پسند کرتی تھی[1]۔

عبداللہ بن عبد المطلب (ایک دن اتفاقاً) قتیلہ کے پاس سے گزرے، اُس نے اپنی ذات سے انھیں تمتع حاصل کرنے کے لئے بلایا اور اُن کا کنارۂ دامن پکڑ لیا، عبداللہ نے انکار کیا کہ مجھے واپس آجانے دے، ۵۹
وہاں سے جلدی جلدی نکل کے آمنہ بنت وہب کے پاس آئے اور اُن سے ملے چنانچہ حمل ٹھہر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کا بطن میں استقرار ہوا، بعد کو اُس عورت کے پاس لوٹے تو اس کو منتظر پایا، پوچھا:

تو نے مجھ پر جو پیش کیا تھا آیا اس پر راضی ہے؟

اُس نے کہا:

---

[1] اصل میں ہے کانت تنظر و تعتاف، اعتیاف کے لغوی معنی اپنی پسند سے زاد و توشہ حاصل کرنے کے ہیں، لیکن محاورے میں اس کا وہی مفہوم ہے جو مذکور ہوا)۔

نہیں، تو یہاں سے گزرا تھا تو تیرے چہرے میں ایک نور چمک رہا تھا، اب واپس آیا ہے تو وہ نور ندارد ہے۔ بعض لوگ بجائے اس کے یہ روایت کرتے ہیں کہ قتیلہ نے (عبداللہ سے) کہا:

جس طرح گھوڑے کی پیشانی چمکتی ہے اسی طرح جب تو یہاں سے گزرا تھا تو تیری دونوں آنکھوں کے درمیان چمک تھی، ایک تابندگی درخشانی تھی، اب جو واپس آیا ہے تو چہرے میں وہ بات نہیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں:

جس عورت نے عبداللہ بن عبدالمطلب پر جو بات پیش کی تھی وہ ورقہ بن نوفل کی بہن اور خاندان اسد بن عبدالعزیٰ کی ایک عورت تھی۔

ابوالفیاض الخثعمی کہتے ہیں:

عبداللہ بن عبدالمطلب قبیلہ خثعم کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جسے فاطمہ بنت مُر کہتے تھے، یہ بہت ہی نوخیز و نوجوان و باعصمت و عفیف و پاکدامن عورت تھی اور اس نے کتابیں بھی پڑھی تھیں، نوجوانان قریش میں اس کے چرچے تھے، عبداللہ کے چہرے میں اس کو نور نبوت نظر آیا تو پوچھا:

تو کون ہے؟

عبداللہ نے حقیقت بیان کی تو کہا: کیا تو مجھ سے متمتع ہونے پر راضی ہے؟ میں تجھے سو اونٹ دوں گی۔

عبداللہ نے اس کی طرف دیکھ کے کہا:

اما الحرام فالممات دونہٗ والحِل لاحِلَّ فاستبینہٗ

(فعل حرام تو ممکن نہیں، بجائے اس کے مرجانا قبول ہے، اور حلال کی کوئی صورت نہیں کہ اس کی سبیل نکلے)

فکیف بالامر الذی تنوینہٗ

(پھر وہ امر کیونکر ہو جو تیری نیت میں ہے)

عبداللہ اس کے بعد آمنہ بنت وہب کے پاس جا کے رہے، پھر جو فاطمہ (خثعمیہ) اور اس کے حسن و جمال کا خیال آیا کہ اس نے ان پر کیا بات پیش کی تھی، تو اس کے پاس آئے، مگر اب کے مرتبہ اس کی وہ توجہ نہ دیکھی جو پہلی بار دیکھی تھی، پوچھا:

جو تو نے مجھ سے کہا تھا کیا اس پر اب بھی راضی ہے؟

فاطمہ نے جواب دیا:

قد کان ذالک مرۃ فالیوم لا۔

(وہ ایک مرتبہ کی بات تھی، اب نہیں) یہ مقولہ اسی وقت سے ضرب المثل مشہور ہو گیا،

اس نے یہ بھی پوچھا:

میرے بعد تو نے کیا کیا؟

عبداللہ نے کہا:

میں اپنی بیوی آمنہ بنت وہب سے ملا،

اس نے کہا: خدا کی قسم، میں ایسی عورت نہیں جس کے چال چلن میں شک و شبہ کی گنجایش ہو، بات یہ ہے کہ میں نے دیکھا تیرے چہرے میں نورِ نبوّت چمک رہا ہے، چاہا تھا کہ یہ نور مجھ میں آجائے، مگر خدا نے نہ چاہا اور اس نے وہیں اس کو منتقل کیا جہاں ہونا تھا،

فاطمہ نے عبداللہ پر جو پیش کیا تھا اور عبداللہ نے اس سے انکار کیا تھا نوجوانانِ قریش کو بھی اس کی خبر ملی، انھوں نے اس سے تذکرہ کیا تو اس نے کہا:

انی رایت مخیلۃ عرضت فتلالات بحناتم القطر

(میں نے دیکھا کہ ایک گھٹا سامنے ہے جو تیرہ و تار (یعنی بابرکت ابرِ باراں سے روشن ہو گئی ہے)

فلمائها نور یضئ لہ ما حولہ کاضاءۃ الفجر

(اس کے پانی میں ایک ایسا نور ہے جس سے اس کے ارد گرد اسی طرح روشنی ہو رہی ہے جس طرح صبح صادق کی روشنی ہوتی ہے)

ورأیتہ شرفًا ابوء بہ ۔۔۔ ما کل قادح زندہ یوری

(میں نے دیکھا کہ یہ ایک ایسی عزت ہے جو مجھے حاصل کرنی چاہیئے۔ لیکن ہر شخص جو چقماق جھاڑتا ہے ضروری نہیں کہ وہ کامیاب ہی ہو)

للہ ما زہریۃ سلبت ۔۔۔ ثوبیک ما استلبت وما تدری

(قبیلہ بنِ زہرہ کی وہ خاتون کیسی خوش نصیب ہے جس نے اے عبداللہ تجھ سے یہ دولت حاصل کر لی اور تجھے خبر تک نہ ہوئی۔)

٦٠ اسی سلسلے میں اس نے یہ بھی کہا۔

بنی ہاشم قد غادرت من اخیکم ۔۔۔ امینۃ اذ للباہ یعتلجان

(اے بنی ہاشم تمھیں خبر بھی ہے تمھارے بھائی کا نور وضوء چھوٹی سی آمنہ نے اس سے لے لیا ہے)

کما غادر المصباح بعد خبوہ ۔۔۔ فتائل قد میثت لہ بادھان

(اس کی مثالی ایسی ہے جس طرح چراغ کے بجھ جانے کے بعد تبیاں اس کے روغن میں تر رہتی ہیں)

وما کل ما یحوی الفتی من تلادہ ۔۔۔ بحزم ولا مافاتہ لتوان

(انسان جو کسی متاع کہن پر حاوی ہو جائے تو یہ ہمیشہ اس کے حزم و دور اندیشی کا نتیجہ نہیں سمجھنا چاہیئے اور جو بات اس سے رہ گئی اس کو اس کی سُستی و غفلت ہی پر محمول نہ کرنا چاہئے)

فاجمل اذا طالبت امرا فانہ ۔۔۔ سیکفیکہ جدان یصطرعان

(جب تو کسی امر کا طلبگار ہو تو اس میں خوبی و خوش اسلوبی کو ملحوظ رکھ کہ وہ باہم آویز نصیبوں کے نتائج تجھے کفایت کریں گے)

سیکفیکہ اما یدٌ مقفعلۃٌ   والما یدٌ مبسوطۃٌ ببنان

(جو مٹھی بند ہے یا جوہات کھلے ہوئے ہیں ان میں سے کوئی نہ کوئی تیرے لئے کافی ہو گا اور عنقریب کافی ہو گا)

ولما قضت منہ امینۃ ما قضت   نبا بصری عنہ وکل لسانی

(چھوٹی سی آمنہ نے جب اس سے فراغت حاصل کر لی تو پھر اس نوجوان کی جانب سے میری بصارت کند اور زبان گونگی ہو گئی یعنے اس واقعہ کے بعد اس کی طرف مجھ کو رغبت نہیں رہی)

ابویزید مدنی کہتے ہیں:

مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جس نے دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک ایسا نور تاباں ہے کہ اس کی چمک آسمان تک پہونچی ہوئی ہے، یہ دیکھ کے اس نے عبداللہ سے کہا:

ھل لک فی (کیا تو مجھ سے تمتع اٹھانے میں راغب ہے؟)

عبداللہ نے کہا:

نعم حتی ارمی الجمرۃ (ہاں، مگر میں پہلے رمی جمرات کر لوں)

عبداللہ نے یہ کہہ کے رمی جمرات کے مناسک ادا کئے، پھر اپنی بیوی آمنہ بنت وہب کے پاس گئے، پھر وہ خثعمیہ عورت یاد آئی تو وہاں پہنچے، اس نے پوچھا:

ھل اتیت امراۃ بعدی (کیا میرے بعد تو کسی عورت کے پاس گیا ہے)

عبداللہ نے کہا:

نعم امراتی آمنۃ بنت وھب (ہاں اپنی بیوی آمنہ

بنت وہب کے پاس)
خثعمیہ نے کہا:
فلاحاجة لي فيك، إنك مررت وبين عينيك نور ساطع إلى السماء فلما وقعت عليها ذهب، فاخبرها انها حملت خير اهل الارض
(اب مجھے تیری ضرورت نہیں، تو جب یہاں سے گزرا تھا تو تیری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور تا بفلک تاباں تھا، جب اُس سے ملا تو وہ نور جاتا رہا، اس کو اطلاع دے دے کہ وہ بہترین اہل زمین کی حاملہ ہے)

حمل آمنہ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یزید بن عبد اللہ بن وہب بن زمعہ اپنی پھپھی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتی تھیں:
ہم لوگ سنا کرتے تھے کہ آمنہ بنت وہب جب رسول اللہ علیہ وسلم کی حاملہ ہوئیں تو وہ کہتی تھیں:
مجھے یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ میں حاملہ ہوں، نہ ویسی گرانی کا احساس ہوا جیسی عورتوں کو ہوا کرتی ہے، البتہ نئی بات ایام کی بندش تھی وہ بھی گاہے بند ہو جاتے گاہے عود کر آتے،
ایک مرتبہ میں سوتے جاگتے کے درمیانی حالت میں تھی کہ ایک آنے والے نے آ کے مجھ سے کہا:
تو نے محسوس بھی کیا کہ تو حاملہ ہے؟
میں نے گویا اس کا یہ جواب دیا:
میں کیا جانوں۔
اس نے کہا:

تو اس اُمت کے سردار اور پیغمبر کی حاملہ ہے، اور یہ واقعہ یعنی استقرارِ حمل دوشنبہ کو ہوا ہے،

آمنہ کہتی ہیں کہ یہی بات تھی جس نے مجھ کو حمل کا یقین دلایا، پھر ایک زمانہ تک سکوت رہا، تا آنکہ ولادت کا وقت قریب آیا تو وہی پھر آیا اور اس نے کہا:

کہ، أُعِيذُهُ بِالصَّمَدِ الْوَاحِدُ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ

(میں ہر ایک حاسد کے شر سے اس بچہ کے لئے خدائے واحد و صمد سے پناہ مانگتی ہوں)

آمنہ کہتی ہیں:

میں (اس تعلیم کے مطابق) یہی کہا کرتی تھی، عورتوں سے تذکرہ کیا تو انھوں نے کہا۔ اپنے دونوں بازوؤں اور گلے میں ایک لوہا لٹکا لے، لوہا لٹکا تو لیا مگر یہ چند ہی روز لٹکا رہا، پھر میں نے اس کو کٹا ہوا پایا تو پھر نہ لٹکایا۔

۶۱ زہری کہتے ہیں:

آمنہ کہتی تھیں کہ میں حاملہ ہوئی تو وضع حمل تک کسی قسم کی مشقت نہ پائی۔

اسحاق بن عبد اللہ کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کہتی تھیں کہ بارہا میں حاملہ ہوئی، میرے لڑکے ہوئے، لیکن اس سے زیادہ بھیڑ بکریوں کا کوئی بچہ بھاری نہ رہا ہوگا۔

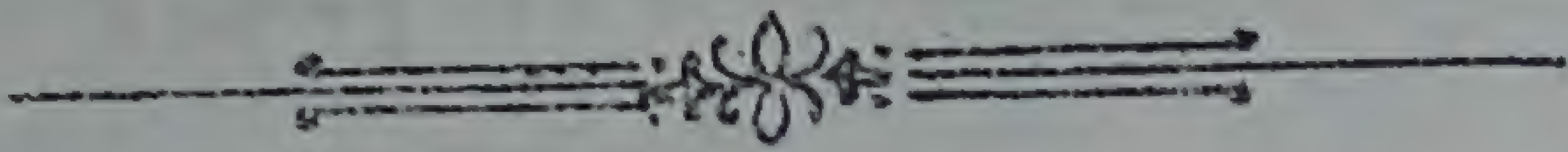
محمد بن عمر الاسلمی کہتے ہیں:

یہ قول (یعنی اسحاق بن عبد اللہ کا بیان مذکور الصدر) من جملہ اُن باتوں کے ہے جو ہمارے نزدیک مجہول ہیں اور اہل علم اس سے واقف نہیں، آمنہ بنت وہب اور عبد اللہ بن عبد المطلب کے بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، کوئی دوسرا لڑکا ہی نہ ہوا۔

ابو جعفر محمد بن علی کہتے ہیں: آمنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

حاملہ ہی تھیں کہ انھیں حکم ملا احمد نام رکھنا۔

عبداللہ کی وفات



محمد بن کعب، اور ایوب بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ کہتے ہیں:

قریش کے ایک تجارتی قافلے کے ساتھ کہ ملک شام میں تجارت کے لئے جا رہا تھا، عبداللہ بن عبدالمطلب بھی نکلے اور غزہ تک گئے، اہل قافلہ تجارت سے فارغ ہوکے واپس ہوئے تو مدینے سے گزرے، عبداللہ نے کہ اس وقت بیمار تھے کہا کہ میں اپنے ننھیال بنی عدی بن النجار کے لوگوں میں رہ جاتا ہوں، وہاں وہ ایک مہینے تک ٹھیرے، اور لوگ چلے گئے اور مکہ پہنچے، عبدالمطلب نے عبداللہ کی نسبت دریافت کیا تو کہا:

وہ بیمار تھے ہم انھیں ان کے ننھیال یعنی خاندان عدی ابن النجار میں چھوڑ آئے ہیں۔

عبدالمطلب نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو بھیجا تو عبداللہ وفات پا چکے تھے اور نابغہ کے گھر میں دفن ہوئے تھے، نابغہ عدی بن النجار کے ایک فرد تھے اور ان کا گھر (جس میں عبداللہ دفن ہوئے) وہ ہے کہ جب تم اس محلے میں داخل ہو گئے تو تمھارے بائیں جانب ایک چھوٹی سی عمارت پڑے گی [1]

ننھیال والوں نے حارث سے عبداللہ کی بیماری، اُن کی تمریض و تیمارداری کی کیفیت بیان کی اور کہا کہ ہم انھیں دفن کر چکے، حارث یہ سن کے واپس آئے، عبدالمطلب کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو خود اُن کو اور عبداللہ کے بھائی بہن سب کو سخت صدمہ ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] یہ نشان جو مصنف نے دیا ہے اُسی زمانے کا ہے۔ اب تو محلّہ بنی عدی تک باقی نہ رہا۔

اس وقت بطن مادر میں تھے، عبداللہ نے پچیس برس کی عمر میں وفات پائی۔

محمد بن عمر الواقدی کہتے ہیں:

عبداللہ بن عبدالمطلب کی وفات اور ان کی عمر کے متعلق جتنی روایتیں ہیں ان سب میں صحیح ترین قول ہمارے نزدیک یہی ہے۔

زہری کہتے ہیں:

عبدالمطلب نے عبداللہ کو مدینے میں سو کھے چھوارے لینے کو بھیجا تھا، مدینے ہی میں وہ انتقال کر گئے۔

محمد بن عمر کہتے ہیں:

ثابت ترین روایت پہلی روایت ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن سعد کہتے ہیں:

عبداللہ کی وفات کی نسبت ہم سے ایک اور روایت بھی کی گئی ہے، (اور وہ حسب ذیل ہے)

۶۲ ہشام نے اپنے والد محمد بن السائب اور عوانۃ بن الحکم، دونوں صاحبوں سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب نے اس وقت وفات پائی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھائیس (۲۸) مہینے کے ہو چکے تھے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سات (۷) مہینے کے ہو چکے تھے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں:

ثابت ترین روایت پہلی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطن مادر ہی میں تھے کہ عبداللہ انتقال کر گئے۔

محمد بن عمر بن واقد الاسلمی کہتے ہیں:

عبداللہ بن عبدالمطلب نے اُمّ ایمن کو، پانچ اَوارِک اونٹوں کو، اور بھیڑ کے ایک مختصر گلّے کو، ترکہ میں چھوڑا جس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وارث ہوئے، اَوارِک اُن اونٹوں کو کہتے ہیں جن کی خوراک درخت اراک (پیلو) ہے۔ اُمّ ایمن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ گری نصیب ہوئی، اُن کا نام بَرَکۃ تھا،

آمنہ بنت وہب اپنے شوہر عبداللہ بن عبدالمطلب کے مرثیے میں کہتی ہیں:

عفا جانب البطحاء من ابن هاشم — وجاور لحداً خارجاً فی الغماغم

(فرزند ہاشم کی وفات کے باعث کنارہ بطحاء کا نام ونشان تک مٹ گیا، نوحہ وبکا وگریہ وغوغا کے غیر متمیز شور میں باہر نکل کے وہ ایک لحد کا مجاور ہو گیا)

دعته المنایا دعوۃً فاجابہا — وما ترکت فی الناس مثل ابن ہاشم

(موت نے اُسے دعوت دی اور اُس نے وہ دعوت قبول کر لی، انسانوں میں کسی ایک کو بھی موت نے ایسا نہ چھوڑا جو فرزند ہاشم جیسا ہوتا)

عشیۃ راحوا یحملون سریرہ — تعاورہ اصحابہ فی التزاحم

(شب میں اُس کا تابوت اٹھا کے لے چلے تو اس کے ساتھیوں نے انبوہ میں تابوت کو دست بدست لے لیا)

فان تک غالتہ المنایا وریبہا — فقد کان معطاء کثیر التراحم

(اگر وہ مر گیا تو کیا ہوا اُس کے آثار خیر تو نہیں مرے، کیونکہ وہ نہایت درجہ فیاض اور بہت ہی رحم دل تھا)

قد استراح الیراع من ترجمۃ القسم الاول من الجزء الاول من کتاب الطبقات الکبیرہ صبیحۃ لیلۃ اُسری بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد الاقصی الذی بورک حولہ، من شہور سنۃ ۱۳۳۷ للہجرۃ، وبذلک قد تمت الانباء المخصیصۃ بما قبل مولدہ بنعمۃ اللہ وبنعمتہ تتم الصالحات، ولہ الحمد من قبل

ومن بعد، وعلیه الاتکال، وبیدہ التوفیق
ربّنا تقبل منا انك انت الغفور الرّحیم۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل الینا شاھدا ومبشرا ونذیرا، وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا، صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا

ربنا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم والا الضالین۰

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت

ابو جعفر محمد بن علیؑ کہتے ہیں:

ماہ ربیع الاول کی دس شبیں گزر چکی تھیں کہ دوشنبہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، اصحاب فیل اس سے پہلے نصف ماہ محرم میں آچکے تھے، لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور واقعۂ فیل کے درمیان پچپن شبیں گزر چکی تھیں۔

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ ابو معشر نجیح المدنی کہا کرتے تھے:

ماہ ربیع الاول کی دو شبیں گزری تھیں کہ دو شنبہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں:

تمہارے پیغمبر (علیہ الصلاۃ والسلام) دو شنبہ کے دن پیدا ہوئے تھے۔

۶۳ عبداللہ بن علقمہ بن الفغوا، عبداللہ بن عباس، محمد بن کعب، عمران بن مناح، سعید بن جبیر، بنت ابی تجراۃ، اور قیس بن مخرمہ کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے (یعنی جس سال اصحاب فیل کا واقعہ پیش آیا ہے کہ ابرہہ نے کعبہ شریفہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً پر چڑھائی کی ہے اسی سال آنحضرت صلواۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی)۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفیل میں پیدا ہوئے یوم الفیل سے عام الفیل مراد ہے۔

زہری، محمد بن کعب القرظی، المنسور ابو وجزہ، مجاہد، ابن عباس، جن کی روایتیں باہم مخلوط ہو گئی ہیں کہتے ہیں، کہ آمنہ بنت وہب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ) نے کہا:

میں اس بچے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کی باردار ہوئی تو وضع حمل تک میں نے کوئی مشقت محسوس نہ کی، مجھ سے جدا ہونے پر ایک ایسا نور اُن کے ساتھ ہی نکلا کہ مابین مشرق سے لے کے مغرب تک اس کی روشنی پھیل گئی، بعد کو اپنے دونوں ہاتھوں کے سہارے زمین پر آئے تو ایک مشت خاک لے کے آسمان کی جانب سر اٹھایا،

بعض کہتے ہیں:

زمین پر آئے تو اپنے دونوں زانوؤں پر جھکے ہوئے تھے، سر آسمان کی جانب بلند تھا، اُن کے ساتھ ایک ایسا نور برآمد ہوا کہ شام کے محل و بازار روشن ہو گئے، حتیٰ کہ میں نے بُصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں دیکھ لیں۔

اسحاق بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی والدہ نے کہا:

ان کے پیدا ہوتے ہی مجھ سے ایک ایسا نور برآمد ہوا کہ ملک شام کے قصر و ایوان اس سے روشن ہو گئے، پیدا ہوئے تو پاک وصاف و طاہر و مطہر پیدا ہوئے جس طرح بھیڑ بکریوں کے بچے پیدا ہوتے ہیں کہ اُن کے کچھ بھی آلائش نہیں ہوتی، زمین پر آئے تو فرش خاک پر اپنے ہاتھ کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے متعلق ابن القبطیہ نے روایت کی کہ آنحضرت علیہ السلام کی والدہ کہتی تھیں:

میں نے دیکھا کہ گویا ایک شہاب مجھ سے نکلا ہے کہ زمین اس سے روشن ہو گئی ہے۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی والدہ سے پیدا ہوئے تو پتھر کے[1] ایک کونڈے کے نیچے انھیں لٹا دیا مگر کونڈا پھوٹ گیا، میں نے دیکھا تو وہ آنکھیں پھاڑ کے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے

ابو العجفاء کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرے پیدا ہوتے وقت میری والدہ نے دیکھا کہ اُن سے ایسا نور تاباں ہے کہ بُصریٰ کے قصر و ایوان اُس سے روشن ہو گئے ہیں۔

ابو امامۃ الباہلی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری والدہ نے دیکھا کہ گویا اُن سے ایک ایسا نور برآمد ہوا ہے جس سے شام کے قصر و ایوان روشن ہو گئے۔ ۶۴

حسان بن عطیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں اور دونوں زانوؤں پر ٹیک لگائے آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے تھے۔

عبداللہ بن عباسؓ اپنے والد عباسؓ بن عبدالمطلب سے روایت

[1] "پتھر کا کونڈا" اصل میں "برمہ" کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں "قدر من الحجارۃ" پتھر کی دیگ)۔

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو ختنہ شدہ ناف بریدہ تھے، عبد المطلب کو اس پر مسرت آمیز تعجب ہوا ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر بڑھ گئی، اور انھوں نے کہا:
میرے اس لڑکے کی ایک خاص شان ہوگی، چنانچہ فی الواقع آنحضرتؐ کی خاص شان ہوئی:
یزید بن عبد اللہ بن زمعہ کی بہن کہتی تھیں۔
آمنہ بنت وہب کے بطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو آمنہ نے عبد المطلب کو خبر کرائی، خوشخبری لانے والا ایسے وقت میں ان کے پاس پہونچا کہ وہ حجر میں اپنے بیٹوں اور قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اطلاع دی کہ آمنہ کے لڑکا ہوا، عبد المطلب خوش ہوئے اور اُن کے ساتھ جتنے لوگ تھے سب اُٹھے آمنہ کے پاس آئے تو جو کچھ انھیں نظر آیا تھا، جو اُن سے کہا گیا تھا، اور جس کا حکم لا تھا، عبد المطلب کو سب کچھ سنا دیا، عبد المطلب آنحضرتؐ کو لیے ہوئے کعبہ میں آئے، وہاں کھڑے ہو کے خدا سے دعا کی اور خدا نے یہ جو نعمت بخشی اُس کا شکر کرتے رہے۔
محمد بن عمر الاسلمی کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ اس دن عبد المطلب نے یہ کہا تھا۔

الحمد للہ الذی اعطانی ۔۔۔۔ ھذا الغلام الطیب الاردان

(ہر طرح اور ہر قسم کی حمد و ثنا اُس خدا کے لئے ہے جس نے مجھے یہ پاکدامن لڑکا عنایت فرمایا۔)

قد ساد فی المھد علی الغلمان ۔۔۔۔ اُعِیذُ باللہ ذی الارکان

(یہ وہ لڑکا ہے کہ گہوارے ہی میں تمام لڑکوں پر سردار ہو گیا، میں اس کو اللہ تعالی

لہ (حجر: وہ مقام جس پر حطیم شامل ہے جو شمالی جانب سے خانۂ کعبہ کو محیط ہے)۔

کی پناہ میں دیتا ہوں اور اس کے لئے خدا سے پناہ مانگتا ہوں)

حتّٰی اراہ بالغ البنیان أعیذہ من شرّ ذی شنان

(میری خواہش ہے کہ اس کو تا بہ بنیاد رسیدہ دیکھوں، میں اس کے نسبت بغض رکھنے والوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔)

من حاسدٍ مضطرب العنان

(میں اس حاسد سے پناہ مانگتا ہوں جو مضطرب العنان ہو، یعنی ایک روش پر اسے قرار نہ رہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

غثیمہ کے آزاد غلام سہل، مریس کے نصرانی تھے اور انجیل پڑھا کرتے تھے، اُن کا بیان ہے کہ انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت موجود ہے کہ وہ اسماعیلؑ کے خاندان سے ہوں گے اور اُن کا نام احمدؐ ہوگا

ابو جعفر محمد بن علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز بطن مادر ہی میں تھے کہ آمنہ کو حکم ہوا:

ان کا نام احمدؐ رکھنا۔

۶۵ محمد بن علی، یعنی ابن الحنفیہؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے علی بن ابی طالب علیہ السلام کو یہ کہتے سنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرا نام احمدؐ رکھا گیا۔

جبیرؓ بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا:

میں محمدؐ ہوں، احمدؐ ہوں، حاشرؐ[1] ہوں، ماحی ہوں، خاتم ہوں، عاقب ہوں۔
حُذَیفہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی ایک گلی میں یہ کہتے ہوئے سُنا:
میں محمدؐ ہوں، احمدؐ ہوں، حاشرؐ ہوں، مُقَفّیؐ[2] ہوں، نبی رحمت ہوں،
ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے نام بتائے جن میں سے بعض نام ہم نے یاد کر لئے، آپ نے فرمایا تھا:
میں محمدؐ ہوں، احمدؐ ہوں، مُقَفّیؐ ہوں، حاشرؐ ہوں، نبیّ رحمۃ ہوں، نبی توبہ ہوں، نبی ملحمہ[3] ہوں۔
مجاہد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میں محمدؐ ہوں، احمدؐ ہوں، رسول رحمۃ ہوں، رسول ملحمہ ہوں، مقفّیؐ ہوں حاشر ہوں جہاد کے لیے مبعوث ہوا ہوں، زراعت کے لئے مبعوث نہیں ہوا ہوں۔
جُبَیر بن مُطْعِم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میرے پانچ نام ہیں۔
(۱) میں محمدؐ ہوں
(۲) احمدؐ ہوں
(۳) ماحی ہوں، کہ اللہ تعالیٰ میرے باعث کفر کو مٹاتا ہے۔
(۴) حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر محشور ہوں گے۔

۱۔ (حاشر: وہ پیغمبر جو قرب قیامت کے زمانہ میں مبعوث ہو۔ ماحی جس کی بدولت گناہ مٹ جائیں خاتم: خاتم النبیّین۔ عاقب: جس کی بعثت تمام پیغمبروں کے بعد ہوئی ہو)۔
۲۔ مُقَفّی: (جس کا زمانہ تمام پیغمبروں کے بعد آئے)۔
۳۔ نبیّ ملحمہ: (وہ پیغمبر جو قریب قیامت کے ایام فتنہ و فساد کے کچھ ہی دنوں پیشتر مبعوث ہو)۔

(۵) اور میں عاقب ہوں۔

جُبَیر بن مُطعِم سے دوسری روایت بھی اسی طرح ہے، مگر اُس میں یہ لفظ زائد ہے:

میں وہ عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

نافع بن جبیر سے روایت ہے کہ وہ عبدالملک بن مروان کے پاس گئے تو عبدالملک نے اُن سے پوچھا:

تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن ناموں کا شمار معلوم ہے جن کو جبیر یعنی ابن مطعم گنا کرتے تھے؟

نافع نے کہا:

ہاں وہ چھ نام ہیں

(۱) محمّد

(۲) احمد

(۳) خاتم

(۴) حاشر

(۵) عاقب

(۶) ماحی

حاشر اس لئے کہ آنحضرتؐ تم سب کو (خدا کے خوف سے) ڈرانے کے لئے عذاب شدید کے روبرو قیامت کے ساتھ ساتھ مبعوث ہوئے۔

عاقب اس لیے کہ پیغمبروں کے بعد آئے۔

ماحی اس لئے کہ جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا، اللہ تعالےٰ نے ان کے گناہ آنحضرتؐ کے طفیل میں محو کر دیے۔

(۶۶) ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے بندگان خدا۔ دیکھو۔ ان لوگوں کے دشنام و لعنت کو اللہ تعالیٰ تمھاری طرف سے کیونکر پلٹ دیتا ہے۔

ان لوگوں سے آنحضرتؐ کی مراد قریش کے لوگ تھے۔ سامعین نے عرض کی:

کیف یا رسولَ اللہ (یا رسول اللہ، وہ کیوں کر؟)

فرمایا:
یشتمون مُذَمَّماً ویلعنون مُذَمَّماً وانا محمّدٌ (وہ مذمّم[1] کو گالیاں دیتے ہیں، مذمم پر لعنت کرتے ہیں حال آں کہ میں مذمّم نہیں ہوں، میں تو محمّد[2] ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت

ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میرے نام پر نام رکھو، مگر میری کنیت پر کنیت نہ رکھو، کیوں کہ میں ہی ابوالقاسم ہوں۔

ابوہریرہؓ سے (یہ دوسری) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میرے نام اور کنیت، دونوں کو جمع نہ کرو (یعنی ایسا نہ کرو کہ کسی کا نام رکھو تو میرا ہی نام رکھو اور کنیت رکھو تو وہ بھی میری ہی کنیت ہو، ایک تک مضائقہ نہیں، مگر دونوں کا اجتماع نامناسب ہے) میں ابوالقاسم ہوں، اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

ابوہریرہؓ کی ایک اور روایت میں "محلوف[2] ابی القاسم" کے الفاظ ہیں کہ اس سے بھی آنحضرتؐ ہی مراد ہیں۔

انسؓ بن مالک سے روایت ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں تھے کہ ایک شخص نے آواز دی

---

[1] (مُذَمَّم: مذموم و نکوہیدہ سیرت۔ محمّد[2]: ستودہ خصال)
[2] (محلوف: حلف کردہ، خدا کی قسم)

یا ابا القاسم، اس آواز پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملتفت ہوئے تو اس نے کہا، میں نے آپ کو آواز نہیں دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا۔

سموا باسمی ولا تکتنوا بکنیتی (میرے نام پر نام تو رکھو مگر میری کنیت پر کنیت نہ رکھو)

جابرؓ کہتے ہیں:

ایک انصاری کے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے محمدؐ رکھا، انصار اس پر غضبناک ہوئے اور کہا:

یہ نام اس وقت رکھا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم اجازت حاصل کرلیں۔ آنحضرت سے تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا:

انصار نے اچھا کیا۔ پھر ارشاد ہوا:

میرا نام رکھو، میری کنیت نہ رکھو، کیونکہ فقط میں ہی ابوالقاسم ہوں کہ تمہارے درمیان (خدا کی نعمتیں) تقسیم کرتا ہوں۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے:

ایک انصاری نے اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی، انصار نے اس پر کہا:

جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں ہم دریافت نہ کرلیں تجھے اس کنیت سے مخاطب نہ کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا:

میرا نام رکھو میری کنیت نہ رکھو۔

سعید کہتے ہیں:

قتادہ اس امر کو مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اپنی کنیت ابوالقاسم رکھے، خواہ اس کا نام محمد نہ ہو۔

۶۷ عبدالرحمٰن بن ابی عمرۃ الانصاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرا نام اور میری کنیت جمع نہ کرو۔
ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میرا نام نہ رکھو، میری کنیت رکھو۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اس بات کی ممانعت فرمائی کہ نام اور کنیت دونوں جمع ہوں۔
ابو ہریرہؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میرے نام اور میری کنیت کو جمع نہ کرو۔
مجاہد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میرا نام رکھو، میری کنیت نہ رکھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت جنھیں شرف حاصل ہوا

آنحضرتؐ کے رضاعی بھائی بہن

بَرّہ بنت تنجراۃ کہتی ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے پہل ثُوَیبَہ نے اپنے ایک لڑکے کے ساتھ دودھ پلایا جسے مسرُوح کہتے تھے، یہ واقعہ حلیمہ کی آمد سے قبل کا ہے، ثویبہ نے اس سے پہلے حمزہ بن عبدالمطلب کو دودھ پلایا تھا، اور اس کے بعد ابوسلمہ بن عبدالاسد المخزومی کو دودھ پلایا۔
ابن عباس کہتے ہیں:
ثویبہ نے کہ ابولہب کی لونڈی تھیں، حلیمہ کی آمد سے پیشتر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چند روز دودھ پلایا تھا، اور آپ ہی کے ساتھ ابوسلمہ

بن عبد الاسد کو بھی دودھ پلاتی تھیں، لہٰذا ابو سلمہ آپ کے دودھ شریک بھائی تھے۔

عروۃ بن الزبیرؓ سے روایت ہے کہ ثویبہ کو ابولہب نے آزاد کر دیا تھا اور اسی وجہ سے اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا، ابولہب کے مرنے پر بعض لوگوں نے اس کو بدترین حالت میں خواب میں دیکھا تو پوچھا:

کہو کیا گزری؟

ابولہب نے کہا:

تمہارے بعد ہمیں کوئی آسایش نہ ملی، البتہ میں ثویبہ کو آزاد کرنے کے باعث اس میں سیراب ہوا۔ ابولہب نے "اس میں" کہا تو انگوٹھے اور اس کے بعد کی انگلیوں کے پوروں کے درمیان اشارہ کیا تھا۔

محمد بن عمر کئی اہل علم سے روایت کرتے ہیں جو کہتے تھے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں ثویبہ کی خبر گیری فرماتے تھے، خدیجہؓ بھی ثویبہ کی بزرگ داشت کرتیں۔ ثویبہ اُن دنوں آزاد نہ تھیں، اُن کی آزادی کی غرض سے خدیجہؓ نے ابولہب سے درخواست کی کہ اُن کے ہاتھ فروخت کر دیں کہ آزاد کر دی جائیں، مگر ابولہب نے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (۶۸) جب مدینہ میں ہجرت کی تو ابولہب نے ثویبہ کو آزاد کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے بھی ثویبہ کو صلے بھجواتے اور کپڑے دیتے، تاآں کہ غزوۂ خیبر سے واپس آتے وقت ۷ھ میں خبر ملی کہ ثویبہ انتقال کر گئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

ثویبہ کے بیٹے مسروح نے کیا کیا؟

کہا گیا:

وہ تو ثویبہ سے پہلے ہی مر چکے تھے، اُن کی قرابت میں بھی کوئی باقی نہیں

قاسم بن عباس الاسلمی کہتے ہیں:

ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثویبہ کا حال دریافت

فرمایا کرتے اور اُن کے لئے صلے اور کپڑے بھیجا کرتے، حتیٰ کہ اُن کی وفات کی خبر آئی تو استفسار فرمایا:

اُن کی قرابت میں کون باقی ہے؟ لوگوں نے کہا:

کوئی نہیں۔

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حمزہؓ بن عبدالمطلب میرے رضاعی بھائی ہیں۔

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں:

حمزہؓ بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی تھے، آنحضرتؐ کو بھی اور انھیں بھی ایک عربیہ نے دودھ پلایا تھا، قبیلۂ بنی سعد بنی بکر کے لوگوں میں حمزہ کے دودھ پلانے کا انتظام تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنی (دودھ پلانے والی) ماں حلیمہ کے پاس تھے کہ حمزہؓ کی والدہ نے آنحضرتؐ کو اپنا دودھ پلایا تھا۔

اُمّ سلمہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی:

یارسول اللہ، آپ حمزہؓ کی لڑکی کی جانب سے کہاں (بھولے ہوئے) ہیں؟۔ یا آپ سے یہ کہا گیا:

حمزہؓ کی لڑکی کو آپ کیوں نہیں پیغام دیتے؟۔

آنحضرت نے فرمایا:

رضاعت کی حیثیت سے حمزہ میرے بھائی ہیں۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ حمزہؓ کی بیٹی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش کی گئی تو فرمایا:

وہ مجھ پر حلال نہیں، وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے، جو نسب سے حرام وہ رضاعت سے بھی حرام ہے۔

علی بن ابی طالب علیہ السلام کہتے ہیں کہ حمزہؓ کی لڑکی کی نسبت میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی اور ان کے حسن و جمال کا بھی تذکرہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ازروئے رضاعت وہ میرے بھائی کی لڑکی ہے، کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو نسب سے حرام کیا ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے۔

محمد بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوصالح کو علی رضہ (ابن ابی طالب) سے روایت کرتے سنا کہ وہ کہتے تھے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حمزہؓ کی لڑکی کے لئے تذکرہ کیا تو فرمایا:

وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے۔

۶۹ عراک بن مالک سے روایت ہے کہ زینب بنت ابی سلمہ نے ان کو خبر دی کہ امّ حبیبہ (امّ المومنین) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:

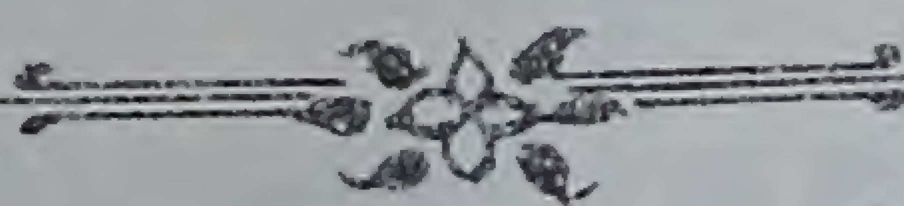
ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ دُرّۃ بنت ابی سلمہ سے نکاح کرنے والے ہیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أعلی امّ سلمۃ (کیا امّ سلمہ پر؟) پھر فرمایا:

لو انی لم انکح امّ سلمۃ ما حلت لی، انّ اباھا اخی من الرضاعۃ (میں اگر امّ سلمہ سے نکاح نہ بھی کیے ہوتا تو بھی دُرّۃ بنت ابی سلمہ میرے واسطے حلال نہ ہوتی، ازروئے رضاعت اُس کا باپ تو میرا بھائی ہے)

حلیمہ سعدیہ



یحییٰ بن یزید السعدی کہتے ہیں:

مکے میں بچوں کو دودھ پلانے کی غرض سے قبیلۂ بنی سعد بن بکر کی دس عورتیں

آئیں، سب کو تو بچے مل گئے، ایک باقی رہیں تو حلیمہ باقی رہیں۔
حلیمہ بنت عبداللہ بن الحارث بن شجنۃ بن جابر بن از ارم بن ناصرۃ بن قصیۃ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمۃ ابن خصفۃ بن قیس بن عیلان بن مضر۔
حلیمہ کے ساتھ ان کے شوہر حارث بھی تھے، ابن عبدالعزّیٰ بن رفاعۃ بن ملاّن بن ناصرۃ بن قصیّۃ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن۔
حارث کی کنیت ابو ذؤیب تھی، حلیمہ کے لڑکے عبداللہ انھیں کے صلب سے تھے اور ہنوز شیر خوار تھے۔
حارث کی دو لڑکیاں بھی تھیں، انیسہ بنت الحارث، اور جدامۃ بنت الحارث، جدامہ کا لقب شیماء[1] تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی گود میں لیے رہتیں اور اپنی ماں کے ساتھ آنحضرتؐ کو کھلایا کرتیں۔
حلیمہ پر آنحضرت (علیہ الصلاۃ والسلام) کی رضاعت پیش کی گئی تو کہنے لگیں:

یتیمٌ ولا مال لہ وما عست أُمّہ ان تفعلَ
(یتیم، بے مال و منال، اُن کی ماں کیا کر لینگی)

قبیلے کی تمام عورتیں حلیمہ کو چھوڑ کے چلی گئیں تو حلیمہ نے اپنے شوہر سے کہا: تیری کیا رائے ہے؟ میری ساتھ والیاں تو چلی گئیں اور مکہ میں دودھ پلانے کے لئے بجز اس یتیم بچے کے اور کوئی نہیں، اگر ہم اسے لے لیں تو کیا؟ کیونکہ مجھے یہ برا معلوم ہوتا ہے کہ بے کچھ لیے گھر واپس جائیں۔
شوہر نے جواب دیا:
اُس کو لے لے، شاید اللہ تعالیٰ اُسی میں ہمارے لیے بہتری کرے۔
حلیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے پاس آئیں اُن سے لے کے آنحضرتؐ کو اپنے آغوش میں لیا تو دونوں چھاتیاں اس قدر

[1] (شیما: وہ عورت جس کے جسم پر دھبّے ہوں)

بھر آئیں کہ اب ان سے دودھ ٹپکا کہ تب ٹپکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسودہ ہو کے دودھ پیا اور آپ کے دودھ شریک نے بھی پیا جس کی پہلے یہ حالت تھی کہ بھوک کے مارے سوتا نہ تھا۔

آنحضرتؐ کی والدہ نے (حلیمہ سے) کہا:

مہربان اور شریف دائی۔ اپنے بچے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے خبردار رہنا کیوں کہ عن قریب اس کی ایک خاص شان ہوگی۔

آمنہ نے آنحضرتؐ کی ولادت کے وقت جو کچھ دیکھا تھا اور اس مولود کی نسبت جو اُن سے کہا گیا تھا، حلیمہ کو سب کچھ بتاؤیا اور یہ بھی کہا:

مجھ سے (متواتر) تین شب کہا گیا کہ اپنے بچے کو اولاً قبیلۂ بنی سعد بن بکر میں، پھر آلِ ابو ذویب میں دودھ پلوانا۔

حلیمہ نے کہا:

یہ بچہ جو میری گود میں ہے اسی کا باپ ابوذویب میرا شوہر ہے۔

غرض کہ حلیمہ کی طبیعت خوش ہوگئی اور ان سب کوشش کے خوشی خوشی آنحضرتؐ کو لئے ہوئے اپنی فرودگاہ پر پہنچیں، گدھی پر اسباب و کجاوہ رکھا اور حلیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آگے لئے ہوئے بیٹھ گئیں، حارث اُن کے آگے بیٹھے، چلتے چلتے وادی السرر میں پہنچے، ساتھ والیوں سے ملاقات ہوئی جو شاداں و مسرور تھیں اور حلیمہ و حارث کوشش کررہے تھے کہ اُن کے برابر آجائیں۔

حلیمہ سے ان عورتوں نے پوچھا:

کیا کیا؟

جواب دیا:

اخذت واللہ خیر مولود رأیتہ قط واعظمہم برکۃ (خدا کی قسم جتنے بچے میں نے دیکھے ہیں اُن سب میں بہترین مولود و بزرگترین برکت والے کو میں نے لیا ہے)

عورتوں نے کہا۔

کیا وہ عبدالمطلب کا لڑکا؟

حلیمہ نے کہا:

ہاں۔

حلیمہ کہتی ہیں:

ہم نے اس منزل سے کوچ بھی نہ کیا تھا کہ دیکھا بعض عورتوں میں حسد نمایاں ہے۔

محمد بن عمر کہتے ہیں بعض لوگوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حلیمہ اپنے گھر لے کے چلیں تو آمنہ بنت وہب نے کہا:

أُعِيذُهُ بِاللهِ ذِي الْجَلَالِ　　مِنْ شَرِّ مَا مَرَّ عَلَى الْجِبَالِ[۱]

(جسم پر جو شر گزرتے ہیں، جو بدی و خرابی و خستگی لاحق ہوتی ہے، جو آفات و امراض پیش آتے ہیں، ان سب سے میں اِس بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں اور اُس کے لئے خدا سے پناہ مانگتی ہوں)

حَتَّى أَرَاهُ حَامِلَ الْحِلَالِ　　وَيَفْعَلُ الْعُرْفَ إِلَى الْمَوَالِي

(میں اُس وقت تک کے لئے اُس کو خدا کی پناہ میں دیتی ہوں کہ اُسے امر حلال کا حامل اور غلاموں کے ساتھ نیکی کرتے دیکھ لوں)

وَغَيْرِهِمْ مِنْ حَشْوَةِ الرِّجَالِ[۱]

(اور صرف غلاموں ہی کے ساتھ نہیں بلکہ میں یہ بھی دیکھوں کہ اُن کے علاوہ دوسرے ادنیٰ درجے کے لوگوں کے ساتھ بھی وہ نیکیاں کر رہا ہے)

۱؎ (اس نظم کے دوسرے مصرع میں لفظ جبال، بوزن خیال آیا ہے، جبال کے معنی جسم کے ہیں، محاورۂ عرب میں کہتے تھے:

هو عظيم الجبال یعنی وہ شخص بڑے جسم و جثہ کا، کلّے ٹھلّے کا تنا ور تنومند آدمی ہے، آخری مصرع میں حشوہ، وارد ہے جس کے معنی اراذل کے ہیں، یعنی کم پایہ انفار)

شق صدر

محمد بن عمر اپنے اصحاب سے روایت کرتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو برس تک قبیلۂ بنی سعد میں رہے دودھ چھڑایا گیا ہے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آپ چار برس کے ہیں آنحضرتؐ کی والدہ سے ملنے کے لئے آپ کو لے کے چلے، حلیمہ نے اُن سے آنحضرتؐ کے حالات بیان کئے اور آپ کی برکت سے جو دیکھا تھا اس کی کیفیت سنائی، آمنہ نے کہا:

میرے بچے کو واپس لے جاؤ میں اس کی نسبت مکے کی وبا سے ڈرتی ہوں، خدا کی قسم، اس کی ایک خاص شان ہوگی،

چنانچہ حلیمہ آنحضرت سلام اللہ علیہ کو واپس لے گئیں،

آنحضرتؐ جب چار برس کے ہوئے تو اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ نکل جاتے تھے، یہ جگہ محلے کے قریب ہی تھی، اور یہاں چار پائے رہتے تھے، اسی مقام پر دو فرشتوں نے آکے آنحضرتؐ کا شکم چیر کر ایک سیاہ نقطہ نکال کے اس کو پھینک دیا اور سونے کے ایک طشت میں رکھ کے برفاب سے شکم کو دھویا، اُمت کے ایک ہزار آدمیوں کے ہم سنگ کر کے آپ کو تولا تو آپ ہی بھاری ٹھیرے، ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا:

دَعْهُ فلو زنت بامته كلها لوزنهم (جانے دو، اگر تمام امت کے ساتھ وزن کروگے تب بھی آپ ہی کا پلہ گراں ہوگا)

آنحضرتؐ کے بھائی چیختے چلاتے اپنی ماں کے پاس پہنچے کہ

أَدْرِكِي أَخِي الْقُرَشِي (میرے قریشی بھائی کی خبر لے)

حلیمہ مع اپنے شوہر کے دوڑتی ہوئی نکلیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں پایا کہ آپ کا رنگ اڑا ہوا تھا، آمنہ کے پاس آنحضرتؐ

کو لے کے پہنچیں اور کیفیت سنا کے کہا: اَنّا لا نردّہ الاّ علی جدع آنفنا (ہم اس بچے کو یوں واپس نہیں کرتے، اپنی ناک کٹا کے واپس کرنے پر مجبور ہوئے ہیں)

مگر مراجعت کے وقت آنحضرت کو پھر لیتی آئیں اور ایک سال یا اسی کے قریب قریب آنحضرت (واقعۂ شق صدر کے بعد) حلیمہ ہی کے پاس رہے، کہ اب آپ کو وہ کہیں دور جانے نہ دیتیں،

کچھ دن گزرے تھے کہ حلیمہ نے دیکھا، ایک ابر آنحضرت پر سایہ گستر ہے، جب آپ ٹھہر جاتے ہیں تو وہ بھی ٹھہر جاتا ہے، اور چلتے ہیں تو وہ بھی چلتا ہے، حلیمہ اس بات سے بھی ڈریں، اور آنحضرت کو لے کے چلیں کہ آپ کو آپ کی والدہ کے سپرد کر دیں، اس وقت آپ پانچ برس کے تھے وہاں سے لے کے چلیں تو مکہ کے قریب پہونچی تھیں کہ (لوگوں کے مجمع میں آپ کو گم کر دیا، تلاش کیا اور نہ پایا تو آ کے عبد المطلب کو خبر دی، عبد المطلب نے بھی جستجو کی انھیں بھی نہ ملے تو کعبے کے پاس آ کے وہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے:

لاھم اَدِّ راکبی محمدا ۔۔۔ اَدِّہ الیّ واصطنع عندی یدا

(یا اللہ میرے شہسوار محمد کو مجھے دے دے، اسے مجھ کو دیدے، میرے پاس بھیجدے، اور اس عنایت کی بدولت مجھ پر اپنا فضل و کرم کر)

انت الذی جعلتہ عضدا ۔۔۔ لا یبعد الدھر بہ فیبعدا

(یا اللہ تو ہی نے اس لڑکے کو میرا بازو بنایا ہے، یا اللہ ایسا نہ ہو کہ زمانہ اس کو دور کر دے تو پھر یہ دور ہی ہو جائے گا)

انت الذی سمیتہ محمدا

(تو ہی نے تو اس کا نام محمد رکھا ہے اور اس ستودگی اور ستائش سے موسوم کیا ہے)

(۱۷) کِندیر بن سعید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے:
میں خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک شخص نظر آیا جو کہہ رہا تھا:
رَبِّ
(اے میرے پروردگار)

رُدَّ اِلَیَّ رَاکِبِیْ مُحَمَّدًا
رُدَّہٗ اِلَیَّ وَاصْطَنِعْ عِنْدِیْ یَدًا

(محمدؐ کو مجھے واپس کردے، اُسے میرے پاس واپس کردے اور اس طرح میرے حق میں عنایت کر)

میں نے کہا: یہ کون ہے؟
لوگوں نے جواب دیا:
عبد المطلب بن ہاشم ہیں، اپنے اونٹوں کی تلاش میں اپنے ایک فرزند زادے کو بھیجا تھا، اور اس لڑکے کی یہ برکت ہے کہ جس کام میں اس کو بھیجا وہ ضرور کامیاب ہو کے واپس آیا،
سعید کہتے ہیں کہ ہم لوگ کچھ ہی دیر ٹھیرے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگئے، عبد المطلب نے آنحضرتؐ کو گلے سے لگالیا اور کہا:
اب میں تجھے کسی ضرورت کے لئے نہ بھیجوں گا۔
ابن القبطیہؒ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت قبیلۂ بنی سعد بن بکر میں ہوئی۔

واقعۂ یہود

اسحاق بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو جب آنحضرتؐ کی والدہ نے دودھ پلانے کے لئے (حلیمہ سعدیہ کے سپرد کیا تو یہ بھی کہا کہ میرے بچے کی حفاظت کرتی رہنا، اسی کے ساتھ وہ تمام باتیں بھی حلیمہ کو بتادیں جو (آنحضرتؐ کے متعلق) انھوں نے دیکھی تھیں،

کچھ روز گزرے تھے کہ حلیمہ کے پاس یہودیوں کا گزر ہوا جن سے حلیمہ نے کہا:

میرے اس بچے کی نسبت تم مجھے کچھ باتیں نہیں بتاتے، یہ شکم میں رہا اس طرح رہا، پیدا ہوا تو یوں پیدا ہوا اور میں نے یہ یہ کچھ اس کی نسبت دیکھا ہے غرض کہ آنحضرتؐ کی والدہ نے جو باتیں بتائی تھیں سب کہدیں،

ایک یہودی نے ان میں سے کہا:

اقتلوہ (اسے قتل کر ڈالو)۔

دوسروں نے پوچھا:

أیتیمٌ ھو (کیا یہ بچہ یتیم ہے؟)۔

حلیمہ نے کہا:

نہیں، یہ (اپنے شوہر کی طرف اشارہ کر کے) اس کا باپ ہے اور میں اس کی ماں ہوں،

سب نے کہا:

لوکان یتیماً لقتلناہ (اگر یہ بچہ یتیم ہوتا تو ہم اس کو قتل کر ڈالتے)۔

جب یہ واقعہ پیش آیا تو حلیمہ آنحضرتؐ کو لے کے چلی گئیں اور کہنے لگیں:

قریب تھا کہ میں اپنی امانت ہی کو ضائع و خراب کر چکی تھی،

اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دودھ شریک بھائی تھے جو آنحضرتؐ سے کہنے لگے:

أترى أنہ یکون بعثٌ (کیا آپ کی رائے میں پیغمبری کی بعثت ہونے والی ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اما والذی نفسی بیدہ لاٰخذنّ بیدک یوم القیامۃ ولاعرفنّک (قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ قیامت کے دن میں تیرا ہاتھ پکڑ لوں گا اور تجھے پہچان لوں گا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جب یہ صاحب ایمان لائے تو بیٹھ کے رویا کرتے تھے اور کہتے تھے، انما ارجو ان یاخذ النبی علیہ السلام بیدی یوم القیامۃ فانجو (مجھے تو صرف اتنی امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن میرا ہاتھ پکڑلیں گے تو میری نجات ہو جائیگی)۔

پاسِ رضاعت

یحیی بن یزید السعدی کہتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم سب میں زیادہ فصیح میں ہوں۔ اس لئے کہ میں قریش سے ہوں اور میری زبان بنی سعد بن بکر کی زبان ہے (جو فصحائے عرب مشہور تھے)۔

اُسامۃ بن زید اللیثی قبیلۂ بنی سعد کے ایک بزرگ سے روایت کرتے ہیں کہ حلیمہ بنت عبد اللہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکے پہنچیں، یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ رضہ سے نکاح کر چکے تھے، حلیمہ نے آنحضرتؐ سے قحط و گرانی اور مواشی کے ہلاک ہو جانے کی شکایت کی، آنحضرتؐ نے خدیجہؓ سے اس باب میں گفتگو کی تو انھوں نے حلیمہ کو چالیس بکریاں دیں اور سواری کے لئے ایک اونٹ عنایت کیا جو (سامان و متاع سے) لدا ہوا تھا، حلیمہ یہ سب لے کے اپنے اہل و عیال میں واپس گئیں۔

محمد بن المنکدر کہتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک عورت نے، کہ آنحضرتؐ کو دودھ پلایا تھا، آنے کی اجازت طلب کی، جب یہ خاتون حاضر ہوئیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

میری ماں، میری ماں، اپنی چادر لے کے اُن کے لئے بچھادی جس پر وہ بیٹھیں۔

عمر بن سعد کہتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ آنحضرتؐ کے پاس آئیں تو آپ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھادی، ان کے کپڑوں کے اندر اپنا ہاتھ لے جاکے ان کے سینے پر رکھا اور جو ضرورت ان کی تھی پوری کردی، ۷۲
ابوبکرؓ کے پاس آئیں تو انھوں نے بھی اپنی چادر بچھاوی اور کہا: مجھے اجازت دیجئے کہ باہر سے اپنا ہاتھ آپ کے کپڑوں تک لے جاؤں۔ اس کے بعد ان کی ضرورت پوری کردی، بعد کو عمرؓ کے پاس آئیں تو انھوں نے بھی یہی کیا۔

وفد ہوازن

زُہری، عبداللہ بن جعفر، اور ابن ابی سبرہ وغیرہم کہتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگاہ میں قبیلۂ ہوازن کا وفد بمقام جعرانہ پیش ہوا جب کہ آنحضرتؐ مالِ غنیمت تقسیم کرچکے تھے، اس وفد میں ابو ثروان بھی تھے کہ رشتۂ رضاعت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہوتے تھے، اس موقع پر انھوں نے عرض کی:
ان حظیروں میں وہ ہیں جنھوں نے آپ کی کفالت کی تھی، آپ کی چچی ہیں، خالائیں ہیں، دائیاں ہیں، ہم اپنے آغوش میں آپ کو پالتے رہے ہیں، اپنی چھاتیوں سے آپ کو دودھ پلاتے رہے ہیں، میں نے آپ کو دودھ پیتے دیکھا ہے، کوئی دودھ پیتا بچہ آپ سے اچھا نہیں دیکھا، آپ کو دودھ چھوڑتے دیکھا ہے، کہ کوئی دودھ چھڑایا ہوا بچہ آپ سے اچھا نہیں دیکھا، آپ کو جوان دیکھا، کہ کوئی جوان آپ سے اچھا نہیں دیکھا ہے، نیک خصلتیں آپ میں درجۂ کمال تک پہنچ چکی ہیں،

باایں ہمہ آپ کی جڑ بنیاد ہم ہیں آپ کے خاندان کے لوگ ہم ہیں ہم پر احسان کیجئے، اللہ آپ پر احسان کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم لوگوں نے اتنی سستی و تاخیر کی کہ میں نے گمان کیا اب تم لوگ نہ آؤ گے،

حالت یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بردے (جو لڑائی کے لونڈی غلام بنا لئے گئے) تقسیم کر چکے تھے اور ان کے حصے بھی لگ چکے تھے،

ہوازن کے چودہ آدمی مسلمان ہو کے آئے تھے اور جو لوگ رہ گئے تھے اُن کے اسلام کی خبر لائے تھے، اُن لوگوں کے سردار اور خطیب ابو صرد زہیر بن صرد تھے جنھوں نے عرض کی:

یارسول اللہ! ہمیں آپ کے بیخ و بن اور آپ کے خاندان ہیں، جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں وہ آپ پر مخفی نہیں، انھیں حظیروں میں آپ کی پھوپھیاں ہیں، خالائیں ہیں، دائیاں ہیں، کھلائیاں ہیں جو آپ کی کفالت کر چکی ہیں، اگر ہم حارث بن ابی شمر (پادشاہ غسان)، یا نعمان بن منذر (پادشاہ حیرہ) سے یہی سلوک کیے ہوتے اور جو منزلت آپ کی ہے ہم میں یہی محل و مقام اُن کو حاصل ہوا ہوتا تو ہم ان کی عاطفت و افادہ کے بھی امیدوار ہوتے، اور آپ تو بہترین کفیل ہیں،

دوسری روایت یہ ہے کہ اس دن ابو صرد نے حسب ذیل تقریر کی:

(یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم) یہی حظیرے ہیں جن میں آپ کی بہنیں ہیں، پھوپھیاں ہیں، خالائیں ہیں، چچیری اور خالہ زاد بہنیں ہیں، اور ان میں جو دور کے رشتے کی بھی ہیں وہ بھی آپ سے قریبی تعلق رکھتی ہیں، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، انھیں نے اپنے کنار و آغوش میں آپ کو لیا ہے، اپنی چھاتیوں کا دودھ آپ کو پلایا ہے،

اور اپنے زانووں پر آپ کو کھلایا ہے، اور اب آپ ہی بہترین کفیل ہیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سب سے اچھی بات وہی ہے جو راستی میں سب سے اچھی ہو، مسلمانوں میں جو میرے پاس ہیں انھیں تم دیکھ رہے ہو، اب بتاؤ کہ تمھیں اپنے زن و فرزند زیادہ محبوب ہیں یا مال و منال؟

وفد نے عرض کی:

یارسول اللہ، حسب و مال دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینے کی آپ نے ہمیں اجازت دی ہے، ہم تو حسب کے برابر کسی چیز کو نہیں سمجھتے، آپ ہمارے بال بچوں کو واپس کر دیجئے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو میرے لئے اور اولاد عبدالمطلب کے لئے ہے وہ تمھارے لئے ہے، مسلمانوں سے بھی میں تمھارے لئے مسألت کروں گا، لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز جب میں پڑھ چکوں تو تم کہنا:

نستشفع برسول اللہ الی المسلمین و بالمسلمین الی رسول اللہ (مسلمانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی بدولت ہم طلبگار شفاعت ہیں) اس پر میں تم سے کہوں گا کہ میرے اور بنی عبدالمطلب کے حصے میں جو ہیں وہ تمھارے ہیں، مع ہذا میں تمھارے لیے لوگوں سے بھی طلبگاری کروں گا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ظہر کی نماز پڑھ چکے تو ان لوگوں نے
اُٹھ کے جو باتیں آنحضرت ﷺ نے فرمائی تھیں، عرض کیں، ۷۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور بنی عبدالمطلب کے حصے کے بردے (لونڈی غلام) ان کو واپس کر دیے، اور مہاجرین و انصار نے بھی اپنے اپنے حصے واپس کر دیے، قبائل عرب سے بھی آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے خواہش ظاہر فرمائی، سب نے اسی ایک بات پر اتفاق کر لیا کہ تسلیم و رضا پر آمادہ ہیں، جتنے

بردے قبضہ میں ہیں سب واپس کردیں گے، البتہ کچھ لوگوں نے بردوں کے دینے سے ہاتھ روک لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں معاوضہ میں اونٹ دے دیئے۔

وفاۃ آمنۃ اُمّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

زہری، عاصم بن عمر بن قتادہ، عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم، اور ابن عباس سے روایت ہے جن کے بیانات خلط ملط ہو گئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ آمنہ بنت وہب کے پاس تھے، چھ برس کے ہوئے تو آنحضرتؐ کو مدینے، آپ کے ننھیال، بنی عدی ابن النجار میں لے کے چلیں کہ ان سے مل لیں، ساتھ میں ام ایمنؓ تھیں جو آپ کی کھلائی تھیں، دو اونٹ سواری میں تھے، نابغہ کے گھر آنحضرتؐ کو لے کے اتریں، اور ایک مہینے تک انھیں لوگوں میں رہیں، وہاں کی اقامت میں جو باتیں پیش آئی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو یاد کر کے بیان کیا کرتے تھے، بنی عدی بن النجار کا اُطم[1] دیکھا تو پہچان لیا۔ اور فرمایا:

میں اس اطم پر انصار کی ایک لڑکی اُنیسہ کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور اپنے ننھیالی لڑکوں کے ساتھ ہم ایک چڑیا کو اڑایا کرتے تھے جو اس اطم پر آ آ کے بیٹھا کرتی تھی،

گھر کو دیکھ کے فرمایا:

میری ماں مجھے لے کے یہیں اتری تھیں، اور اسی گھر میں میرے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر ہے، بنی عدی بن النجار کے حوض میں میں نے

[1] اُطم: قصر، یا وہ گھر جو مربع و مُسطّح ہو۔

اچھی طرح سے پیراکی سیکھ لی تھی،
کچھ یہودی بھی وہاں آآ کے آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کو دیکھا کرتے تھے، اُمّ ایمن کہتی ہیں کہ میں نے ان میں سے ایک کو کہتے سنا کہ یہ (یعنی آنحضرتؐ) اس امت کے پیغمبر ہیں اور یہی ان کا دارالہجرۃ ہے۔ میں نے (یعنی ام ایمن نے)، اس کی باتوں میں سب کو ذہن نشین کر لیا،
آنحضرتؐ کی والدہ آپ کو لے کے مکّے واپس چلیں، مقام اَبْواء میں پہنچ کے انتقال کر گئیں، وہیں ان کی قبر ہے،
ام ایمن نے آنحضرتؐ کو لے کے مکّے مراجعت کی، سواری میں وہی دونوں اونٹ تھے جنھیں مدینے جاتے وقت لائے تھے، آنحضرتؐ کی والدہ زندہ تھیں تب بھی اور بعد کو بھی اُم ایمن ہی آنحضرت کو پالتی پوستی تھیں،

عمرۂ حدیبیہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابواء میں پہنچے تو فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنی ماں کی قبر کی زیارت کر لینے کی اجازت دے دی ہے۔
قبر کے پاس آنحضرتؐ آئے، اس کو درست کیا، صفائی ستھرائی کی اور روئے، مسلمان بھی آپ کے رونے پر گریاں ہوئے، جب اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی تو فرمایا:
مجھ پر اُن کی رحمت و محبت چھا گئی تو میں رو دیا۔

قاسم کہتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کے لیے (اللہ تعالیٰ سے) اجازت چاہی تو مل گئی مگر ان کے لیے مغفرت کی درخواست کی تو قبول نہ ہوئی۔

بریدہ کہتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکّہ فتح کر لیا تو ایک مقام پر آ کے ایک قبر پر بیٹھ گئے اور لوگ بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے، آپ نے اپنی ہیأت ایسی بنالی تھی جیسے کوئی کسی سے خطاب کرتا ہو، کچھ دیر یوں ہی گزری تھی کہ روتے ہوئے اُٹھ گئے عمرؓ نے کہ جناب رسالت میں سب سے زیادہ جرأت رکھتے تھے، آنحضرتؐ کے روبرو آ کے عرض کی:

یارسول اللہ، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، باعث گریہ کیا ہے؟
فرمایا:
یہ میری والدہ کی قبر ہے، میں نے اللہ تعالیٰ سے زیارت کے لئے درخواست کی تو اجازت دے دی، مغفرت کے لئے درخواست کی تو قبول نہ کی، مجھے وہ یاد آئیں تو رقت آگئی اور میں رو دیا،
یہ ایسا دن تھا کہ اس دن سے زیادہ رونے والوں کی تعداد اور کبھی نظر نہ آئی۔
ابن سعد کہتے ہیں:
یہ غلط ہے اس لئے کہ آمنہ کی قبر مکہ میں نہیں ہے، ابواء میں ہے۔

بعد وفات والدۂ جناب نبوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب کے آغوش رافت میں

زہری، عبدالواحد بن حمزۃ بن عبداللہ، منذر بن جہم، مجاہد، ابوالحویرث اور نافع بن جبیر، جن کے بیانات باہم خلط ملط ہو گئے ہیں، کہتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ آمنہ بنت وہب کے ساتھ ہوتے تھے (یعنی انھیں کے پاس رہتے تھے)، جب وہ انتقال کر گئیں تو آنحضرتؐ کے دادا، عبدالمطلب نے آپ کو لے لیا اور اپنی صلبی اولاد سے بھی زیادہ آپ کے ساتھ رقت وشفقت سے پیش آئے، کمال تقرب کا برتاؤ کرتے، اپنے نزدیک ہی رکھتے، عبدالمطلب جب تنہا ہوتے، جب سوتے رہتے (کہ ایسے وقتوں میں کوئی اندر نہ آسکتا) آنحضرتؐ اس وقت بھی ان کے پاس جاتے، ان کے بستر پر بیٹھ جاتے (حالانکہ کسی دوسرے کی اتنی مجال نہ تھی) یہ دیکھ کے عبدالمطلب کہتے:

دَعُوا ابنی، اِنَّہ لیونُس مُلکًا (میرے بیٹے کو رہنے دو، وہ ملک و سلطنت سے مانوس نظر آتا ہے)۔

قبیلۂ مُدلج کے کچھ لوگوں نے ایک مرتبہ عبد المطلب سے کہا:

احتفظ بہ فانا لم نر قدمًا اشبہ بالقدم التی فی المقام منہ (اس لڑکے کی حفاظت کر کیونکہ مقام ابراہیم میں حضرت ابراہیمؑ کا جو نشان قدم ہے اس کے ساتھ اس لڑکے کے قدموں سے زیادہ مشابہ ہم نے کسی کا قدم نہیں دیکھا)۔

عبد المطلب نے ابو طالب سے کہا:

سُن، یہ لوگ کیا کہتے ہیں،

اسی بنا پر ابو طالب آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کی حفاظت کیا کرتے تھے،

اُم ایمن سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دایگی کرتی تھیں ایک مرتبہ عبد المطلب نے کہا:

یا برکۃ[1] لا تغفلی عن ابنی فانی وجدتہ مع غلمان قریبا من السدرۃ وان اہل الکتاب یزعمون ان ابنی ہذا نبی ہذہ الامۃ (اے برکت، میرے بیٹے سے غافل نہ رہ، میں نے اسے چند لڑکوں کے ساتھ بیر کے درخت کے پاس پایا ہے، حالانکہ اہل کتاب، یعنی یہود و نصاری، یہ گمان کرتے ہیں کہ میرا یہی بیٹا اس امت کا پیغمبر ہے)۔

عبد المطلب جب کھانا کھانے بیٹھتے تو کہتے: عَلَیَّ بابنی (میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ) جب تک آپ نہ آتے کھانا نہ کھاتے، آجاتے تو کھاتے اور کھلاتے)

۲۵

[1] برکتہ، کسی خاتون سے خطاب کرتے اور نام نہ لینا چاہتے تو عرب اس کو "برکتہ" کے لفظ سے مخاطب کرتے، یعنی برکت والی بی بی، جیسے ہندوستان کی عورتیں "بُوا" کہتی ہیں، اور مصر و شام میں آج کل "حرمتہ" کا اطلاق کرتے ہیں۔

عبدالمطلب کی وفات

ابوطالب سے آنحضرتؐ کے لئے وصیّتہ

عبدالمطلب جب مشرف بموت ہوئے، وقت رحلت قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت واحتیاط کے لئے ابوطالب کو وصیّت کی، مرنے لگے تو اپنی لڑکیوں سے فرمایش کی:

ابکیننی وانا اسمع (مجھے روؤکہ میں بھی سنوں)۔

سب لڑکیوں نے منظوم مرثیے کہے اور اُن کا ماتم کرتی رہیں اُمیمہ کی نوبت آئی تو عبدالمطلب کی زبان بند ہو چکی تھی، بول نہ سکتے تھے، اُن کا مرثیہ سن کے سر ہلانے لگے، مطلب یہ تھا کہ تو نے سچ کہا، میری جو صفت کی ہے حقیقۃً ایساہی تھا، اُمیمہ بنت عبدالمطلب کے وہ اشعار یہ ہیں:

اَعَینَیَّ جُودا بدمعٍ دِرَر   علی طَیّبِ الخِیمِ والمُعتَصَر

(اے میری دونوں آنکھو! آنسو بہاؤ، اشکبار ہو۔ ایسے شخص پر جو طبیعت وعادت کا پاک و طیّب اور عطیات دینے میں کریم وفیاض تھا)۔

علی ماجد الجَدّ واری الزّناد   جمیل المُحیّا عظیم الخطر

(اُس پر جو صاحب مجد وعظمت تھا، نصیبہ ور تھا، اہل حاجت کا معین ومددگار تھا، خوبرو تھا، عالی رتبہ وعظیم القدر تھا)

علی شَیبَۃِ الحمد ذی المَکرُمات   وذی المجد والعِزّ والمُفتَخَر

(آنسو بہاؤ شیبۃ الحمد پر آنسو بہاؤ، اور اس مکرمت وبزرگی وعزت وفخر والے شخص کو روؤ)

وذی الحلم والفضل فی النائبات کثیر المکارم جم الفخر

(وہ کہ حوادث ومصائب کے وقت تحمل وبُردباری وفضیلت اُس سے ظاہر ہوا کرتی، بہت سی کرمتیں اُس کی ذات میں تھیں، بہت سے فخر اُس میں موجود تھے)۔

لہ فضل مجد علی قومہ مبین یلوح کضوء القمر

(وہ اپنی قوم پر ایسی فضیلت وبرتری وبزرگی رکھتا تھا جو ضیائے ماہتاب کی طرح کھلی ہوئی واضح وروشن تھی)۔

اتتہ المنایا فلم تشوہ بصرف اللیالی وریب القدر

(یہ سارے فضائل اس میں جمع تھے مگر موت آئی تو گردشِ ایام وحادثۂ تقدیر سے کوئی چیز اس کو بچا نہ سکی)۔

عبد المطلب انتقال کے بعد مقام حجون میں دفن کیے گئے، وہ اُس وقت بیاسی (۸۲) برس کے تھے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک سو دس (۱۱۰) برس کی عمر تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا:

کیا آپ کو عبد المطلب کی موت یاد ہے؟

فرمایا:

ہاں، میں اُن دنوں آٹھ برس کا تھا،

اُمّ ایمن کہتی ہیں:

میں نے اُس دن دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبد المطلب کے تابوت کے پیچھے پیچھے رو رہے ہیں۔

ہشام بن محمد بن السائب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

عبد المطلب بن ہاشم نے یوم الفجار سے پیشتر وفات پائی اُن کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) برس تھی۔

ابو طالب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے آغوشِ رافت میں

مجاہد، ابن عباس، محمد بن صالح، عبداللہ بن جعفر، ابراہیم بن اسماعیل ابن ابی حبیبہ، جن کی روایتیں باہم خلط ملط ہو گئی ہیں، کہتے ہیں:

عبدالمطلب جب انتقال کر گئے تو ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس رکھا اور آنحضرت علیہ السلام انھیں کے ساتھ رہنے لگے، ابو طالب مال و دولت والے نہ تھے، مگر آنحضرت کو بہت ہی چاہتے تھے، حتیٰ کہ اپنی اولاد کے ساتھ بھی اتنی محبت نہ تھی، سوتے تو آنحضرت بھی انھیں کے پہلو میں سوتے، باہر نکلتے تو آنحضرت بھی ساتھ ہوتے، یہ گرویدگی اتنی بڑھی اس حد تک پہنچی، کہ کسی شے کے ابو طالب اتنے گرویدہ نہ ہوئے تھے۔

آپ کو خاص طور پر اپنے ساتھ کھانا کھلاتے، حالت یہ تھی کہ ابو طالب کے عیال و اطفال، خود ایک ساتھ یا الگ الگ، کسی طرح بھی کھانا کھاتے مگر سیر و آسودہ نہ ہوتے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے میں شریک ہوتے تو سب کے سب آسودہ ہو جاتے،

۷۶ لڑکوں کو کھانا کھلانا چاہتے تو ابو طالب کہتے:

کما انتم حتیٰ یحضُرَ ابنی (تم لوگ تو جیسے ہو ظاہر ہے، ٹھہرو میرا بیٹا آجائے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آتے اور ساتھ کھاتے تو کھانا بچ جاتا اور اگر آپ ساتھ میں نہ ہوتے تو لڑکوں کو سیری نصیب نہ ہوتی، اسی بنا پر ابو طالب آنحضرت صلوات اللہ علیہ سے کہا کرتے کہ ا نّک لمبارک (تو حقیقت میں بابرکت ہے

صبح کو سب لڑکے اُٹھتے تو آنکھوں میں چیپڑ بھرے ہوتے، بال بکھرے ہوتے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوتا۔

ابن القبطیہ کہتے ہیں:

ابو طالب کے لیے بطحاء میں ایک دوہرا وسادہ رکھ دیا جاتا تھا جس پر وہ تکیہ لگا کے بیٹھا کرتے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کے اُسے بچھا دیا اور اُسی پر لیٹ رہے، ابو طالب آئے اور تکیہ لگانا چاہا تو وسادہ نہ ملا، پوچھا:

وسادہ کیا ہوا؟

لوگوں نے جواب دیا:

وہ تو تیرے بھتیجے نے لے لیا۔

ابو طالب نے کہا:

حِلِّ بطحاء کی قسم، حقیقت میں یہ میرا بھتیجا نعمت کی قدر کرتا ہے۔

عمرو بن سعید کہتے ہیں:

ابو طالب کے لیے ایک وسادہ ڈال دیا جاتا جس پر وہ بیٹھا کرتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہنوز لڑکے تھے آ کے اُس پر بیٹھ گئے، ابو طالب نے یہ دیکھ کے کہا:

قبیلۂ ربیعہ کے معبود کی قسم ہے کہ یہ میرا بھتیجا فی الواقع نعمت کی قدر کرتا ہے۔

شام کا پہلا سفر

خالد بن خداش بحوالۂ مُعتمِر بن سلیمان روایت کرتے ہیں کہ معتمر کہتے تھے:

میں نے اپنے والد (سلیمان) کو ابو مجلز سے یہ روایت کرتے سنا ہے کہ عبد المطلب یا ابو طالب نے، — اس روایت میں خالد کو شبہ تھا

کہ عبدالمطلب کا نام تھا یا ابوطالب کا۔ عبداللہ کے انتقال کر جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب توجہ کی، جب کبھی سفر میں جاتے تو ساتھ میں آنحضرت سلام اللہ علیہ کو بھی لے جاتے، ایک مرتبہ شام کا رُخ کیا، منزل پر پہنچ کے اُتر پڑے وہاں ایک راہب اُن کے پاس آ کے کہنے لگا۔

تم میں کوئی صالح آدمی ہے؟

جواب دیا:

ہم میں ایسے لوگ ہیں جو مہمان کی میزبانی کرتے ہیں، قیدی کو رہا کرتے ہیں۔ اور نیکی کرتے ہیں، یہ یا اسی قبیل کا جواب دیا تھا۔

راہب نے پھر کہا:

تم میں ایک صالح آدمی ہے۔ کچھ دیر ٹھہر کے پھر پوچھا:

اس لڑکے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ کہاں ہیں؟

مخاطب نے جواب دیا:

یہ اُس کے ولی و مُربّی موجود ہیں۔ یا یہ جواب دیا گیا کہ:

یہ اُس کے ولی ہیں،

راہب نے کہا:

احتفظ بھذا الغلام ولا تذھب بہ الی الشام، ان الیھود حُسّدٌ وانی اخشاھم علیہ (اس لڑکے کی حفاظت کرو اور اسے لے کے شام نہ جاؤ یہودی حسد کرنے والے ہیں اور مجھے اس لڑکے کی نسبت اُن سے خوف ہے)

اُنھوں نے کہا: یہ تو نہیں کہتا، یہ اللہ تعالےٰ کہہ رہا ہے،

راہب نے اس کا جواب دیا اور کہا:

یا اللہ میں محمد کو (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہا اور پھر مر گیا۔

بحیرا راہب

داؤد بن الحصین کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارہ برس کے ہوئے تو ارضِ شام میں تجارت کرنے کے لئے ایک قافلہ روانہ ہو رہا تھا، ابو طالب بھی آنحضرت صلوات اللہ علیہ کو لے کے نکلے اور قافلے کے ساتھ ہو گئے، اہلِ قافلہ بحیرا راہب کے پاس جا کے اُترے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بحیرا نے ابو طالب سے جو کہنا تھا کہا اور انھیں حکم دیا کہ آنحضرت کی حفاظت کریں۔ اسی بنا پر آنحضرت علیہ السلام کو لے کے ابو طالب مکّے واپس آئے۔

"اَلْاَمِیْنُ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے ساتھ ہی رہے، اور جوان ہوئے، اللہ تعالےٰ کو آپ پر اپنا فضل و کرم کرنا تھا، اس لئے خود ہی آپ کی حراست و حفاظت کرتا تھا، اور جاہلیت کے امور و معائب سے آپ کو بچاتا تھا۔

یہ اُس وقت کی بات ہے جب آپ اپنی قوم ہی کے طریقے پر تھے اور انھیں کا مسلک رکھتے تھے، تاآں کہ ایسے جوان ہوئے کہ مروت وجواں مردی میں تمام قوم سے افضل، خلق میں سب سے اچھے، اختلاط و معاشرت میں سب سے شریف تر، باتیں کرنے میں سب سے بہتر، حلم و امانت میں سب سے بڑے، تکلم میں سب سے سچے، فحش و اذیت میں سب سے دور و نفور رہتے، نہ کبھی گالی گلوج یا بدکلامی کرتے دیکھے گئے نہ کسی سے لڑتے جھگڑتے یا کسی پر شک و شبہ کرتے پائے گئے۔

ایسی اچھی اچھی خیر و صلاح کی عادتیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں جمع کر دی تھیں کہ قوم نے آپ کا نام ہی "الامین" رکھ دیا، مکّے میں بشتر آپ کا یہی لقب رہا۔ ابو طالب مرتے وقت تک آپ کی حفاظت و احتیاط و حمایت و نصرت میں سرگرم رہے۔

ابو طالب کی اولاد

محمد بن السائب کہتے ہیں:

ابو طالب کا نام عبد مناف تھا، ابو طالب کنیت تھی، ان کی اولاد میں

(۱) طالب بن ابی طالب سب سے بڑے تھے، مشرکین جبراً انھیں اور تمام بنی ہاشم کو نکال کے غزوۂ بدر میں لے گئے تھے، طالب نکل کے کہنے لگے:

لاھم امّا یغزون طالب ... فی مقنب من ھذہ المقانب

(یا اللہ، ان ضرر رساں بھیڑیوں کے ایک غول میں ہو کر طالب لڑ تو رہا ہے، لڑنے میں ان گرگوں کا ساتھ تو دیتا ہے۔)

فلیکن المغلوب غیر الغالب ... ولیکن المسلوب غیر السالب

(مگر یا اللہ، جو غالب ہے وہ مغلوب ہو جائے اور جو چھین رہا ہے اس سے چھن جائے)

مشرکین قریش کو جب ہزیمت ہوئی تو وہ (طالب) نہ قیدیوں میں پائے گئے نہ مقتولوں میں ملے، نہ مکے واپس آئے، اور نہ اُن کا حال معلوم ہوا۔ اُن کی اولاد بھی نہیں۔

(۲) عقیل بن ابی طالب، ان کی کنیت ابو یزید تھی، طالب میں اور ان میں دس برس کی چھوٹائی بڑائی تھی (یعنی طالب ان سے دس برس بڑے تھے) انساب قریش کے یہ عالم تھے۔

(۳) جعفر بن ابی طالب، یہ عقیل سے دس برس چھوٹے تھے، قدیم الاسلام مہاجرین حبشہ میں ہیں، غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے، ذو الجناحین (دو پروں والے) وہی ہیں کہ ان پروں کے ذریعے بہشت میں وہ جہاں چاہتے ہیں

پرواز کرتے ہیں۔
(۴) علیؓ بن ابی طالب، یہ جعفر سے دس برس چھوٹے تھے۔
(۵) الف۔ اُمّ ہانی بنت ابی طالب، ان کا نام ہِند تھا۔
(۶) ب۔ جمانہ بنتِ ابی طالب۔
(۷) ج۔ ریطہ بنت ابی طالب، بعض لوگ اسماء بنت ابی طالب بھی کہتے ہیں، ان سب کی ماں فاطمہ تھیں، بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ابن قصیّ۔
(۸) طُلَیق بن ابی طالب، ان کی ماں علّہ تھیں، اور ان کے ماں جائے بھائی حُوَیرِث تھے، ابن ابی ذباب بن عبد اللہ بن عامر بن الحارث ابن حارثہ بن سعد بن تیم بن مُرّہ۔

ابو طالب کا خاتمہ اور عرض اسلام

سعید بن المسیّبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابو طالب کے احتضار کا جب وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس آئے، دیکھا تو وہاں عبد اللہ بن امیہ اور ابو جہل بن ہشام ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا عم قل لا الٰہ الا اللہ، کلمۃ اشھد لک بھا عند اللہ (چچا! لا الٰہ الا اللہ کہ، اس کلمے کے کہنے سے اللہ تعالیٰ کے پاس میں تیرے حق میں گواہی دونگا)۔

اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن اُمیّہ نے کہا:
اے ابو طالب کیا تو عبد المطلب کی ملت سے بیزار و نفور ہے؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر کلمۂ توحید اُن پر پیش کرتے رہے اور کہتے رہے کہ اے چچا لا الٰہ الا اللہ کہ، اس کلمے کے باعث اللہ تعالیٰ کے پاس

میں تیرے حق میں گواہی دونگا"۔

یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اور وہ دونوں کہتے تھے کہ اے ابو طالب کیا تو عبد المطلب کی ملت سے پھرا جاتا ہے؟

یہ مکالمہ (عرض ورد) یوں ہی ہوتا رہا تا آنکہ آخری بات جو ابو طالب نے کہی وہ یہ تھی کہ میں عبد المطلب کی ملت پر ہوں، یہ کہا اور پھر انتقال کر گئے۔ ۸۷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاستغفرن لك مالوانہ (اے ابو طالب، اے چچا، مجھے جب تک روکا نہ جائے میں تیرے لئے مغفرت طلب کرتا رہوں گا استغفار کیا کروں گا)

ابو طالب کے مرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے استغفار کرتے رہے تاآں کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم (پیغمبر اور مومنین پر جب یہ بات واضح ہو چکی کہ مشرکین جہنمی ہیں تو چاہے یہ مشرکین قرابتدار ہی کیوں نہ ہوں ان کے لیے استغفار کرنا مناسب نہیں)

عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر العذری کہتے ہیں:

ابو طالب نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) کہا:

اے میرے بھتیجے، خدا کی قسم، اگر قریش کے اس کہنے کا خوف نہ ہوتا کہ میں ڈر گیا۔ کیونکہ ایسی بات کہی گئی تو یہ تجھ پر اور تیرے باپ کی اولاد پر گالی ہوگی۔۔۔ تو میں وہی کرتا جو تو کہتا ہے اور اس سے تیری آنکھ کو ٹھنڈک پہنچاتا اس لئے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تیری باتیں میرے ساتھ قابل شکر ہیں، محسوس کر رہا ہوں کہ تجھے کیا کچھ شغف و شفقت مجھ سے ہے، مشاہدہ کرتا ہوں کہ تو میرے حق میں کیسی نصیحت و خیر خواہی مرعی رکھتا ہے۔

ابو طالب نے اس کے بعد فرزندان عبد المطلب کو خطاب کرکے کہا لن تزالوا بخیر ما سمعتم من محمد وما اتبعتم امرہ فاتبعوہ واعینوہ ترشدوا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں جب تک سنتے رہوگے

اور حکم مانتے رہو گے اُس وقت تک برابر خیر و فلاح میں رہو گے، ان کی پیروی کرو انھیں مدد دو کہ خود تم کو ہدایت نصیب ہو)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُن کے فرمایا:

أتامرهم بها وتدعها لنفسك (تو انھیں تو اس کا حکم دیتا ہے مگر خود اپنے لئے چھوڑ دیتا ہے؟)

ابو طالب نے کہا:

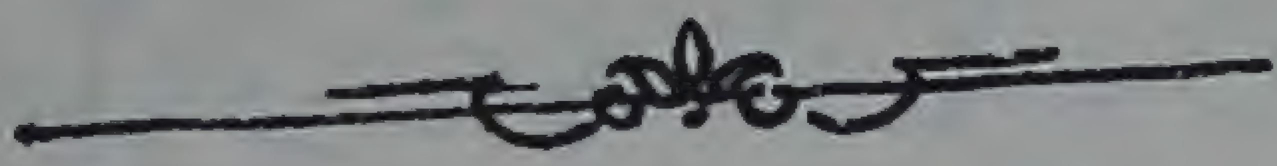
اما انك لو سألتني الكلمة وانا صحيح لتابعتك على الذي تقول ولكني اكره ان اجزع عند الموت فترى قريش اني اخذتها جزعا وردتها في صحتي.

(میں جب تندرست تھا اُس وقت اگر تو مجھ سے اس کلمے کا سوال کرتا تو جو تو کہہ رہا ہے میں اُسی کی پیروی کرتا لیکن موت کے وقت یہ بُرا جانتا ہوں کہ جزع وفزع میں ڈالا جاؤں اور خوفزدہ مشہور ہوں کیونکہ اس صورت میں قریش کی رائے یہ ہوگی کہ میں نے اپنی تندرستی کی حالت میں تو اس کے ماننے سے انکار کر دیا تھا مگر سکرات کے وقت ڈر کے قبول کر لیا)

عمرو بن دینار، ابو سعیدؓ یا ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آیت انك لا تهدي من احببت (تو جس سے محبت کرتا ہے اُس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتا) ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی۔

ابن عباسؓ آیت وهم ينهون عنه وينأون عنه (وہ لوگ مشرکین و کفار کو تو پیغمبر کی اذیت رسانی سے باز رکھتے ہیں مگر خود اس کا اتباع و امتثال نہیں کرتے) کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ آیت ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی جو لوگوں کو روکتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ پہنچے اور آپ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے سے بچتے تھے اور اس میں سستی کرتے تھے۔

اموات مشرکین کے لئے استغفار



علیؓ (ابن ابی طالب) کہتے ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب کے انتقال کی خبر دی تو آپ رونے لگے اور پھر فرمایا:

اذھب دفاغسلہ وکفنہ ووارہ غفر اللہ لہ ورحمہ

(جاکے اُسے غسل دے، اور کفن پہنا اور توپ دے، یعنی دفن کردے، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے (اور رحم فرمائے) چنانچہ میں نے یہی کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی دن تک ابو طالب کے لیے استغفار کرتے رہے اور گھر سے نہ نکلے تاآنکہ جبرئیلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین (پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لا چکے ہیں مناسب نہ تھا کہ مشرکوں کے لئے استغفار کرتے)

علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب حکم میں نے بھی غسل کیا (یعنی ابو طالب کی میت کو غسل دینے کے بعد بموجب ارشاد و ہدایت نبوی خود بھی غسل کر ڈالا تھا)

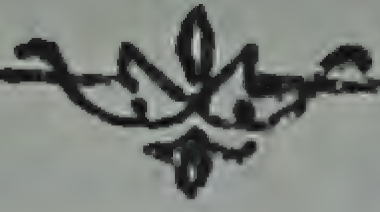
عمرو کہتے ہیں کہ ابو طالب نے جب انتقال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے اور تجھے بخشدے جب تک جناب الٰہی سے ممانعت نہ ہوگی میں تیرے لیے استغفار کرتا رہوں گا۔

اس ارشاد سے مسلمان بھی اپنے اُن مردوں کے لیے دعائے مغفرت کرنے لگے جو شرک کی حالت میں مرے تھے، تب اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی۔ (پیغمبر کو اور اُن لوگوں کو جو ایمان لا چکے ہیں، مناسب نہ تھا کہ

مشرکوں کے لیے استغفار کریں، چاہے وہ قرابتدار ہی کیوں نہ ہوں)

تجہیز و تکفین



۷۹ علیؓ (ابن ابی طالب) کہتے ہیں:
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر ہو کے عرض کی:
ان عمك الشيخ الضال قد مات (یا حضرت آپ کا بوڑھا گمراہ چچا مر گیا) بوڑھے گمراہ چچا سے علیؓ کی مراد خود ان کے والد (ابو طالب) سے تھی،
آنحضرت (علیہ الصلاۃ والسلام) نے ارشاد فرمایا:
اذهب فواره ولا تحدثن شيئاً حتى تاتينى (جا کے اُسے دفن کر دے اور جب تک میرے پاس نہ آنا اس وقت تک کوئی بات نہ بیان کرنا، یا اس وقت تک کچھ نہ کرنا)
میں نے (تدفین سے فارغ ہونے کے بعد) حاضر ہو کر (کیفیت) بیان کی تو مجھے حکم دیا، اور اس کے مطابق میں نے غسل کیا، تو آنحضرتؐ (سلام اللہ علیہ) نے میرے لیے ایسی دعائیں کیں کہ خواہ کوئی کیسی ہی چیز پیش کی جائے مگر جتنی مسرت مجھے اُن دعاؤں سے ہوئی ہے اتنی کسی چیز سے نہ ہوگی۔

منزلت بعد الموت



عباسؓ بن عبدالمطلب کہتے ہیں:
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:
هل نفعت ابا طالب بشئ؟ فانه قد كان يحوطك ويغضب لك (کیا آپ نے ابوطالب کو بھی کچھ نفع پہنچایا جو آپ کو گھیرے رہا کرتے تھے، حفاظت

کیا کرتے تھے، اور اگر کوئی آپ کو ایذا دینا چاہتا تو اُس سے آپ کے لیے بگڑ بیٹھا کرتے تھے)

فرمایا:

نعم، وھو فی ضحضاح من النار، ولولا ذلك لكان فی الدرك الاسفل من النار (ہاں وہ خفیف اور ہلکی سی آگ میں ہے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو دوزخ کے طبقہ اسفل میں ہوتا)

ابن شہاب سے روایت ہے کہ انھیں علی بن الحسین رضؓ (ابن علیؓ بن ابی طالب) نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ابو طالب نے وفات پائی تو جعفر رضؓ (ابن ابی طالب) کو ان کا (یعنی ابو طالب کا) ورثہ و ترکہ نہ ملا بلکہ طالب و عقیل (فرزندان ابو طالب) ان کے وارث ہوئے، اُس کا سبب یہ تھا کہ نہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے اور نہ کافر مسلمان کا۔

عروہ کہتے ہیں:

جب تک ابو طالب نے وفات نہیں پائی اُس وقت تک آپ سے رُکے رہے۔ عروہ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ابو طالب جیتے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے قریش رُکے رہے۔

اسحاق بن عبد اللہ بن الحارث کہتے ہیں:

عباس رضؓ (ابن عبد المطلب) نے عرض کی:

یا رسول اللہ اترجو لابی طالب (یا رسول اللہ، کیا آپ ابو طالب کے لیے بھی امید رکھتے ہیں، یعنی آیا اُن کے لیے بھی کچھ اُمید مغفرت ہے؟)

فرمایا:

کلّ الخیر ارجو من ربّی (میں اپنے پروردگار سے ہر طرح کی خیر و خوبی و نیکی کی امید رکھتا ہوں۔)

وفات خدیجۃ الکبریٰ رضؓ

محمد بن عمر الاسلمی کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دسویں سال، ماہ شوال کا نصف تھا کہ ابو طالب نے انتقال کیا، اُس وقت وہ کچھ اوپر اسی (۸۰) برس کے تھے، اُن کی وفات کے ایک مہینے پانچ دن کے بعد خدیجہ (رضی اللہ عنہا) پینسٹھ (۶۵) برس کی عمر میں انتقال کر گئیں، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دوہری مصیبتیں جمع ہو گئیں، خدیجہ بنت خویلد کی موت (جو آپ کی بیوی تھیں) اور ابو طالب کی موت جو آپ کے چچا تھے۔

مکے میں آنحضرتؐ کا شغل شبانی

راعی خلق بحیثیت راعی غنم

عبید بن عُمیر کہتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
ما من نبیّ الا وقد رعی الغنم (کوئی ایسا پیغمبر نہیں جس نے بھیڑ بکریاں نہ چرائی ہوں۔)
لوگوں نے عرض کی:
وانت یا رسولؐ اللہ (یا رسول اللہ، اور آپ؟ یعنی کیا آپ نے بھی چرائی ہیں۔)
فرمایا: وانا (اور میں نے بھی)
ابو ہریرہؓ کہتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے اُسی کو پیغمبر مبعوث کیا جو بھیڑ بکریاں چرا چکا ہو۔
لوگوں نے عرض کی:

یارسول اللہ، اور آپ؟

فرمایا: وانا رعیتها لاهل مکة بالقراریط (اور میں نے بھی اہل مکہ کے لئے جب تم ہندی یعنی اہلی کے بدلے چرائی ہیں)

ابوسلمہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں:

اراک (یعنی درخت مسواک، پیلو) کے پھل لیے ہوئے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سے گذرے تو آنحضرت نے فرمایا:

ان پھلوں میں جو سیاہ ہوگیا ہو اُسے لو، بھیڑ بکریاں چراتا تھا تو میں بھی اُن کو چُنا کرتا تھا،

لوگوں نے عرض کی:

یارسول اللہ، آپ نے بھی بھیڑ بکریاں چرائی ہیں؟

فرمایا:

ہاں، اور ایسا کوئی پیغمبر نہیں جس نے نہ چرائی ہوں۔

جابرؓ بن عبداللہ کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہم لوگ کباث (اراک کے پکے پکے پھل) چنا کرتے تھے، آنحضرتؐ (صلوات اللہ علیہ) نے فرمایا:

جو سیاہ ہوگیا ہو وہ لو، کہ سب میں اچھے وہی ہوتے ہیں، میں جب بھیڑ بکریاں چراتا تھا تو میں بھی اُسے چنتا تھا۔

ہم نے عرض کی:

یارسول اللہ، کیا آپ بھی بھیڑ بکریاں چراتے تھے؟

فرمایا:

ہاں، اور کوئی ایسا پیغمبر نہیں جس نے نہ چرائی ہوں۔

ابو اسحاق کہتے ہیں:

بھیڑ بکریاں چرانے والوں اور اونٹ چرانے والوں میں تنازع اور جھگڑا تھا جس میں اونٹ والوں نے اُن پر زیادتی کی اور بڑھ چلے، ہم کو اطلاع ملی، اور حقیقت حال خدا کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

موسیٰؑ مبعوث ہوئے اور وہ بھیڑ بکریوں کے چرواہے تھے، داؤدؑ مبعوث ہوئے اور وہ بھیڑ بکریوں کے چرواہے تھے، میں مبعوث ہوا تو میں بھی اَجیادؔ[1] میں اپنے لوگوں کی بھیڑ بکریاں چراتا تھا۔

آنحضرتؐ حربِ فجار میں

ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی ربیعہ، محمد بن ابراہیم التیمی، یعقوب بن عتبۃ الاخنسی سے روایت ہے، اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی اس واقعے کے بعض حصّے بیان کیے ہیں، ان سب کا قول یہ ہے کہ جنگ فجار کا باعث یہ ہوا کہ نعمان بن منذر (فرماں فرمائے حیرہ) نے تجارت کے لیے بازار عکاظ میں کچھ لطیمہ[2] بھیجا تھا اس کو عُروہ بن عتبہ بن جابر ابن کلاب الرّحّال نے اپنی پناہ میں لے لیا تھا۔

[1] (اَجیاد: مکۂ مبارکہ کی ایک سرزمین یا پہاڑی کا نام ہے جو چراگاہ کا کام دیتی تھی)

[2] لطیمہ: مشک، خوشبوئیات:

رحّال: وہ شخص جو اونٹوں کے کجاوے کے فن میں ماہر ہو، عُروہ ابن عتبہ کا یہ خاص لقب تھا اور اسی مہارت کے باعث وہ "رحّال" مشہور تھے۔

پناہ میں لینا: جس طرح اس زمانے میں مال و متاع کا بیمہ کرتے ہیں، اُسی طرح عرب میں بھی دستور تھا کہ مال کو کہیں بھیجتے تو کسی کی پناہ میں دے دیتے جو اُس کی حفاظت وغیرہ کا ذمہ دار ہوتا۔

عکاظ: عرب کا مشہور ترین بازار جہاں ہر سال ایک بڑا بھاری میلہ ہوتا تھا، عرب کی پیداوار و دستکاری و دل و دماغ کی نمایش کی جاتی، اور علم ادب کا سب سے بڑا دنگل ہوتا، سال میں ایک مرتبہ بازار لگتا، اور ماہ ذیقعدہ کی پہلی سے بیسویں تاریخ تک کھلا رہتا۔ اس کا موقع و مقام وہ میدان تھا جو نخلہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔

جو لوگ وہ لطیمہ لے کے آئے تھے ایک تالاب پر فروکش ہوئے جسے اُوارہ کہتے تھے، قبیلۂ بنی بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کا ایک شخص بَرّاض ابن قیس، شاطر آدمی تھا، جس نے عروہ پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا اور بھاگ کے خیبر میں چھپ رہا، بشر بن ابی خازم الاسدی سے کہ شاعر تھا، ملاقات
۸۱ ہوئی تو یہ واقعہ بیان کر کے کہدیا کہ عبداللہ بن جدعان، ہشام بن المغیرہ، حرب ابن امیہ، نوفل بن معاویہ الدیلی، اور بلعاء بن قیس کو اس کی اطلاع کردے،

ان لوگوں کو خبر ہوئی تو جان بچا کے حرم (بیت اللہ) سے النجا کی، اُسی دن، جب کہ دن آخر ہو چلا تھا، قبیلۂ قیس کو یہ خبر ملی تو ابو براء نے کہا:

ہم تو قریش کی طرف سے دھوکے ہی میں تھے،

آخر ان پناہ گیروں کے پیچھے چلے مگر انھیں اس وقت پایا جب کہ حرم کے اندر وہ جا چکے تھے[1]

قبیلۂ بنی عامر کے ایک شخص نے جسے اَدرَم بن شعیب کہتے تھے، اپنی پوری آواز میں ان پناہ گیروں سے پکار کے کہا:

ان میعاد ما بیننا و بینکم ھذہ اللیالی من قابلٍ
وانا لاتلی فی جمیع (آیندہ سے ہمارے تمہارے درمیان انھیں راتوں کا وعدہ ہے، اور ہم مزدلفہ میں کمی اور سستی نہ کریں گے) یہ کہہ کے ادرم نے یہ شعر بھی پڑھا:

لقد وعدنا قریشا وھی کارھۃ
بأن تجیٔ الی ضرب رحابیلٍ

احابیش

اس سال عکاظ کا بازار نہ لگا، قریش، قبیلۂ کنانہ، اسد بن خزیمہ اور

[1] عرب میں دستور تھا کہ سخت سے سخت مجرم بھی جب تک حرم کعبہ میں پناہ گیر رہتا اُس سے تعرض نہ کرتے۔

احابیش کے سب لوگ جو ان میں شامل تھے، سال بھر تک ٹھہرے رہے اور اس جنگ کے لئے (جو ٹھن چکی تھی) طیاریاں کیا کئے،

احابیش[1] میں یہ قبائل تھے:

(۱) الحارث بن عبد مناۃ بن کنانہ

(۲) عضل

(۳) القارۃ

(۴) دیش

(۵) المصطلق، یہ لوگ قبیلۂ خزاعہ کے تھے، اور ان کی شرکت کا باعث یہ تھا کہ قبیلۂ بلحارث بن عبد مناۃ کے ساتھ ان کا محالفہ (باہمی عہد و پیمان) تھا۔

سرداران قریش



قبیلۂ قیس عیلان کے لوگوں نے بھی جنگ کی تیاری کر لی اور آئندہ سال کے لئے موجود ہو گئے،

---

[1] احابیش: مکۂ مبارکہ کے پائین میں ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جسے حُبشی کہتے ہیں، اسی پہاڑی کے دامن میں ان سب لوگوں نے آپس کی مناصرت و معاونت پر قسمیں کھائی تھیں۔ قسم کے الفاظ یہ تھے: نحن لید علی غیرنا ماسجا لیل و وضح نہار و مارسا حُبشی یعنی جب تک رات کی شان یہ ہے کہ اندھیری ہو، جب تک دن کا منظر یہ ہے کہ روشن رہے، جب تک کوہ حُبشی اپنی جگہ پر قایم و استوار رہے گا، اُس وقت تک ہم لوگ غیروں کے مقابلے میں یکدست رہیں گے۔ اسی مناسبت سے یہ محالفین احابیش قریش کے نام سے مشہور ہوئے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حُبشی (پہاڑ) معرّف باللام نہیں۔ بلحارث: اصل میں ابا الحارث تھا قبیلۂ مذکورہ اسی ابوالحارث کے نام سے منسوب ہے، جسے عرف عام میں بلحارث ہی کہتے ہیں۔

سرداران قریش یہ لوگ تھے:

(۱) عبداللہ بن جدعان
(۲) ہشام بن المغیرۃ
(۳) حرب بن اُمیّہ
(۴) ابو اُحیحۃ سعید بن العاص
(۵) عتبہ بن ربیعۃ
(۶) العاص بن وائل
(۷) معمر بن حبیب الجمحی
(۸) عکرمۃ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار۔

لشکر جو نکلا تو جدا جدا جھنڈوں کے تحت نکلا، سب کی ٹولیاں اور جماعتیں الگ الگ تھیں، کسی ایک سرلشکر کے ماتحت نہ تھا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن جدعان کے یہ سب ماتحت تھے۔[۱]

سرداران قیس

قبیلۂ قیس میں یہ لوگ تھے:

(۱) ابو براء عامر بن مالک بن جعفر۔
(۲) سُبَیع بن رَبیعۃ بن معاویۃ النصری۔
(۳) دُرَید بن الصِّمّۃ

[۱] (روایت کا خاص لفظ ہے خَرَجُوْا مُتَسَانِدِیْن، متساندین کے متبادر معنی تو ایک دوسرے پہ ٹیک لگانے والے اور سہارا لینے والے کے ہیں، مگر عہد جاہلیت کے محاورے میں اس کا وہی مفہوم تھا جو ترجمے میں لکھا گیا، یقال: ھم متساندون، ای تحت رایاتٍ شتّی لا یجمعھم رایۃ امیرٍ واحدٍ)۔

(۴) مسعود بن معتّب الثقفی
(۵) ابو عروۃ بن مسعود
(۶) عوف بن ابی حارثۃ المرّی
(۷) عباس بن رعل السُّلَمی

یہ سب لوگ سردار و سپاہ سالار تھے (یعنی غنیم کی طرح ان سرداروں میں سے بھی ہر ایک کی فوج اپنی اپنی جگہ مستقل و خود مختار تھی اور کوئی ایک سرلشکر نہ تھا جس کے سب ماتحت و فرماں پذیر ہوتے) لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابو براء ان سب کے اولی الامر تھے، جھنڈا انھیں کے ہاتھ میں تھا اور صفیں انھیں نے برابر کیں (مصنف نے یہ دوسرا قول بصیغۂ تضعیف بیان کیا ہے، واللہ اعلم)

مقابلۂ فریقین

فریقین کا مقابلہ ہوا تو دن کے ابتدائی حصے میں قریش پر، کنانہ پر، اور ان کے متعلقین پر قیس کے لئے شکست ہوئی مگر پچھلے پہروں میں قریش و کنانہ کے لئے قیس پر ہزیمت آئی۔[۱]

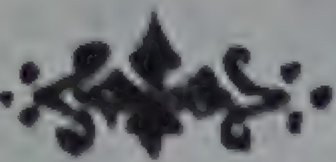
فاتحوں نے اپنے حریفوں کے قتل کرنے میں ایسی مرگا مرگی پھیلائی (یعنی اس کثرت سے لوگوں کو قتل کیا) کہ عتبہ بن ربیعہ نے جو اس وقت جوان تھے اور ہنوز اُن کی عمر پورے تیس برس کی بھی نہ ہوئی تھی صلح کے لئے آواز دی اور اس شرط پر مصالحت ہو گئی کہ مقتولوں کا شمار کیا گیا اور قریش نے اپنے مقتولین کے علاوہ غنیم کے جن لوگوں کو قتل کیا تھا قیس کو اُن سب کے خوں بہا دیئے، جنگ نے

---

[۱] یعنی پہلے حصے میں قیس کو فتح، قریش کو شکست، اور پچھلے میں قیس کو شکست قریش کو فتح ہوئی۔ ترجمہ میں عرب کا خاص انداز بیان دکھایا ہے کہ وہ اس مفہوم کو کیونکر ادا کرتے ہیں۔

اپنے بوجھ رکھ دیے (یعنی لڑائی ختم ہوگئی) اور قریش وقیس دونوں اپنے اپنے مقام پر واپس گئے۔

جنگ میں آنحضرتؐ کی شرکت



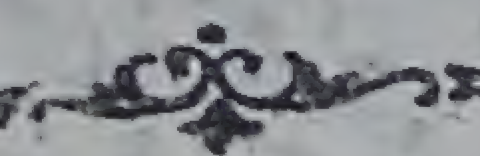
حرب الفجار کا تذکرہ کرتے ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میں اپنے چچاؤں کے ساتھ اس جنگ میں موجود تھا، میں نے اس میں شرکت کی تھی، تیر چلائے تھے، اور میں یہ نہیں چاہتا کہ ایسا میں کاش نہ کیے ہوتا (یعنی یہ شرکت جنگ و تیر اندازی موجب پشیمانی نہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جنگ میں شریک ہوئے ہیں اس وقت بیس برس کے تھے، اور یہ جنگ فجار واقعۂ اصحاب فیل کے بیس برس بعد ہوئی تھی۔ ۸۲

حکیم رضؓ بن حزام کہتے ہیں:
میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرب الفجار میں موجود ہیں۔

محمد بن عمر کہتے ہیں:
عربوں نے فجار کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں۔

آنحضرتؐ حلف الفضول میں



عروۃ بن الزبیرؓ کہتے ہیں:
میں نے حکیمؓ بن حزام کو کہتے ہوئے سنا کہ قریش جب فجار سے واپس آ رہے تھے اُس وقت حلف الفضول کا واقعہ پیش آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں بیس برس کے تھے۔

محمد بن عمر کہتے ہیں:

ضحاک کے علاوہ دوسرے راوی نے مجھ سے روایت کی کہ جنگ فجار شوال میں ہوئی تھی اور اس حلف کی نوبت ذی قعدہ میں آئی[1]

جتنے عہد و پیمان ہو چکے تھے حلف الفضول کا معاہدہ اُن سب میں معزز تھا، سب سے پہلے زبیر بن عبدالمطلب نے اس کی دعوت دی، بنی ہاشم و بنی زہرہ و بنی تیم، یہ سب لوگ عبداللہ بن جُدعان کے گھر میں جمع ہوئے، زبیر نے ان کے لیے کھانے کا انتظام کیا، سب نے اللہ تعالیٰ کو بیچ میں ڈال کے ان لفظوں میں عہد کیا۔

جب تک دریا میں صوف کے بھگونے کی شان باقی ہے، ہم مظلوم کا ساتھ دیں گے تاآنکہ اس کا حق ادا کیا جائے اور معاش میں ہم (اُس کی) خبر گیری و مواسات (بھی) کریں گے۔

قریش نے اسی بنا پر اس حلف (عہد) کا نام حِلف الفضول رکھا۔

جبیر رضؓ بن مطعم کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں ابن جدعان کے گھر جس حلف میں شریک ہوا تھا، مجھے یہ پسند نہیں کہ سرخ رنگ کے اونٹ ملیں تو میں اس کو توڑ دوں، ہاشم و زہرہ و تیم نے قسمیں کھائی تھیں کہ کوئی دریا جب تک کسی صوف کو بھگو سکتا ہے، وہ مظلوم کا ساتھ دیں گے، اور اگر مجھ کو (اب بھی) اس میں بلایا جائے تو میں قبول کر لوں گا، حلف الفضول یہی ہے۔

محمد بن عمر کہتے ہیں:

ہم تو معلوم نہیں کہ اس حلف میں بنی ہاشم سے کوئی سبقت

---

[1] پہلی روایت۔ بحوالہ عروۃ بن الزبیرؓ۔ کے راوی محمد بن عمر الواقدی ہی ہیں جو انھوں نے ضحاک بن عثمان سے روایت کی ہے، ضحاک نے عبداللہ بن عروۃ بن الزبیرؓ سے اور عبداللہ نے اپنے والد عروۃؓ سے یہ دوسری روایت کسی دوسرے راوی سے ہے جس میں روایت ضحاک کی بظاہر تصحیح اور حقیقت میں توضیح کی ہے۔

لے گیا ہو (یعنی جہاں تک علم کی رسائی ہے سب سے پہلے بنی ہاشم ہی نے اس کارِ خیر کی طرح ڈالی اور ایسے بابرکت عہد و پیمان کے آثار استوار کیے۔

آنحضرت کا دوسرا سفر شام

نفیسہ بنت مُنیہ، کہ یعلی بن منیہ کی بہن تھیں، کہتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پچیس برس کے ہوئے تو ابو طالب نے کہا کہ میں ایسا شخص ہوں کہ میرے پاس مال کہاں، زمانہ ہم پر سخت گزر رہا ہے، اور یہ تمہاری قوم کے قافلے ہیں جن کے سفر شام کا وقت آ گیا ہے، خدیجہ بنت خُوَیلد اپنے تجارتی قافلوں میں تمہاری قوم کے اچھے لوگوں کو بھیجا کرتی ہیں، اگر وہاں جا کے تم اپنے آپ کو ان پر پیش کرو تو فوراً تمھیں منظور کر لیں گی، یہ گفتگو جو آنحضرتؐ اور آپ کے چچا کے درمیان ہوئی تھی خدیجہؓ کو

۸۳ اس کی خبر پہنچی تو انھوں نے اس باب میں پیغام بھیجا اور آنحضرتؐ کو کہلایا کہ آپ کی قوم کے کسی شخص کو میں جتنا (اجورہ) دیتی ہوں (آپ اس تجارتی سفر کے لیے رضامند ہو جائیں تو) آپ کی خدمت میں اُس کا دونا پیش کروں گی۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں:

ابو طالب نے کہا، اے میرے بھتیجے، مجھے خبر ملی ہے کہ خدیجہ نے فلاں شخص کو دو بکروں کے عوض اپنا اجیر مقرر کیا ہے جو معاوضہ خدیجہ نے اُس کو دیا ہے ہم اُس معاوضے پر تیرے لیے تو راضی نہیں، مگر کیا تو اس سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما احببت (تو جیسا چاہے)

ابو طالب نے یہ سنا تو خدیجہ کے پاس گئے اور ان سے کہا:

اے خدیجہ، کیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اجرت پر کام دینے کے لیے

راضی ہے؟ ہم کو خبر ملی ہے کہ تو نے فلاں شخص کو دو بکروں کے معاوضہ پر اپنا اجیر مقرر کیا ہے، لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے تو چار بکروں سے کم پر راضی نہ ہوں گے،

خدیجہ نے کہا:

اگر کسی دور کے مبغوض آدمی کے لئے بھی تو یہ سوال کرتا تو ہم ایسا ہی کرتے، چہ جائے کہ تو نے تو ایک قریبی دوست کے لئے یہ خواہش کی ہے۔

نسطور راہب

نفیسہ بنت منیہ کہتی ہیں:

ابوطالب نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا، یہ وہ رزق ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے تیری جانب اسے کھینچ کر بھیجا ہے، آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہؓ کے غلام میسرہ کے ساتھ روانہ ہوئے، اور آپ کے جتنے چچا تھے سب نے اہل قافلہ کو آپ کے متعلق وصیت کی، چلتے چلتے آنحضرتؐ اور میسرہ ملک شام کے شہر بصریٰ میں پہونچے اور وہاں ایک درخت کے سایے میں فروکش ہوئے، نسطور راہب نے یہ دیکھ کے کہا:

اس درخت کے نیچے بجز پیغمبر کے اور کوئی نہیں اترا،

میسرہ سے پوچھا:

کیا اس شخص (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں میں سرخی ہے؟

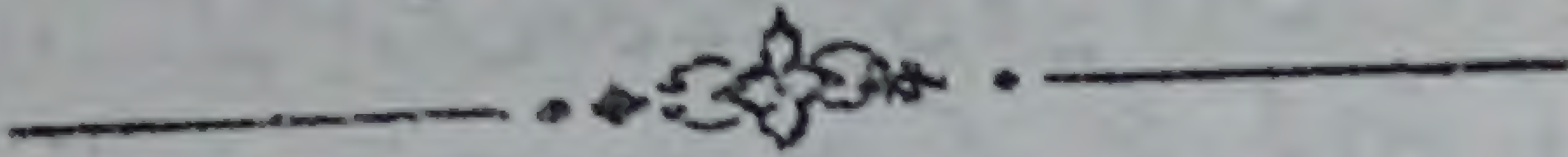
میسرہ نے کہا:

ہاں اور یہ سرخی کبھی اس سے جدا نہیں ہوتی،

ـلہ بکرہ: اُردو میں تو بکرہ گوسفند نرینہ کو کہتے ہیں، مگر عربی میں جوان اونٹوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، اور یہاں مراد بھی یہی ہے)۔

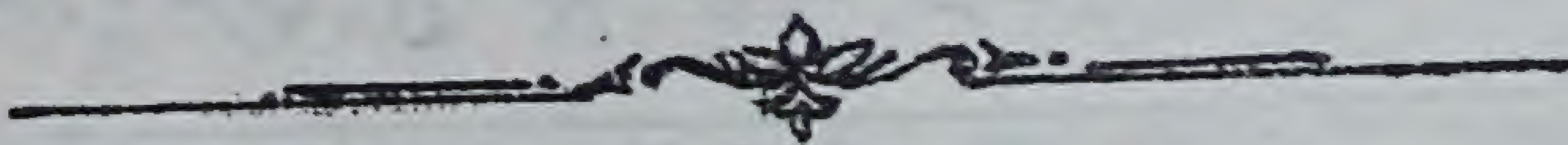
نسطور نے کہا:
وہ پیغمبر ہے، اور سب میں پچھلا پیغمبر ہے۔

بتوں سے نفرت



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارتی مال و اسباب کو فروخت کر لیا تو ایک شخص سے مناقشہ ہو پڑا جس نے آنحضرتؐ سے لات و عزیٰ کے حلف اٹھانے کو کہا، آنحضرتؐ نے فرمایا:
میں نے کبھی ان دونوں کی قسم نہیں کھائی، اور میں تو گزرتے وقت ان سے منہ موڑ لیا کرتا ہوں،
اس شخص نے کہا:
بات وہی ہے جو آپ نے فرمائی، اور پھر میسرہ سے کہا:
ھذا واللہ نبی تجدہ احبارنا فی کتبھم (خدا کی قسم یہ تو وہی پیغمبر ہے جس کی صفت ہمارے علما اپنی کتابوں میں مذکور پاتے ہیں)۔
میسرہ کا یہ حال تھا کہ جب دوپہر ہوتی اور گرمی بڑھتی تو وہ دیکھتا کہ دو فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ سے سایہ کر رہے ہیں، یہ سب کچھ اس کے دل نشین ہو گیا، اور خدا نے اس کے دل میں آنحضرتؐ کی ایسی محبت ڈال دی کہ گویا وہ آنحضرتؐ کا غلام بن گیا۔

قافلے کی مراجعت



قافلے نے اپنا تجارتی مال و اسباب فروخت کر کے فراغت کر لی۔ جس میں معمولی سے دو چند نفع اٹھایا، واپس چلے تو مقام مر الظہران میں پہنچ

کے میسرہ نے عرض کی:

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ خدیجہ کے پاس چل دیجئے اور آپ کے باعث اللہ تعالیٰ نے خدیجہ کو جو نفع پہنچایا ہے اُس کی اطلاع دیجئے، خدیجہ آپ کا یہ حق یاد رکھیں گی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس رائے کے مطابق پہلے روانہ ہو گئے تا آنکہ ظہر کے وقت مکے پہنچے، خدیجہ اس وقت اپنے ایک بالاخانے میں بیٹھی ہوئی تھیں، دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر سوار تشریف لاتے ہیں اور دو فرشتے اِدھر اُدھر سے سایہ کئے آتے ہیں، خدیجہ نے اپنے ہاں کی عورتوں کو یہ نظارہ دکھایا تو اُن کو تعجب ہوا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور منافع کا حال بیان کیا تو خدیجہ خوش ہوئیں، اور جو کچھ دیکھا تھا بعد کو میسرہ کے آنے پر جب بیان کیا تو میسرہ نے کہا:

میں تو جب سے ملک شام سے واپس چلا ہوں یہی دیکھتا آتا ہوں،

میسرہ نے وہ باتیں بھی کہدیں جو نسطور راہب نے کہی تھیں، اور اس شخص کی گفتگو بھی بیان کر دی جس نے مال کے بیچنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، سے مخالفت کی تھی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم سے خدیجہ رضؓ کی یہ تجارت ایسی کامیاب نکلی کہ جتنا پہلے نفع ہوا کرتا تھا اُس کا دو چند نفع ہوا، آنحضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لیے خدیجہ رضؓ نے جو معاوضہ نامزد کیا تھا اُس کو بھی دو چند کر دیا (یعنی بجائے) چار کے آٹھ اونٹ دیے)۔

84 ## خدیجہ سے آنحضرتؐ کی تزویج

نفیسہ بنت مُنیہ کہتی ہیں:

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قُصی اس بزرگی اور برتری کے ہوتے ہوئے بھی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے چاہی تھی، حقیقۃً ایک عاقبت اندیش، مستقل[1] مزاج اور شریف بیوی تھیں۔

اور اس وقت تمام قریش میں بہ اعتبار خاندان کے سب سے زیادہ شریف، بہ اعتبار عزت کے سب سے بڑی اور بہ اعتبار مال و دولت کے سب سے بڑھ کے تھیں، اگر ہو سکتا تو قوم کے جتنے لوگ تھے سب اُن کے ساتھ نکاح کرنے کے خواہشمند تھے، سب بہ درخواست کر چکے تھے اور سب نے مال و زر بھی پیش کیے تھے۔

خدیجہ کے تجارتی قافلے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب شام سے واپس آئے تو چپکے سے خدیجہ نے مجھے ان کے پاس بھیجا اور میں نے کہا:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو نکاح کرنے سے کیا امر مانع ہے؟

فرمایا:

میرے ہاتھ میں وہ سامان نہیں جس سے نکاح کر سکوں، میں نے عرض کی: اگر سامان ہو جائے اور آپ کو حسن و جمال و زر و مال و شرف و کفاءت کی جانب دعوت دی جائے تو کیا آپ قبول فرمائیں گے؟

اچھا تو کون ہے؟

میں نے عرض کی:

خدیجہ،

فرمایا:

وہ میرے لیے کیونکر؟ (یعنی میرے ساتھ ان کی تزویج کی کیا سبیل ہے)

میں نے عرض کی:

یہ میرا ذمہ،

---

[1] مستقل مزاج، اصل میں جلدۃ ہے جس کے معنے شدت و قوت والی عورت کے ہیں، استقلال طبیعت کے یہی اوصاف ہیں اور محاورے میں مراد بھی یہی ہے۔

فرمایا:

تو میں کروں گا،

میں نے جاکر خدیجہ کو خبر دی تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ فلاں وقت آئیں، اور اپنے چچا عمرو بن اسد کو بلایا کہ وہ آکر نکاح کردیں، چنانچہ وہ حاضر ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچاؤں کے ساتھ تشریف لائے جن میں سے ایک نے رسم نکاح ادا کی،

عمرو بن اسد نے اس موقع پر کہا:

هذا البضع لا یقرع انفه (یہ وہ عقد نکاح ہے کہ اس کی ناک نہیں ٹکرائی جاسکتی، یعنی اس پر کسی قسم کی نکتہ چینی و حرف گیری ممکن نہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ نکاح کیا ہے تو آپ اس وقت پچیس برس کے تھے اور خدیجہؓ ان دنوں چالیس برس کی تھیں، واقعہ اصحاب فیل سے وہ پندرہ برس پہلے پیدا ہو چکی تھیں۔

محمد بن جبیر بن مطعم، عائشہؓ اور ابن عباسؓ کہتے ہیں:

خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدیجہؓ کا نکاح کیا، خدیجہؓ کے والد حرب فجار سے پہلے مر چکے تھے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں:

عمرو بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ نے خدیجہؓ بنت خویلد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں دیا، عمرو اس وقت بہت بوڑھے تھے، اسد کے صلب سے اس وقت بجز عمرو کے اور کوئی اولاد باقی نہیں رہی تھی، اور عمرو بن اسد کے تو کوئی پیدا ہی نہ ہوا،

دو جھوٹی روایتیں

(۱) معتمر بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے

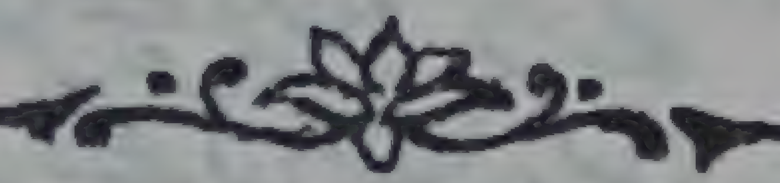
سنا ہے کہ ابو مجلز نے روایت کی کہ خدیجہؓ نے اپنی بہن سے کہا:
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کے اُن سے میرا تذکرہ کر، یہی الفاظ تھے یا اسی قسم کے الفاظ کہے، خدیجہؓ کی بہن آنحضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے پاس آئیں اور جو خدا نے چاہا آنحضرتؐ نے ان کو جواب دیا،
ان لوگوں نے (یعنی خدیجہؓ کی طرف کے لوگوں نے) اتفاق کر لیا کہ ۸۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی خدیجہؓ کے ساتھ نکاح کریں، خدیجہ کے والد کو اتنی شراب پلائی گئی کہ وہ مست ہو گئے، پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کے خدیجہ کو آپ کے نکاح میں دے دیا، بوڑھے کو ایک لباس پہنا دیا، جب وہ ہوش میں آیا تو پوچھا:
یہ حلّہ کیسا؟
لوگوں نے جواب دیا:
یہ تجھے تیرے داماد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پہنایا ہے،
بوڑھا بگڑ گیا اور ہتھیار اُٹھا لیا، بنی ہاشم نے بھی ہتھیار سنبھا لے اور کہا:
کچھ اس قدر ہم تمھارے خواہشمند نہ تھے،
اس کشاکشی کے بعد آخر کار مصالحت ہو گئی۔
(۲) محمد بن عمر نے اس سند کے علاوہ دوسری سند سے یہ روایت کی ہے کہ خدیجہ نے اپنے والد کو اس قدر شراب پلائی کہ وہ مست ہو گیا، گائے ذبح کی، والد کے جسم میں خوشبو لگائی، اور ایک مخطط (دھاری دار) حلّہ پہنایا، جب اُسے ہوش آیا تو پوچھا:
ماھذا العقیر، وماھذا العبیر، وماھذا الحبیر؟ (یہ ذبیحہ کیسا؟ یہ خوشبو کیسی؟ اور یہ دھاری دار لباس کیسا؟)
خدیجہ نے جواب دیا:
تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کے عقد نکاح میں مجھے دیا ہے (یہ سب کچھ اسی ذیل میں ہے)۔
اُس نے کہا:

میں نے یہ کام نہیں کیا، بھلا میں ایسا کروں گا، بزرگان قریش نے تجھے پیغام دیا، تب تو میں نے کیا ہی نہیں،

محمد بن عمر کہتے ہیں:

ہمارے نزدیک یہ سب غلط و سہو[1] و نسیان اور وہم ہے، جو بات ہمارے نزدیک ثابت ہے اور اہل علم سے محفوظ چلی آتی ہے وہ یہ ہے کہ خدیجہؓ کے باپ خویلد بن اسد کا جنگ فجار سے پیشتر انتقال ہو چکا تھا اور خدیجہؓ کو اُن کے چچا عمرو بن اسد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں دیا تھا۔

آنحضرتؐ کی اولاد اور اُن کے نام



ابن عباسؓ کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے فرزند قاسم تھے جو نبوت سے پہلے مکے میں پیدا ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں کے نام پر کنیت بھی کرتے تھے (یعنی ابوالقاسم کنیت اسی بنا پر تھی کہ قاسم آپ کے فرزند کا نام نامی تھا)

(۲) بعد کو آپ کے صلب سے زینبؓ پیدا ہوئیں،

(۳) پھر رُقیہؓ پیدا ہوئیں،

(۴) پھر فاطمہؓ پیدا ہوئیں،

(۵) پھر اُمِّ کلثوم پیدا ہوئیں،

(۶) عہد اسلام میں (یعنی بعثت کے بعد) آپ کے صلب سے عبداللہ

[1] وَہم وَسَہو: اصل میں لفظ اوہل ہے جس کے معنی ضعف، نسیان، وہم اور غلط کے ہیں، توہل کا استعمال یہیں سے نکلا ہے جس کے معنی معرض غلط میں آنے یا لانے کے ہیں۔

پیدا ہوئے جن کا طیب و طاہر لقب پڑا،

ان تمام نبی زادوں اور نبی زادیوں کی والدہ خدیجہؓ تھیں، بنت خویلد ابن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی، اور خدیجہ کی ماں فاطمہؓ تھیں، بنت زائدہ ابن الاصم بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن معیص بن عامر بن لوی،

ان میں سب سے پہلے قاسم نے انتقال فرمایا، پھر عبد اللہ نے وفات پائی، اور یہ دونوں حادثے مکے میں ہوئے، عاص بن وائل السہمی نے اس موقع پر کہا کہ قد انقطع ولدہ فھو ابتر (آپ کی اولاد منقطع ہوگئی لہذا ابتر ہیں)۔

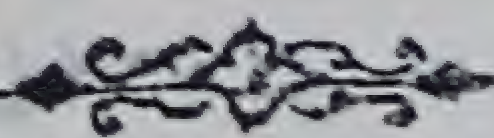
اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیت نازل فرمائی کہ ان شانئک ھو الابتر (حقیقت میں ابتر وہ ہے جو تیری عیب جوئی کرتا ہے، یا تجھ پر عیب لگاتا ہے)

محمد بن جبیر بن مطعم کہتے ہیں:

قاسم دو برس کے تھے کہ انتقال کیا۔[1]

محمد بن عمر کہتے ہیں:

سلمیٰ صفیہ بنت عبد المطلب کی آزاد لونڈی، خدیجہؓ کی زچگی میں دائی کا کام کرتی تھیں (یعنی وہی قابلہ ہوا کرتیں) لڑکا ہوتا تو خدیجہؓ دو بکریاں لڑکی ہوتی تو ایک بکری کا عقیقہ کرتیں، دو دو لڑکوں کی ولادت کے درمیان ایک ایک کا فاصلہ تھا۔ لڑکوں کے لیے دودھ پلانے والیاں مقرر کیا کرتیں اور ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی یہ انتظام کر لیتیں،



[1] اس روایت کا سلسلۂ اسناد یوں ہے:

اخبرنا محمد بن عمر قال حدثنی عمرو بن سلمۃ الھذلی بن سعید ابن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال الخ، اس میں سلمۃ الھذلی اور سعید کے درمیان لفظ "بن" غلط ہے اور بجائے اس کے "عن" ہونا چاہیئے، کیونکہ سعید بن محمد کے سلسلۂ اولاد میں عمرو بن سلمہ نہ تھے، واللہ اعلم۔

۸۶

ابراہیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عبدالحمید بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کے چھٹے سال ماہ ذیقعدہ میں حدیبیہ سے واپس آئے تو آپ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس قبطی والی اسکندریہ کے پاس بھیجا اور انہیں ایک خط بھی لکھ دیا جس میں مقوقس کو اسلام کی دعوت دی تھی، مقوقس نے جب یہ خط پڑھا تو حاطب سے اچھی باتیں کیں، خط سربمہر تھا، مقوقس نے اس کو ہاتھی دانت کی ایک ڈبیا میں رکھ کے اس پر مہر لگا کے ایک لونڈی کے سپرد کر دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا جواب لکھا مگر اسلام نہ لایا۔

مقوقس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں

(۱) ماریہ کو۔

(۲) ان کی بہن سیرین کو۔

(۳) اپنے گدھے کو جس کا نام یعفور تھا۔

(۴) اپنے خچر کو جس کا نام دلدل تھا، تحفۃً بھیجا، یہ خچر سفید رنگ کا تھا اور ان دنوں عرب بھر میں ایسا خچر نہ تھا۔

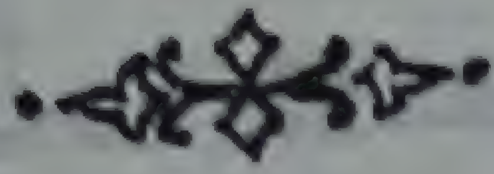
ابوسعید کہ اہل علم میں سے تھے، کہتے ہیں:

ماریہؓ علاقہ انصنا (مصر) کے مقام حفن کی تھیں۔

عبدالرحمٰن بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ کہتے ہیں:

ماریہؓ قبطیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تھے، وہ گورے رنگ گھونگر والے بال کی حسین و جمیل بیوی تھیں،

ماریہ قبطیہ

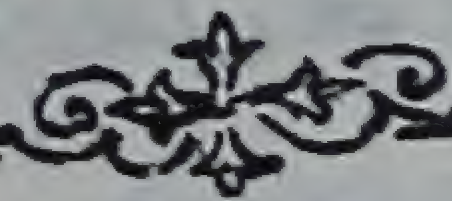


رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور اُن کی بہن کو اُمّ سُلیمؓ بنت ملحان کے ہاں ٹھہرایا اور پھر اُن کے پاس آکر دونوں بیبیوں پر اسلام پیش کیا اور دونوں مسلمان ہوگئیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ قبطیہ کو ملک یمین کی حیثیت سے اپنے پاس رکھا، بنی النضیر کے اموال و اسباب میں آنحضرتؐ کا کچھ مال بمقام عالیہ میں تھا، ماریہؓ کو بھی وہیں بھیج دیا جہاں وہ گرمیوں میں رہیں اور خزانۃ النخل میں بھی رہتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں اُن کے پاس آیا کرتے تھے وہ اچھی دیندار تھیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہؓ کی بہن سیرینؓ، حسان بن ثابت شاعر کو بخشدی جن کے بطن سے حسان کے بیٹے عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔

پیغمبر زادۂ اسلام



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صلب سے ماریہؓ کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام آنحضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ابراہیمؑ رکھا، ساتویں دن آنحضرتؐ نے ان کا عقیقہ کیا، ایک بکری ذبح کی، ابراہیم کے سر کے بال اُتروائے اور اس کے ہموزن چاندی مسکینوں کو خیرات کی، بالوں کو فرمایا تو زمین میں دفن کر دیئے گئے، اور لڑکے کا نام ابراہیمؑ رکھا، ابراہیم کی دائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد لونڈی سلمیٰ تھیں، سلمیٰ نکل کے

اپنے شوہر ابورافع کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ میں نے ایک لڑکے کی دائی کی ہے، ابورافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آنحضرتؐ کو مبارک باد دی، آنحضرتؐ نے انھیں ایک غلام انعام دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں رشک کھانے لگیں۔ اور جس وقت ماریہؓ کے لڑکا ہوا تو اُن پر یہ بات گراں گزری۔

ابوجعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کچھ دنوں) ماریہؓ کے پاس نہ گئے، کیونکہ آپ کی بیبیوں پر وہ گراں گزرتی تھیں، بیبیاں اُن پر رشک کھاتی تھیں، مگر نہ اُس قدر جتنا عائشہؓ کو رشک تھا۔

محمد بن عمر کہتے ہیں:

ابراہیمؓ ہجرت کے آٹھویں سال ماہ ذیحجہ میں ماریہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

۸۷ انسؓ بن مالک کہتے ہیں:

ابراہیمؓ جب پیدا ہوئے تو جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکے کہا:

السلام علیک یا ابا ابراہیم، (اے ابراہیم کے والد السلام علیک)

انسؓ بن مالک کہتے ہیں: صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حرم سے) باہر نکل کے ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ آج شب کو میرے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اور میں نے اپنے باپ کے نام پر اُس کا نام ابراہیم رکھا ہے۔

حسنؓ کہتے ہیں:

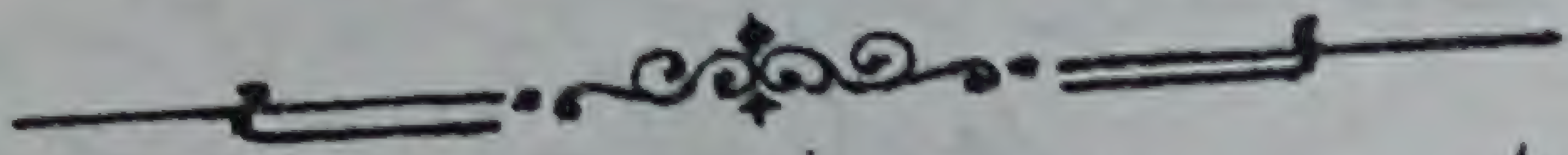
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل رات میرے ایک لڑکا ہوا ہے اور میں نے اپنے باپ کے نام پر اس کا نام ابراہیم رکھا ہے،

ابن عباسؓ کہتے ہیں:

ابراہیم کی والدہ سے جب ابراہیم پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم کی ماں کو (جو ملک یمین تھیں) اُن کے لڑکے (ابراہیم) نے

آزاد کر دیا۔

شیر خوارگی



عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ کہتے ہیں:

ابراہیمؑ جب پیدا ہوئے تو زنان انصار نے باہم رغبت کی کہ کون انھیں دودھ پلائے (یعنی سب چاہتی تھیں کہ ابراہیمؑ کو ہم ہی دودھ پلائیں، کوئی دوسری مرضعہ نہ ہو)

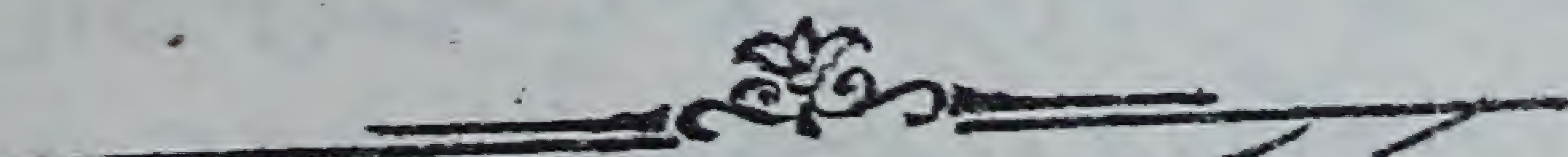
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیمؑ کو اُمّ بردہؓ کے سپرد کر دیا بنت المنذر بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدیؓ بن النجار،

اُمّ بُردہ کے شوہر براءؓ تھے، ابن اوس بن خالد بن الجعد بن عوف ابن مبذول بن عمرو بن غنم بن عدیؓ بن النجار۔

ابراہیمؑ کو ام بُردہ دودھ پلاتی تھیں اور وہ اپنے انھیں رضاعی باپ ماں کے پاس محلہ بنی النجار میں رہتے تھے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُمّ بُردہ کے گھر آتے تھے اور دوپہر کے وقت وہیں قیلولہ فرماتے تھے اور (اس وقت) ابراہیمؑ آنحضرت (علیہ السلام) کے پاس لائے جاتے تھے،

آنحضرتؐ اپنے عیال کے ساتھ



انسؓ بن مالک کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات میرے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا نام میں نے اپنے باپ کے نام پر ابراہیم

رکھا ہے (علیہ السلام)

آنحضرت (صلوات اللہ علیہ) نے ابراہیمؑ کو اُمّ سیف کے حوالے کر دیا جو مدینے کے ایک لوہار کی بیوی تھیں، اُس لوہار کا نام ابو سیف تھا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے چلے اور میں آپ کے پیچھے ہو لیا، تا آنکہ ہم ابو سیف کے پاس پہنچے جو اس وقت اپنی دھونکنی دھونک رہے تھے اور تمام گھر دھویں سے بھر گیا تھا، میں آنحضرت علیہ الصلواۃ والسلام سے آگے بڑھنے میں جلدی کر کے ابو سیف کے یہاں پہنچ گیا اور ان سے کہا!

ابو سیف! روک دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے،

ابو سیف رک گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کو بلوایا، سینے سے لگایا اور جو خدا نے چاہا فرمایا۔

انسؓ بن مالک کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ میں نے کسی کو عیال و اطفال پر مہربان نہ پایا، ابراہیمؑ کے دودھ پینے اور رہنے کا انتظام عوالی مدینہ (بالائی حصۂ شہر) میں تھا، آنحضرتؐ وہیں تشریف لیجاتے تھے اور ساتھ ساتھ ہم بھی آتے تھے۔

۸۸ گھر میں دھواں بھرا ہوتا مگر آپ اندر چلے جاتے، کیونکہ ابراہیمؑ کی مرضعہ کے شوہر لوہار تھے، ابراہیمؑ کو آنحضرتؐ (اپنی گود میں) لے لیتے اور بوسہ دیتے تھے۔

عائشہؓ کہتی ہیں:

ابراہیمؑ جب پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو لیے ہوئے میرے پاس آئے اور فرمایا:

میرے ساتھ اس کی شباہت دیکھ،

میں نے کہا:

میں تو کوئی شباہت نہیں دیکھتی،

فرمایا:

کیا تو اس کے گورے رنگ اور گوشت کو نہیں دیکھتی۔
میں نے کہا:
جو صرف دائی (یا اونٹنی) کے دودھ سے پالا جاتا ہے وہ گورا اور موٹا فربہ ہو جایا کرتا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عائشہؓ کی دوسری روایت عمرہ نے کی ہے اور اس کا بھی یہی مضمون ہے، البتہ اس میں یہ فقرہ زیادہ ہے کہ عائشہؓ نے کہا:
جسے بھیڑ کا دودھ پلایا جائے وہ فربہ اور گورا ہوتا ہے"
محمد بن عمر کہتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند راس بھیڑ بکریاں ابراہیمؑ کے واسطے مخصوص تھیں اور ایک اونٹنی کا دودھ بھی انھیں کے لیے خاص تھا، یہی باعث ہے کہ اُن کا اور اُن کی والدہ ماریہ کا جسم اچھا تھا،

ابراہیم کی وفات

آنحضرتؐ بوقت وفات ابراہیمؑ

مکحول کہتے ہیں:
ابراہیمؑ کے نزع روح کا عالم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے سہارے اندر تشریف لائے، ابراہیمؑ انتقال کر گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آب دیدہ ہو گئے، عبدالرحمٰنؓ نے یہ دیکھ کے کہا:
یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہی بات تو ہے جس سے آپ لوگوں کو منع فرمایا کرتے، مسلمان جب آپ کو روتے دیکھیں گے

تو سب رونے لگیں گے،

آنحضرتؐ کے جب آنسو تھمے تو فرمایا:

فقط رحم کی بات ہے، اور جو خود رحم نہیں کرتا اُس پر رحم کیا بھی نہیں جاتا، ہم تو لوگوں کو صرف نوحہ کرنے سے روکتے ہیں اور اس امر سے کہ کسی شخص کا ماتم یوں کیا جائے کہ جو باتیں اُس میں نہ ہوں اُن کا بَین ہو،

پھر فرمایا:

اگر یہ جامع راستہ نہ ہوتا (یعنی اگر سبیل موت جامع جمیع عالم نہ ہوتی) اگر یہ ایسی راہ نہ ہوتی جس پر سب ہی کو چلنا ہے اور جو ہم میں پچھلے ہیں وہ ہمارے اگلوں سے مل جانے والے ہیں، تو اِس غم کے علاوہ ہم ابراہیمؑ پر کچھ اور ہی غم کئے ہوتے، اور ہم (اس حالت میں بھی) اُس (کی وفات) پر رنجیدہ ہیں، آنکھیں اشکبار ہیں، دل رنجیدہ ہے، مگر ہم ایسی بات نہیں کرتے جو پروردگار کو ناخوش کر دے، ابراہیمؑ کی رضاعت (شیرخوارگی) کا جو زمانہ باقی رہ گیا تو وہ بہشت میں پورا ہوگا،

عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کے اُس نخلستان کو لے چلے جہاں ابراہیمؑ تھے، اُن کا دم نکل ہی رہا تھا کہ آپ نے میری آغوش میں دے دیا، آنحضرتؐ یہ دیکھ کے آبدیدہ ہو گئے تو میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ آپ گریاں ہیں؟ کیا آپ نے گریہ و بکا سے منع نہیں کیا تھا؟

فرمایا:

میں نے نوحے کی ممانعت کی تھی، دو احمقانہ و فاجرانہ آوازوں کی ممانعت کی تھی، ایک وہ آواز کہ عیش و نعمت کے وقت بلند ہو جو لہو و لعب و مزامیر شیطان ہے، اور دوسری وہ آواز کہ مصیبت کے وقت نکلے، جو چہروں کا خراشنا، جیب و دامن پھاڑنا، اور شیطان کی جھنکار ہے،

حُدَیبِیہ میں عبداللہ بن نُمیر نے (اسی ذیل میں آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ فقرہ بھی) بیان کیا کہ:

یہ تو فقط رحم کی بات ہے اور جو خود رحم نہیں کرتا اس پر رحم کیا بھی نہیں جاتا ہے

اے ابراہیمؑ اگر یہ (موت کا معاملہ) امرِ حق نہ ہوتا، اگر یہ وعدۂ صادقہ نہ ہوتا، اگر یہ ایسا راستہ نہ ہوتا جس پر سب ہی کو چلنا ہے اور ہم میں جو پیچھے رہ گئے ہیں وہ بھی اگلوں کے ساتھ عنقریب شامل ہو جانے والے ہیں، تو ہم تجھ پر اس سے کہیں زیادہ سخت رنج کیے ہوتے،

اور حقیقت میں ہم تیرے واسطے رنجیدہ ہیں، آنکھیں آنسو بھرے ہیں، دل رنج سے لبریز ہے، اس پر بھی ہم ایسی بات نہیں کہتے جو پروردگار عزّوجل کو ناخوش کردے۔ ۸۹

مکحول سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرزند ابراہیمؑ کے پاس تشریف لے گئے جو سکرات اور چل چلاؤ کے عالم میں تھے، اور آنحضرت (سلام اللہ علیہ) آبدیدہ ہو گئے، عبدالرحمٰن بن عوف ساتھ تھے، عرض کی:

آپ گریہ کرتے ہیں حالانکہ آپ نے گریے سے روکا ہے،

فرمایا:

میں نے فقط نوحہ کرنے سے روکا ہے اور اس بات کی ممانعت کی ہے کہ مرنے والے میں جو وصف نہ رہا ہو اُس کا بَین کیا جائے، (گریۂ بے اختیار) تو حقیقت میں رحمت ہے،

عطا کہتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیمؑ نے جب انتقال کیا تو

لے یہ ایک جملۂ معترضہ تھا، اب پھر روایت سابقہ شروع ہوتی ہے، آنحضرت صلوات اللہ علیہ کے بقیہ ارشادات

آنحضرت (علیہ السلام) نے فرمایا:
دل عنقریب رنجیدہ ہوا چاہتا ہے، آنکھ عنقریب اشکبار ہونے کو ہے، بااین ہمہ ایسی بات ہرگز ہم نہ کہیں گے جو پروردگار کو ناخوش کر دے، اگر یہ سچا وعدہ اور جامع دن نہ ہوتا تو ہمارا غم تجھ پر بہت سخت بڑھ جاتا، اور اے ابراہیمؑ ہم تیرے لیے رنجیدہ ہیں۔

بکیرؓ بن عبداللہ بن الاشجؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیمؑ پر گریہ فرمایا، اسامہؓ بن زید نے چیخ کے نالہ کیا، آنحضرتؐ نے انھیں روک دیا، اسامہؓ نے عرض کی:
میں نے تو آپ کو روتے دیکھا،
فرمایا:
رونا رحمت سے ہے اور چیخنا شیطان سے،
حکمؒ کہتے ہیں:
ابراہیمؑ نے جب انتقال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اگر یہ معدود اجل نہ ہوتی، اگر یہ معلوم وقت نہ ہوتا، تو جتنا رنج ہم نے کیا ہے اُس سے زیادہ سخت رنج کرتے، آنکھ آبدیدہ ہے دل رنجیدہ ہے، مگر اللہ نے چاہا تو ہم وہی بات کہیں گے جو پروردگار کو راضی رکھے، اور اے ابراہیمؑ ہم تیری وفات پر رنجیدہ ہیں،
قتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیمؑ نے وفات پائی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:
آنکھ آبدیدہ ہے، دل رنجیدہ ہے، مگر اللہ نے چاہا تو ہم اچھی ہی بات کہیں گے، اور اے ابراہیمؑ ہم تجھ پر غمگین ہیں:
اسی روایت میں آنحضرت علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا:
ابراہیمؑ کی بقیۂ شیرخوارگی بہشت میں پوری ہوگی،
عمرو بن سعید کہتے ہیں: ابراہیم نے جب وفات پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابراہیم میرا فرزند ہے، وہ دودھ پیتے مرا ہے[1] بہشت میں اس کے لیے دو دائیاں (انائیں) ہیں جو اس کی شیر خوارگی کی تکمیل کر رہی ہیں۔

شعبیؒ کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں ابراہیمؑ کو ایک دودھ پلانے والی دائی ہے جو اس کی شیر خوارگی کا بقیہ پورا کر رہی ہے۔

براءؓ بن عازب کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیمؑ کا جب انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی ایک دودھ پلانے والی بہشت میں ہے۔

انسؓ بن مالک کہتے ہیں: ۹۰

میں نے ابراہیمؑ کو دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دم توڑ رہے تھے، یہ دیکھ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں بھر آئیں، اور فرمایا کہ آنکھ آبدیدہ ہے، دل رنجیدہ ہے، اور ہم بجز ایسی بات کے جو ہمارے پروردگار کو راضی رکھے کچھ اور نہیں کہتے، اے ابراہیمؑ! واللہ ہم تیرے لئے غمگین ہیں۔

قتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیمؑ کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا کہ اس کی شیر خوارگی بہشت میں پوری ہوگی۔

براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیمؑ پر نماز پڑھی، جو (ماریہؓ) قبطیہ کے بطن سے تھے، ابراہیمؑ جب مرے ہیں تو سولہ مہینے کے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] وہ دودھ پیتے مرا ہے: اصل میں ہے انّہ مات فی الثدی، عربوں میں ان دنوں محاورہ تھا کہ جو بچے عالمِ شیر خوارگی میں انتقال کرتے ان کے لیے کہتے "وہ چھاتی (پستان) میں مرا ہے" مفاد وہی ہے جو ترجمے میں ہے۔

نے فرمایا کہ اُس کے لیے ایک انّا ہے جو بہشت میں اُس کی شیرخوارگی پوری کررہی ہے، اور وہ صدیق ہے۔

عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیمؑ پر نماز پڑھی اور وہ سولہ (۱۶) مہینے کے تھے۔

براءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابراہیمؑ کی ایک دودھ پلانے والی بہشت میں ہے جو اس کی شیرخوارگی کا بقیہ پورا کررہی ہے، اور وہ صدیق اور شہید ہے۔

اسمٰعیل السّدی کہتے ہیں:

میں نے انسؓ بن مالک سے پوچھا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم پر نماز پڑھی تھی؟ انھوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں اللہ ابراہیمؑ پر رحم کرے، وہ اگر جیتے تو صدیق و نبی ہوتے۔

انسؓ بن مالک کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیمؑ پر (جنازہ کی نماز میں) چار تکبیریں کہیں،

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیمؑ نے انتقال کیا تو آنحضرتؐ نے اُن پر نماز پڑھی،

مِسعَر بحوالۂ عدی بن ثابت روایت کرتے ہیں کہ عدی نے براءؓ کو یہ کہتے سُنا کہ بہشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند متوفی کی دودھ پلانے والی یا دائی ہے۔

حدیث میں دودھ پلانے والی کا لفظ تھا یا دائی کا؟ مِسعَر کو اس میں شک ہے۔

براءؓ کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیمؑ نے سولہ (۱۶)

مہینے کی عمر میں وفات پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسے بقیع میں دفن کرو اس لئے کہ اس کی ایک دودھ پلانے والی بہشت میں ہے، ابراہیمؑ آنحضرت کی جاریۂ قبطیہ کے بطن سے تھے۔

محمد بن عمرؓ ابن علی بن ابی طالب کہتے ہیں:

بقیع میں پہلے پہل عثمانؓ بن مظعون دفن ہوئے، پھر ابراہیمؑ فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نوبت آئی۔

محمد بن موسیٰ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ محمد بن عمر بن علیؓ ابن ابی طالب نے مجھے خبر دینے کے لیے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ۔

۹۱ بقیع کی حد پر پہنچ کے اُس منزلے کے نیچے سے گزرتے ہوئے جو مکان کے پیچھے ہے بائیں جانب سے ہو کے مکان کی منتہی سے آگے بڑھ گئے، تو وہیں ابراہیمؑ کی قبر ہے۔

ابراہیم بن نوفل بن المغیرہ بن سعید الہاشمی نے خاندان علیؓ (ابن ابی طالب) کے ایک شخص سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابراہیمؑ کو دفن کر لیا تو فرمایا،

کیا کوئی ہے جو ایک مشک لائے؟

ایک انصاری یہ سُن کے ایک مشک پانی لایا تو آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا:

اسے ابراہیمؑ کی قبر پر چھڑک،

ابراہیمؑ کی قبر راستے سے قریب ہے، اسی کے ساتھ راوی نے اشارہ کیا کہ یہ قبر عقیل کے مکان کے قریب ہے۔

عطا کہتے ہیں:

ابراہیمؑ کی قبر جب برابر ہو چکی تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ جیسے پتھر قبر کے کنارے پڑا ہوا آنحضرت اپنی انگلی سے برابر کرنے لگے اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب

کوئی کام کرے تو اُسے درست طور پر کرنا چاہئے کہ مصیبت زدہ کی طبیعت کو اس سے تسلی ہوتی ہے۔

مکحول کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی قبر کے کنارے دیکھا تو لحد میں ایک شگاف نظر آیا، گورکن کو خشک مٹی کا ایک ٹکڑا[1] (بڑا ڈھیلا) دے کے فرمایا:

انھا لا تضر ولا تنفع ولکنھا تقر عین الحی (یہ نہ مضر ہے نہ مفید، لیکن زندہ آدمی کی آنکھ میں اس سے ٹھنڈک آتی ہے، یعنی مرنے والے کو قبر کی نادرستی و درستی سے کیا سروکار، نہ اس سے مضرت نہ اُس سے نفع، تاہم دیکھنے والا جب قبر کو درست دیکھتا ہے تو یک گونہ تسلی ہوتی ہے)۔

کسوف بوقت وفات ابراہیمؑ

سائب بن مالک کہتے ہیں:

آفتاب میں کسوف (گرہن) آگیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیمؑ نے اُسی دن وفات پائی۔

مغیرہؓ بن شعبہ کہتے ہیں:

جس دن ابراہیمؑ کی وفات ہوئی سورج میں گرہن لگ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں آفتاب و ماہتاب بھی ہیں، کسی کی موت سے اُن میں گہن نہیں لگتا، جب تم ان دونوں کو گہن کی حالت میں دیکھو تو دُعا کرو تا آں کہ کھل جائیں۔

---

[1] خشک مٹی کا ٹکڑا یا ڈھیلا: اصل میں لفظ مدرہ ہے جس کے یہی معنی ہیں۔

محمود بن لبید کہتے ہیں:
جس دن ابراہیمؑ کی وفات ہوئی آفتاب میں گہن لگ گیا،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سُنا تو باہر نکل آئے، اللہ تعالےٰ
کی حمد و ثنا کی اور فرمایا:

سخت ترین حادثے میں بھی ہدایت و اصلاح جاری رہی



أما بعد، أيها الناس ان الشمس والقمر آيتان من آيات الله لا ينكسفان لموت احد ولا لحياة احدٍ فاذا رأيتم ذلك فافزعوا الى المساجد۔

(اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد، اے لوگو واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں آفتاب و ماہتاب بھی ہیں، نہ کسی کی موت سے گہناتے ہیں نہ کسی کی حیات سے، لہذا جب تم یہ کیفیت دیکھو تو (زوال نعمت کے خوف سے) سہمے ہوئے مسجدوں کی جانب رجوع کرو، یعنی جناب الٰہی میں دست بدعا ہو کہ اپنے فضل سے جو نور و نعمت ہمیں عنایت فرمائی ہے وہ برقرار رہے، ایسا نہ ہو کہ انھیں کی طرح اُن میں بھی زوال آئے)
یہ کہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے،

لوگوں نے عرض کی:
یارسول اللہ، آپ تو خدا کے پیغمبر ہیں، پھر آپ روتے ہیں؟
فرمایا:
میں فقط ایک انسان ہی تو ہوں، آنکھ میں آنسو بھرے ہیں، دل میں خشوع ہے، بایں ہمہ ایسی بات نہیں کہتا جو پروردگار کو ناراض کردے،

خدا کی قسم اے ابراہیمؑ، حقیقت میں ہم تیرے لئے رنجیدہ ہیں،
ابراہیمؑ نے جب انتقال کیا ہے تو اٹھارہ مہینے کے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا کہ ابراہیمؑ کی ایک دودھ پلانے والی بہشت میں ہے،

عامر کہتے ہیں:
ابراہیمؑ اٹھارہ مہینے کے تھے کہ وفات پائی۔

اسماء بنت یزید کہتی ہیں:
۹۲ ابراہیمؑ نے جب وفات پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، تعزیت کرنے والے نے عرض کی:
یارسول اللہ، خدا کا حق جاننے پہچاننے کے سب سے زیادہ شایاں آپ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
آنکھ میں آنسو بھرے ہیں دل رنجیدہ ہے، مگر ہم ایسی بات نہیں کہتے جو پروردگار کو ناراض کردے، اگر یہ (وعدۂ موت) سچا اور جامع وعدہ نہ ہوتا، اگر پچھلے اگلوں کے ساتھ جا ملنے والے نہ ہوتے تو اے ابراہیمؑ تجھ پر ہم اس سے زیادہ غم کرسکتے، اور ہم واقع میں تیرے واسطے رنجیدہ ہیں۔

عبدالرحمٰنؒ بن حسانؓ بن ثابت اپنی والدہ سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:
ابراہیمؑ کے حادثے میں میں موجود تھی، میں نے دیکھا کہ جب میں اور میری بہن چیختی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت روکتے نہ تھے، ابراہیمؑ جب انتقال کرگئے تو آپ نے نالہ و فریاد سے منع فرمایا، فضل بن عباس نے غسل دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس بیٹھے ہوئے تھے، اس کے بعد جنازہ اٹھایا گیا تو میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے تھے اور عباسؓ آپ کے

پہلو میں بیٹھے تھے، قبر میں فضل بن عباس و اسامہ بن زید اترے، میں قبر کے پاس آ رہی تھی مگر کوئی منع نہیں کرتا تھا،

اُس دن آفتاب گہنا گیا تو لوگوں نے کہا، یہ ابراہیمؑ کی موت کے باعث ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آفتاب کسی کی موت وحیات سے نہیں گہناتا،

اینٹ میں شگاف دیکھ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے بند کر دیا جائے، اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی گئی تو فرمایا،

اس سے نہ ضرر پہنچتا ہے نہ نفع ہوتا ہے، لیکن زندہ آدمی کی آنکھ اس سے خنک ہوتی ہے، بندہ جب کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُسے درست اور ٹھیک طرح سے کرے۔

ابراہیمؑ نے سہ شنبہ کے دن وفات پائی، ربیع الاول کی دس شبیں گزر چکی تھیں اور دسواں سال تھا (یعنی ۱۱۔ ربیع الاول سنہ ۱۰ھ)۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیمؑ نے بنی مازن میں اُمّ بردہؓ کے پاس وفات پائی، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فی الواقع بہشت میں ایک مُرضعہ اس کی شیر خوارگی کے دن پورے کر رہی ہے۔

اُمّ بردہ کے گھر سے ایک چھوٹی سی چوکی[1] پر جنازہ اٹھایا گیا، اور بقیع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز پڑھی، استفسار کیا گیا:

---

[1] چوکی: اصل میں "سریر صغیر" ہے، آج کل تو ایک زمانے سے عربی میں "سریر" کا لفظ چارپائی، پلنگ، مسہری، اور کوچ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے، مگر ان دنوں اتنی تعمیم نہ تھی، صرف تخت اور چوکی تک محدود تھا۔

یا رسول اللہ ہم انھیں کہاں دفن کریں؟

فرمایا:

ہمارے سلف عثمانؓ بن مظعون کے پاس۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام بردہ کو ایک قطعۂ نخلستان عنایت فرمایا جسے منتقل کر گئے انھوں نے بدلے میں عبداللہ بن زمعہ ابن الاسود الاسدی کا مال حاصل کر لیا،

عمر بن الحکم بن ثوبان کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو ایک پتھر ان کی (یعنی ابراہیمؑ کی) قبر پر رکھ دیا اور قبر پر پانی کا چھڑکاؤ ہوا۔

محمد بن عبداللہ بن مسلم کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی بکرؓ بن محمد بن
۹۳ عمرو بن حزم کو میں نے اپنے چچا یعنی زہری سے روایت کرتے سنا کہ وہ کہتے تھے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیمؑ اگر زندہ رہتے تو میں ہر ایک قبطی سے جزیہ ساقط کر دیتا۔

ابن جابر نے مکحولؓ کو روایت کرتے سنا کہ ابراہیمؑ نے جب وفات پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حق میں فرمایا: وہ (یعنی ابراہیمؑ) اگر زندہ ہوتا تو اس کا کوئی ماموں غلام نہ ہوتا (یعنی قبطی قوم کے تمام لوگ ابراہیمؑ کے طفیل میں آزاد ہو جاتے)۔

انہدام و تعمیر خانہ کعبہ

تعمیر میں قریش کے ساتھ آنحضرتؐ کی شرکت

عمرو الهذلی، ابن عباسؓ، محمد بن جُبیر بن مطعمؓ جن کی روایتیں آپس میں

ل جل گئی ہیں، یہ سب کہتے ہیں:
پانی کی رو کے رخ پر واقع تھی، سیلاب اُس کے اوپر سے آتا تھا، تاآں کہ خانۂ کعبہ تک پہنچ جاتا تھا جس کے باعث دراز اور شگاف بھی اس میں آگیا تھا، قریش ڈرے کہ منہدم نہ ہوجائے، کچھ زیور اور سونے کا ایک ہرن کہ موتی اور جواہرات سے مرصع زمین پر نصب تھا، بیت اللہ سے چوری گئے،

انھیں دنوں سمندر میں ایک جہاز آرہا تھا جس میں رومی (عیسائی) سوار تھے اور باقوم نام ایک شخص ان کا سرگروہ تھا، یہ شخص معمار بھی تھا، ہوا نے جہاز کو درہم برہم کر کے مقام شعیبہ پہنچا دیا کہ جدے سے پہلے جہازوں کی بندرگاہ یہی مقام تھا، یہاں آکے جہاز ٹوٹ گیا،

ولید بن مغیرہ کچھ قریشیوں کے ساتھ جہاز تک پہنچے اس کی لکڑیاں مول لیں، باقوم رومی سے بات چیت کی جو ان کے ساتھ ہولیا، اور لوگوں نے کہا، لو بنینا بیت ربنا (اگر ہم اپنے پروردگار کا گھر بنائیں۔ فصیح محاورۂ جاہلیت اسی قدر ہے، مطلب یہ کہ اگر ہم اپنے پروردگار کا گھر بنائیں یعنی خانۂ کعبہ کی ازسرنو تعمیر کریں تو کیا اچھی بات ہے)۔

آنحضرتؐ بیت اللہ کی عمارت گری میں

قریش نے یہ انتظام کیا کہ پتھر جمع کر کے کنارے صاف و درست کر لیے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انھیں لوگوں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کے لے جارہے تھے، آپ اس وقت پینتیس (۳۵) برس کے تھے،

حالت یہ تھی کہ لوگ اپنی اپنی تہ بند کے دامنوں کو اٹھا کے گردن پر ڈال لیتے تھے اور پتھر اٹھاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی

یہی کیا مگر دامن پھنس جانے کے باعث پھسل جانے کی نوبت آچلی تھی
کہ پکار ہوئی، عورتک (اپنا پردہ یعنی اپنی سترعورت کا خیال رکھو اور دیکھو
بے پردگی نہ ہونے پائے) یہ پہلی پکار تھی،
ابوطالب نے کہا،
اے میرے بھتیجے اپنے تہ بند کا دامن سر پر ڈال لے،
آنحضرتؐ نے فرمایا،
یہ جو کچھ مجھے پیش آیا محض اپنی تعدّی کے باعث پیش آیا۔
اس کے بعد کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پردہ مکشوف
نظر نہ آیا۔

اخلاق جاہلیت

جب خانہ کعبہ (کی قریب الانہدام عمارت) کے ڈھانے پر سب
نے اتفاق کر لیا تو کسی نے کہا:
اس کی عمارت میں صرف پاک کمائی داخل کرو، اور وہ بھی اس
شرط کے ساتھ کہ کوئی قطع رحم نہ ہونے پائے اور نہ اس میں کسی پر زور
وظلم ہو۔
انہدام کی ابتدا ولید بن مغیرہ نے کی، پھاوڑا لے کے کھڑا ہو گیا
اور پتھر گرانے لگا، کہتا جاتا تھا:
یا اللہ تجھے ناراض کرنا مقصود نہیں، ہم لوگ تو فقط بہتری چاہتے
ہیں۔
ولید خود بھی انہدام میں لگا رہا، اور قریش نے بھی ساتھ دیا جب
ڈھا چکے تو عمارت شروع کی، بیت اللہ کا امتیاز و اندازہ کر کے تعمیر کے لیے
قرعے ڈالے،

رکن اسود سے رکن حجر تک کعبے کے پیش خانے کی تعمیر بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے حصے میں آئی۔

رکن حجر سے دوسرے رکن حجر تک بنی اسد بن عبد العزی و بنی عبد الدار بن قصی کے حصے میں آیا۔ ۹۴

بنی تیم و بنی مخزوم کے حصے میں مابین رکن حجر تا بہ رکن یمانی۔

بنی سہم و بنی جمح و بنی عدی و بنی عامر بن لوی، مابین رکن یمانی تا بہ رکن اسود، اسی تقسیم کے مطابق سب نے تعمیر آغاز کی۔

وضع حجر اسود

قرعۂ فال بنام حبیب ذوالجلال

عمارت جب اس حد تک پہنچی جہاں خانۂ کعبہ میں رکن[1] ونصب کرنے کا موقع تھا تو ہر قبیلے نے اس کے لیے اپنے اپنے استحقاق پر زور دیا اور اس قدر مخالفت ہوئی کہ جنگ کا اندیشہ ہونے لگا،

آخر یہ رائے قرار پائی کہ باب بنی شیبہ سے پہلے پہل جو داخل ہو وہی حجر اسود کو اٹھا کے (اپنی جگہ پر) رکھ دے۔

سب نے اس پر رضامندی ظاہر کی اور اس رائے کو تسلیم کرلیا، باب بنی شیبہ سے پہلے پہل جو اندر آئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، لوگوں نے جب آپ کو دیکھا تو بول اٹھے:

یہ امین ہیں، ہمارے معاملے میں جو فیصلہ یہ کریں گے ہم اس پر راضی ہیں۔

---

[1] رکن: حجر اسود۔

آنحضرتؐ کا فیصلہ

قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قرارداد سے اطلاع دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر اپنی چادر بچھادی اور رُکن (حجرِاسود) اس میں رکھ کے فرمایا:

قریش کے ہر ایک ربع سے ایک ایک شخص آئے (یعنی تمام قریش جو چار بڑی جماعتوں میں منقسم ہیں ان میں سے ہر جماعت اپنا اپنا ایک ایک قائم مقام منتخب کرلے)۔

ربع اول بنی عبد مناف میں عُتبہ بن ربیعہ (منتخب) ہوئے،
ربع ثانی میں ابوزمعہ،
ربع ثالث میں ابوحذیفہ بن المغیرہ،
اور ربع رابع میں قیس بن عدی،

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم میں سے ہر فرد اِس کپڑے کا ایک ایک گوشہ پکڑلے اور سب مل کے اسے اٹھاؤ۔ سب نے (اسی طرح) اٹھایا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرِاسود کو اُسی جگہ (جہاں وہ ہے) اپنے ہاتھ سے اُٹھا کے رکھ دیا،

نجد کے ایک شخص نے بڑھ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پتھر دینا چاہا جس سے آنحضرتؐ رُکن کو مضبوط رکھ سکیں، عباس بن عبدالمطلب نے کہا "نہیں" اور اس شخص کو ہٹا کے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پتھر دیا جس سے آپ نے رُکن کو مضبوط فرمایا نجدی اس ہٹائے جانے پر غضبناک ہوا تو آنحضرتؐ

صلوات اللہ علیہ نے فرمایا:
بیت اللہ میں ہمارے ساتھ وہی شخص عمارت کا کام کر سکتا ہے جو ہم میں سے ہو، نجدی نے کہا،
تعجب ہے ایسے لوگ جو اہل شرف ہیں، عقلمند ہیں، مسن ہیں، صاحب مال ہیں، اپنے وسیلہ کرمت و بزرگی و حفاظت میں ایسے شخص کو اپنا سرگروہ قرار دیتے ہیں جو عمر میں سب سے چھوٹا اور سب سے کم مال و دولت رکھتا ہے، گویا سب لوگ اس کے خدمتگار ہیں، آگاہ ہو جاؤ، خدا کی قسم یہ شخص سب سے بڑھ جائے گا، سب کو اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا، اور خوش بختی و سعادت ان سب سے بانٹ لیگا،
کہا جاتا ہے کہ یہ کہنے والا ابلیس تھا،
ابو طالب نے اس موقع پر کہا:

انّ لنا اوّلہٗ واٰخرہ ... فی الحکم والعدل الذی لا ننکرہ

(اس کی ابتدا بھی حقیقت میں ہمارے ہی لئے اور انتہا بھی) (حکم میں بھی اور عدل میں بھی جس میں مجال انکار نہیں)

وقد جھدنا جھدہ لنعمرہ ... وقد عمرنا خیرہ واکبرہ

(ہم نے اس کی تعمیر اور اس کے آباد کرنے کے لئے کوشش کی) (اور ہم نے اس کی خیر و بزرگی کو آباد بھی کر لیا۔ یا یہ کہ ہم نے اس کے بہترین و بزرگترین حصے کو بنا بھی لیا)

فَاِنْ یَّکُنْ حَقًّا فَفِیْنَا اَوْفَرُہٗ

(اب اگر کوئی حق ہے تو بدرجۂ وافر کثیر ہم ہی لوگوں میں ہے)
پھر تعمیر ہونے لگی، تاآں کہ لکڑی کی جگہ آئی (یعنی چھت بنانے کی نوبت پہنچی جس میں لکڑیوں کی ضرورت پڑتی ہے) پندرہ

شہتیر[1] تھے جن پر چھت قایم کی گئی، سات ستونوں پر بنیاد رکھی اور حجر کو بیت اللہ کے باہر کر دیا۔

نقضِ بُنیان

عایشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اے عایشہ) تیری قوم نے کعبے کی عمارت میں کمی کر دی، اگر وہ شرک کو چھوڑ کے ابھی نئے نئے مسلمان نہ ہوئے ہوتے تو جو کچھ اس تعمیر میں انھوں نے چھوڑ دیا ہے میں اس کو پھر سے بنا دیتا، میرے بعد اگر تیری قوم اسے بنانا چاہے تو آ، انھوں نے جو چھوڑا ہے میں اسے تجھ کو دکھا دوں۔

95 اس کے بعد آپ نے حِجر میں سات گز کے قریب عایشہ رضی اللہ عنہا کو دکھایا (جسے خالی چھوڑ دیا گیا تھا)۔

عایشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیان میں یہ (بھی) فرمایا تھا کہ زمین میں اس کے دو مشرقی و مغربی دروازے بھی میں بناتا۔ کیا تو جانتی ہے کہ تیری قوم نے کس لئے دروازہ اونچا کر دیا؟

میں نے عرض کی، میں تو نہیں جانتی۔

فرمایا:

تعزّز کے لیے کہ جسے وہ چاہیں وہی اندر آسکے اور کوئی دوسرا داخل نہ ہو۔ جب یہ لوگ کسی کے اندر آنے کو مکروہ خیال کریں تو

---

[1] شہتیر: اصل میں لفظ "جائز" ہے جس کے یہی معنی ہیں۔ حِجر: وہ مقام جس پر حطیم حادی ہے اور خانۂ کعبہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً کو شمالی جانب سے محیط ہے۔

اُسے چھوڑ دیتے تھی کہ وہ داخل ہونے لگتا تو اسے ڈھکیلتے یہاں تک کہ گر پڑتا۔

سعید بن عمرؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے:
میں نے قریش کو دیکھا کہ دوشنبہ وپنجشنبہ کے دن خانۂ کعبہ کو کھولتے تھے جس کے دروازے پر دربان بیٹھے ہوتے، وہ شخص (جسے زیارت کرنی ہوتی) چڑھ کے اوپر آتا (اور پھر دروازے میں سے ہو کے اندر جاتا) اگر مراد یہ ہوتی کہ وہ اندر آئے تو وہ ڈھکیل دیا جاتا جس سے وہ گر پڑتا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ چوٹ بھی لگتی کعبے کے اندر جوتی پہنے داخل نہ ہوتے، اُس کو بڑی (بُری) بات جانتے تھے، زینے کے نیچے اپنی جوتیاں رکھ دیا کرتے تھے۔

ابن فرسؓ کہ قریش کے ایک آزاد غلام تھے، کہتے ہیں کہ میں نے عباسؓ بن عبدالمطلب کو کہتے سنا کہ رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج کے موقع پر دھاری دار غلاف چڑھایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں:
ایک شخص نے عرض کی، یا رسول اللہ، آپ کب سے پیغمبر ہوئے؟ لوگوں نے کہا ہائیں، ہائیں، آنحضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا: اُسے کہنے دو، آدم ہنوز روح وجسم کی درمیانی حالت میں تھے کہ میں پیغمبر تھا۔

ابن ابی الجدعاءؓ کہتے ہیں:
میں نے عرض کی، یا رسول اللہ آپ کب سے پیغمبر ہوئے؟ فرمایا: جب آدم ہنوز روح اور جسم کے درمیان تھے۔

مُطّرف بن عبد اللہ بن الشخّیر کہتے ہیں۔
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کب سے پیغمبر ہیں؟
فرمایا: آدمؑ کی روح وخاک کے درمیان (یعنی روح وخاک سے آدم علیہ السلام کا جسم ابھی مرکب بھی نہ ہوا تھا کہ مجھے شرف نبوت حاصل ہو چکا تھا، مطلب یہ کہ میری نبوت ازلی ہے، موقت نہیں ہے)

عامرؓ کہتے ہیں:
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ کب سے پیغمبر ہوئے؟
فرمایا مجھ سے جب میثاق لیا گیا ہے تو آدم اس وقت روح وجسم کی درمیانی حالت میں تھے۔
۹۶ عرباضؓ بن ساریہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا:
آدم ہنوز اپنی خاک ہی میں پڑے تھے کہ میں خدا کا بندہ اور خاتم النبیین ہو چکا تھا، میں ابھی ابھی تم لوگوں کو اس کی خبر بھی دیتا ہوں، میرے والد ابراہیم (خلیل اللہ علیہ السلام) کی دعا میرے لیے عیسی (علیہ السلام) کی بشارت، اور میری ماں کا خواب جو انھوں نے دیکھا تھا (یہ تمام باتیں ولادت سے پیشتر ہی ظہور کی خبر دے چکی تھیں)۔
پیغمبروں کی مائیں یوں ہی رویا دیکھتی ہیں اور اسی طرح انھیں خواب دکھایا جاتا ہے،
وضع حمل کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے ایک نور دیکھا تھا کہ اُن کے لیے شام کے ایوان (تک) اُس سے روشن ہو گئے تھے۔

ضحاک سے روایت ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے والد ابراہیمؑ کی دُعا ہوں، خانۂ کعبہ کے قاعدے بلند کر رہے تھے کہ انھوں نے کہا تھا،

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم (اے ہمارے پروردگار، ان لوگوں میں ایک پیغمبر بھیج جو انھیں میں سے ہو) اس کو پڑھ کے آنحضرتؐ نے آخر تک یہ آیت تلاوت فرمائی۔

عبداللہ بن عبدالرحمن بن معمر کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے والد ابراہیمؑ کی دُعا ہوں اور میرے لیے عیسیٰؑ بن مریمؑ نے بشارت دی تھی۔

ابوامامہ باہلی کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی گئی کہ یارسول اللہ آپ اپنے ابتدائے امر سے آگاہ فرمائیے، حضرتؐ نے فرمایا: میرے والد ابراہیمؑ کی دعا اور میرے لیے عیسیٰؑ بن مریمؑ نے بشارت دی۔

قتادہ کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آفرینش وخلقت میں سب سے پہلا اور بعثت میں سب سے پچھلا شخص ہوں۔

علامات نبوت قبل وحی

خالد بن معدان کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی گئی کہ آپ اپنی نسبت ہمیں مطلع فرمائیے، ارشاد ہوا:

ہاں، میں دعائے ابراہیمؑ ہوں، میری بشارت عیسیٰؑ بن مریمؑ نے دی، میری ماں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا کہ اُن سے ایک ایسا نور نکلا کہ شام کے قصر و ایوان (تک) اُس سے روشن ہو گئے۔ میری رضاعت قبیلۂ بنی سعد بن بکر میں ہوئی ایک مرتبہ میں اپنے (رضاعی) بھائی کے ساتھ تھا، ہم اپنے مکانات کے پیچھے جانوروں کو

چرارہے تھے کہ دو سفید پوش آدمی سونے کا ایک طشت لیے جو برف سے لبریز تھا، میرے پاس آئے، دونوں نے پکڑ کے میرا سینہ چاک کیا، میرا دل نکالا اور چاک کرکے ایک سیاہ نقطہ نکال کر پھینک دیا،

۹۷ میرے سینے اور دل کو اسی برف سے دھویا اور پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے) کہا: انھیں ان کی امت کے سو آدمیوں کے برابر تول ان کے ساتھ مجھے تولا تو بھاری ٹھہرا، پھر کہا: انھیں انکی امت کے ہزار آدمیوں کے برابر وزن کرو وزن ہوا تو پھر میں بھاری ٹھہرا، آخر اس نے کہا، انھیں چھوڑ دے کہ اگر ان کی تمام امت کے ساتھ ان کا وزن ہو تب بھی انھیں کا پلہ بھاری رہیگا۔

موسیٰ بن عُبیدہؒ اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدا ہوے اور زمین پر آئے تو دونوں ہاتھوں کے بل تھے، سر آسمان کی جانب اٹھا ہوا تھا، اور ہاتھ میں ایک مُشت خاک تھی، خاندان لِہب کے ایک شخص کو یہ خبر پہنچی تو اُس نے اپنے ایک ساتھی سے کہا:

اسے بچا، فال اگر سچ نکلی تو واقعًا یہ بچہ اہل زمین پر غالب آئیگا۔

انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک آنے والا آپ کے پاس آیا جس نے پکڑ کے آپ کا شکم چاک کر ڈالا اور اس میں سے ایک نقطہ نکال کے پھینک دیا اور کہا، ھذا نصیب الشیطان منك (تجھ میں سے یعنی تیرے جسم میں سے یہ شیطان کا حصہ تھا) پھر سونے کے ایک طشت میں اُسے رکھ کے آب زمزم سے دھویا اور جوڑ دیا، بچے آنحضرتؐ کی دایہ کے پاس (یہ کہتے ہوئے) دوڑے کہ محمدؐ قتل ہو گئے۔ محمدؐ قتل ہو گئے" (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں تو دیکھا، آپ کا رنگ متغیر تھا

انسؓ کہتے ہیں:

فی الواقع ہم دیکھا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں سوئی (بخیہ) کا نشان موجود ہے۔

زید رضؓ بن اسلم کہتے ہیں:

حلیمہ جب (مکے میں) آئیں تو ساتھ ان کے شوہر بھی تھے اور ایک چھوٹا بچہ تھا جسے دودھ پلاتی تھیں، اس بچے کا نام عبداللہ تھا، سفید رنگ کی ایک گدھی اور ایک بوڑھی سن دراز اونٹنی بھی تھی جس کا بچہ بھوک کے مارے مرچکا تھا، اور اس کی ماں (یعنی اونٹنی) کے تھن میں دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ تھا، اُن لوگوں نے آپس میں گفتگو کی کوئی بچہ مل گیا تو اُسے دودھ پلائیں گے۔

حلیمہ کے ساتھ قبیلۂ سعد کی (دوسری) عورتیں بھی تھیں، سب نے آکے چند روز قیام کیا، بچے لیے، مگر حلیمہ نے کوئی نہ لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن پر پیش کیے جاتے تھے مگر وہ کہتی تھیں، یتیم لا اب له (یہ بچہ یتیم ہے، اس کا تو باپ مرچکا ہے، یعنی اُجرت رضاعت کی یہاں کیا اُمید ہے) حتّٰی کہ آخر میں جب چل چلاؤ کا وقت آیا تو حلیمہ نے آنحضرتؐ کو لے لیا، ساتھ والیاں ایک دن پہلے ہی جاچکی تھیں،

آمنہ نے (چلتے وقت) کہا:

اے حلیمہ، تو نے ایک ایسے بچے کو لیا ہے جس کی ایک خاص شان ہے، خدا کی قسم، میں حاملہ تھی مگر حمل سے جو اذیّت عورتیں پاتی ہیں مجھے کچھ نہ ہوئی، یہ واقعہ ہے کہ میں سامنے لائی گئی اور مجھ سے کہا گیا تو ایک بچہ جنے گی، اُس کا نام احمد رکھنا، وہ تمام جہان کا سردار ہوگا۔ یہ بچہ جب پیدا ہوا تو اپنے دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگائے زمین پر آیا اور آسمان کی جانب سر اٹھائے ہوئے تھا،

حلیمہ نے خاص اپنے شوہر کو خبر دی، وہ خوش ہو گئے، آخر گدھی پر (سوار ہوکے) واپس چلے جو تیز رفتار ہوگئی تھی اور اونٹنی کا تھن

دودھ سے بھر گیا تھا، شام وسحر دونوں وقت اسے دو بتے تھے، جاتے جاتے حلیمہ اپنے ساتھ والیوں سے جا ملیں، انھوں نے دیکھا تو پوچھا، مَن اَخذتِ (کس کو لیا؟)

جواب میں واقعے کی اطلاع دی تو کہنے لگیں، واللّٰہ انا لنرجو ان یکون مبارکاً (خدا کی قسم، ہم امید کرتے ہیں کہ یہ بچہ مبارک ہوگا)

حلیمہ نے کہا:

ہم نے تو اس کی برکت دیکھ لی، میری چھاتیوں میں اتنا دودھ بھی نہ تھا کہ اپنے بیٹے عبداللہ کو سیر کر سکتی، بھوک کے مارے وہ ہمیں سونے نہیں دیتا تھا، اب کیفیت یہ ہے کہ وہ اور اس کا بھائی (آنحضرت علیہ السلام) دونوں جتنا چاہتے ہیں دودھ پیتے ہیں، پی کے آسودہ ہو جاتے ہیں اور سو رہتے ہیں، اگر ان کے ساتھ تیسرا بچہ ہو تو وہ بھی سیر ہو جائے، اس کی ماں نے مجھے حکم دیا کہ (کسی کاہن سے) اس کے متعلق دریافت کروں،

عرّاف ہذیل

اپنے دیار میں پہنچ کے حلیمہ رہنے سہنے لگیں، تاآنکہ عکاظ کا بازار لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیے ہوئے 98
قبیلۂ ہُذیل کے ایک عرّاف (قسمت شناس، کاہن) کے پاس چلیں جسے لوگ اپنے بچے دکھاتے تھے، عرّاف نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو چلّایا:

یامعشر ھذیل یامعشر العرب (ہذیل کے لوگو دوڑو، عرب کے لوگو دوڑو)

میلے والے اس کے پاس جمع ہو گئے تو اس نے کہا: اقتلوا ھذا الصبی (اس بچے کو مار ڈالو)

اتنے میں آنحضرت کو لے کے حلیمہ چل دیں،
لوگ پوچھنے لگے:
کون سا بچہ؟
وہ کہتا:
یہی۔
لیکن کوئی بھی کچھ نہیں دیکھ سکتا تھا، اس لیے کہ آنحضرت کو تو وہ لے جا چکی تھیں۔ عراف[1] سے کہتے: وہ کیا بات ہے؟ آخر اس نے کہا:
رأیت غلاماً والھتہ لیقتلن اھل دینکم ولیکسرن الھتکم ولیظھرن امرہ علیکم (میں نے ایک لڑکا دیکھا، اس کے معبودوں کی قسم ہے وہ تمہارے دین والوں کو قتل کر ڈالے گا، تمہارے دیوتاؤں کو توڑ پھوڑ ڈالے گا، اور اس کا حکم تم سب پر غالب آئے گا)
سوق عکاظ میں جستجو ہونے لگی، مگر کہاں ملے کیوں کہ حلیمہ آپ کو لے کے اپنے گھر واپس جا چکی تھیں، اس واقعے کے بعد آنحضرت کو حلیمہ نہ کبھی کسی عراف کے روبرو پیش کرتیں اور نہ کسی کو دکھاتی تھیں۔

آسمانی تعلق

علی بن عبداللہ بن مالک کہتے ہیں:

---

[1] عراف: علم العرافہ کا ماہر، عرب جاہلیت میں اس علم کا رواج تھا، مشکل سے مشکل پیچیدگیوں میں عراف سے رجوع کرتے، خصومات میں، قضایا میں، امراض میں، رویا و خواب میں، غرض کہ اپنے نزدیک جس بات کو اہم سمجھتے سب میں عراف کی رائے لیتے اور اسے اشارۂ غیبی سمجھتے، گویا اس فن کو علم و فلسفہ و قضا و طب و دین و مذہب سب سے تعلق تھا اور اس کا ماہر ان سب کے متعلق پیش گوئی کر سکتا تھا۔

قبیلۂ ہُذیل کا یہ بوڑھا (عرّاف) چلایا کہ یالھذیل والھتہ (ہذیل اور اس کے دیوتاؤں کے بچے) انّ ھٰذا لینتظر امرا من السماء (یہ بچہ آسمان سے کسی حکم کا انتظار کر رہا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لوگوں کو بھڑکاتا رہا اس حالت میں کچھ ہی روز گزرے تھے کہ دیوانہ ہو گیا[1] عقل جاتی رہی حتی کہ کافر ہی مرا۔

ابن عباس کہتے ہیں:

حلیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلیں، یہ وہ وقت تھا کہ دوپہر کی دھوپ سے چارپائے سستانے لگے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ہمشیر (یعنی دودھ شریک بہن، دختر حلیمہ) کے ساتھ پایا تو کہنے لگیں فی ھٰذا الحر (ہائیں، اس گرمی میں!؟)

آنحضرتؐ کی ہمشیر بولیں:

یَا اُمّہ (اے میری ماں) میرے بھائی کو گرمی لگی ہی نہیں، میں نے دیکھا کہ ایک ابر اُن پر سایہ کیے ہوئے ہے جب ٹھہرتے ہیں وہ بھی ٹھہر جاتا ہے اور جب چلتے ہیں وہ بھی ساتھ چلتا ہے، تاآنکہ آپ اس جگہ پہنچے۔

ابو معشر نجیح[2] کہتے ہیں:

---

[1] دیوانہ ہوگیا: اصل میں ہے "دلہ" اہل عرب زوال عقل و خود فراموشی کو "دلہ" کہتے ہیں جو لازمۂ دیوانگی ہے۔

[2] ابو معشر نجیح السندی: علم حدیث کے ایک مشہور راوی، فن تاریخ کے نہایت ممتاز ماہر، اور سیرۃ نبوی کے ایک نامور مصنّف گزرے ہیں اور صدر اوّل کے اساتذۂ اخبار و سیر و مغازی میں شمار کیے جاتے ہیں، ان کا خاندان سندھ سے نکل کر عرب پہنچا تھا اور وہاں پہنچ کے مدنیت عرب کا رکن رکین بنا تھا، ہندوستان کو یہ فخر حاصل ہے کہ آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا ممتاز ترین سیرۃ نویس اسی ملک کا تھا۔

کعبے کے سایے میں عبدالمطلب کے لئے ایک بچھونا بچھا دیا جاتا تھا جس کے ارد گرد اُن کے بیٹے بیٹھ کر عبدالمطلب کا انتظار کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بالکل ہی کمسن[۱] تھے، دودھ چھوٹ چکا تھا، کچھ کھانے لگے تھے اور جسم میں گوشت بھر چلا تھا، آتے اور آپ کے بچھونے پر چڑھ جاتے اور بیٹھ رہتے، چچا کہتے،

مَهْلاً يا مُحَمَّدُ عن فِراشِ أبيكَ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اپنے باپ کے بچھونے سے ہٹ کے بیٹھو)

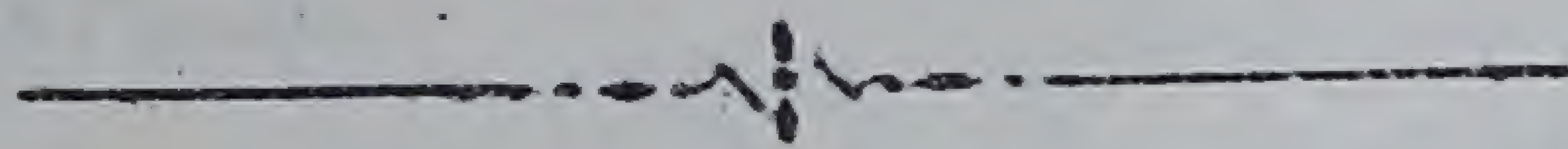
عبدالمطلب جب یہ دیکھتے تو کہتے "میرے بیٹے سے بڑی حکومت و مملکت آنی ہے" یا یہ کہتے "وہ اپنے جی میں حکومت کی باتیں کر رہا ہے"۔

عمرو بن سعید سے روایت ہے کہ ابو طالب نے بیان کیا:

مقام ذی المجاز میں تھا اور میرے ساتھ میرا بھتیجا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے، مجھے پیاس لگی تو آپ سے شکایت کی اور کہا، اے میرے بھتیجے، مجھے پیاس لگی ہے، میں نے یہ اُس وقت کہا جب کہ میں دیکھ رہا تھا کہ خود اُن پر بھی کچھ تشنگی غالب ہے، البتہ انھیں بے قراری و اضطراب نہیں ہے۔

آنحضرتؐ نے یہ سُن کے پاؤں موڑ لیے اور اتر کے فرمایا:

اے میرے چچا، کیا پیاس لگی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپ نے زمین پر ایڑی دبائی، یکایک دیکھتے ہیں تو پانی موجود ہے، فرمایا: اے میرے چچا، پیو۔ ابو طالب کہتے ہیں کہ میں نے پانی پیا۔



۱۔ کمسن: اصل میں ہے "غلامٌ جَفْرٌ" جو ایسے چھوٹے بچے کو کہتے ہیں کہ اُس کی ہڈیوں پر گوشت چڑھنے لگا ہو، جسم بھرنے لگا ہو، اور دودھ چھوڑ کے کچھ کھانے پینے کی عادت پڑی ہو۔

۹۹

آثارِ پیغمبری

عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں:
ابوطالب نے شام کا سفر کرنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اے میرے چچا، تو مجھے یہاں کس کے پاس چھوڑے جاتا ہے،
میرے تو کوئی ماں بھی نہیں جو کفالت کرے اور نہ کوئی دوسرا ہے
جو پناہ دے سکے، ابوطالب کو رقت آئی، آنحضرت علیہ السلام
کو اپنے پیچھے بٹھا لیا اور لے کے چلے، اثنائے سفر میں ایک دَیر کے
راہب کے ہاں فروکش ہوئے جس نے پوچھا:
یہ لڑکا تیرا کون ہے؟
ابوطالب نے کہا: میرا بیٹا،
راہب نے کہا: وہ تیرا بیٹا نہیں ہے اور نہ اُس کا باپ زندہ
ہو سکتا ہے۔
ابوطالب نے پوچھا: یہ کیوں؟
اُس نے جواب دیا: یہ اس لیے کہ اس کا منھ پیغمبر کا منھ ہے،
اس کی آنکھ پیغمبر کی آنکھ ہے،
ابوطالب نے دریافت کیا: پیغمبر کیا چیز ہے؟
راہب نے کہا: پیغمبر وہ ہے کہ آسمان سے اس کے پاس وحی
آتی ہے اور وہ زمین والوں کو اس کی خبر دیتا ہے،
ابوطالب نے کہا: تو جو کہتا ہے اللہ اُس سے کہیں برتر ہے،
راہب نے کہا: یہودیوں سے اس کو بچائے رکھنا،
وہاں سے چلے تو پھر ایک دوسرے دَیر کے راہب کے ہاں

فروکش ہوئے، اس نے بھی پوچھا: یہ لڑکا تیرا کون ہے؟
ابوطالب نے کہا: یہ میرا بیٹا ہے،
راہب نے کہا: یہ تیرا بیٹا نہیں ہے، اس کا باپ زندہ ہو ہی نہیں سکتا،
ابوطالب نے کہا: یہ کس لیے؟
راہب نے کہا: یہ اس لیے کہ اس کا منہ پیغمبر کا منہ ہے، اس کی آنکھ پیغمبر کی آنکھ ہے،
ابوطالب نے کہا: سبحان اللہ، تو جو کہہ رہا ہے اللہ اس سے کہیں برتر ہے،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب کہنے لگے:
اے میرے بھتیجے کیا تو نہیں سنتا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟
آنحضرتؐ نے فرمایا: اے میرے چچا، اللہ کی کسی قدرت کا انکار نہ کر۔

نبوت کی نشانیاں عہد طفلی میں

محمدؐ بن صالح بن دینار، عبداللہ بن جعفر الزہری، اور داؤد بن الحصین کہتے ہیں:
ابوطالب جب تک شام کو چلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ تھے، یہ پہلی مرتبہ کا واقعہ ہے، آنحضرت سلام اللہ علیہ اس وقت بارہ برس کے تھے، شام کے شہر بُصریٰ میں جب اُترے تو وہاں ایک راہب تھا جسے بُحیرا کہتے تھے، وہ اپنے ایک صومعہ (عبادت خانے) میں رہتا تھا جس میں علمائے نصاریٰ رہا کرتے اور موروثی طور پر رہتے آئے تھے، یہاں ایک کتاب کا درس بھی دیتے تھے۔

قافلے والے بحیرا کے پاس اترے، بحیرا کی یہ حالت تھی کہ اکثر قافلے گزرا کرتے مگر وہ اُن سے ہم کلام بھی نہ ہوتا، اس سال نوبت آئی تو حسب معمول اُس کے صومعے کے قریب ہی اُترے کہ پہلے بھی جب اِدھر سے گزرتے یہیں اترا کرتے تھے، بحیرا نے (اب کی مرتبہ) اُن کے لیے کھانا پکوایا اور سب کو دعوت دی، دعوت دینے کا سبب یہ ہوا کہ قافلہ پہنچا تو بحیرا نے دیکھا کہ ایک بادل ہے جو تمام لوگوں کو چھوڑ کر اکیلے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سایہ کئے ہے، لوگ درخت کے نیچے اُترے تو بحیرا نے دیکھا کہ وہی بادل درخت پر سایہ کئے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے سایے میں آئے تو شاخیں سرسبز ہو گئیں،

بحیرا نے یہ کیفیت دیکھی تو کھانا منگوایا اور پیغام بھیجا:

اے جماعت قریش میں نے تم لوگوں کے لیے کھانا تیار کرایا ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم سب اس میں شریک ہو، چھوٹے، بڑے آزاد، غلام، کوئی بھی رہ نہ جائے، اس سے میری عزت ہوگی۔

ایک شخص نے کہا: بحیرا! تیری یہ خاص بات ہے، تو ہمارے لیے ایسا تو نہیں کیا کرتا تھا، آج کیا ہے؟

بحیرا نے کہا: میں تمھاری بزرگداشت کرنا چاہتا ہوں، اور تم اس کے مستحق ہو،

۱۰۰ سب لوگ آئے مگر کمسنی کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہ گئے کیونکہ سب میں آپ ہی چھوٹے تھے،

قافلے کا سامان درخت کے نیچے تھا، آپ بھی وہیں بیٹھے رہے

بحیرا نے ان لوگوں کو دیکھا تو جس کیفیت کو وہ جانتا پہچانتا تھا کسی میں نہ پائی اور کہیں نظر نہ آئی، وہ بادل سر پر دکھائی نہ دیا، بلکہ دیکھا تو وہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر رہ گیا ہے، بحیرا نے یہ دیکھ کر کہا:

تم میں سے کوئی ایسا نہ ہو کہ میرے ہاں کھانا کھانے سے رہ جائے، لوگوں نے کہا: بجز ایک لڑکے کے کہ سب میں کم سن وہی ہے اور اسباب کے پاس ہے، دوسرا کوئی باقی نہیں رہا،

بحیرا نے کہا: اُسے بھی بلاؤ کہ میرے کھانے میں شریک ہو، یہ کتنی بُری بات ہے کہ تم سب تو آؤ اور ایک شخص رہ جائے، باوصف اس کے کہ میں دیکھتا ہوں وہ بھی تمھیں لوگوں میں سے ہے،

لوگوں نے کہا: خدا کی قسم، وہ ہم سب میں شریف النسب ہے، وہ اس شخص۔یعنی ابوطالب۔کا بھتیجا اور عبدالمطلب کی اولاد میں ہے،

حارث بن عبدالمطلب بن عبدمناف نے کہا: خدا کی قسم، ہمارے لیے یہ قابل ملامت امر تھا کہ عبدالمطلب کا لڑکا ہم میں نہ ہو اور پیچھے رہ جائے،

حارث یہ کہہ کے اُٹھے، آنحضرت علیہ السلام کو آغوش میں لیا، اور لا کے کھانے پر بٹھا دیا، ابر اس وقت بھی آپ کے سر پر ہیأت افروز حسن و جمال تھا، بحیرا سخت نظر تامل سے آپ کو دیکھنے لگا، جسم کی چیزیں دیکھنی شروع کیں جن کی علامتیں آنحضرتؐ کے اوصاف کی نسبت (اس کے پاس لکھی ہوئی) موجود تھیں۔

بتوں کا واسطہ اور خدا کا سہارا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکے اس راہب نے کہا: اے لڑکے تجھے لات وعزیٰ کا واسطہ دلاتا ہوں کہ جو کچھ تجھ سے پوچھوں اس کا جواب دے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لات وعزیٰ کا واسطہ دلا کے مجھ سے نہ پوچھ، کہ خدا کی قسم جتنا میں ان دونوں سے بغض رکھتا ہوں

اس قدر کسی چیز سے متنفر نہیں،

راہب نے عرض کی: میں تجھے اللہ کا واسطہ دلاتا ہوں، کہ جو کچھ میں تجھ سے پوچھوں اس کا جواب دے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تیرے جی میں آیا ہے پوچھ لے،

راہب نے آنحضرتؐ کے حالات کی نسبت سوالات شروع کئے حتیٰ کہ آپ کے سونے کی کیفیت بھی دریافت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے جاتے تھے، جو خود اس کے معلومات کے مطابق اترتا رہا تھا، راہب نے پھر آنحضرتؐ کی آنکھوں کے درمیان نظر کی، پھر آپ کی پیٹھ کھول کے مہرِ نبوّت دیکھی اور دونوں مونڈھوں کے درمیان اُسی طرح نمایاں تھی جس طرح صفت و کیفیت راہب کے پاس (مرقوم) تھی، یہ سب دیکھ کے مہرِ نبوّت جہاں تھی اُس کو چوم لیا،

قریش کی جماعت میں چرچے ہوئے کہ اس راہب کے نزدیک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاص قدر و عزّت ہے،

یہودیوں سے احتیاط

راہب کا یہ برتاؤ دیکھ دیکھ کے ابوطالب اپنے بھتیجے (آنحضرت علیہ الصلواۃ والسلام) کی نسبت خوف کھا رہے تھے، ابوطالب سے اُس نے پوچھا:

یہ لڑکا تیرا کون ہے؟

ابوطالب نے کہا: میرا بیٹا،

راہب نے کہا: وہ تیرا بیٹا نہیں ہے، اور نہ یہ امر اس لڑکے کے شایانِ شان ہو سکتا ہے کہ اُس کا باپ زندہ ہو،

ابو طالب نے کہا: تو میرا بھتیجا ہے،
راہب نے کہا: اس کا باپ کیا ہوا؟
ابو طالب نے جواب دیا: وہ اپنی ماں کے شکم ہی میں تھا کہ باپ مر گیا،

راہب نے پھر پوچھا: اس کی ماں کیا ہوئی؟
ابو طالب بولے: تھوڑا ہی زمانہ گزرا کہ انتقال کر گئی،
راہب نے کہا: تو نے سچ کہا، اپنے بھتیجے کو لے کے اس کے شہر و دیار میں واپس پہنچا دے، یہودیوں سے بچائے رکھنا، کہ خدا کی قسم اگر اسے دیکھ لیا اور جو کچھ میں اس کی نسبت جانتا ہوں وہ بھی جان گئے تو اسے اذیت پہنچانا چاہیں گے، تیرے اس بھتیجے کی بڑی شان ہونے والی ہے جو ہماری کتابوں میں (لکھی ہوئی) موجود ہے اور ہم اپنے آباد اجداد سے اس کی روایت کرتے چلے آئے ہیں، یہ بھی جان لے کہ میں نے تیری خیر خواہی کی ہے اور نصیحت کا فرض ادا کیا ہے،
اہل قافلہ جب تجارت سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کے ابو طالب فوراً چل دیے۔
کچھ یہودیوں نے آنحضرتؐ کو دیکھ لیا تھا اور آپ کے اوصاف بھی جان لیے تھے، ان لوگوں نے دھوکا دے کے یکایک ہلاک کرنا چاہا، بحیرا کے پاس جا کے اس امر میں مذاکرہ کیا تو اس نے سخت ممانعت کی۔
اور پوچھا:
101 اتجدون صفته (تم لوگ نبی موعود کی صفت اس لڑکے میں پاتے ہو؟)
یہودیوں نے کہا: ہاں،
بحیرا نے کہا: فما لکم الیه سبیل (جب یہ بات ہے تو اس کی اذیت رسانی کی سبیل ہی ممکن نہیں)
یہودیوں نے یہ بات مان لی اور باز آئے،

ابو طالب نے آنحضرتؐ کی معیت میں مراجعت کی تو از راہ شفقت پھر کبھی آپ کو لے کے سفر کو نہ نکلے۔

سعید بن عبدالرحمن بن اُبزیٰ سے روایت ہے کہ ابو طالب سے اُس راہب نے کہا:

یہاں کے علاقے میں اپنے بھتیجے کو لے کے نہ نکلنا، اس لیے کہ یہودی عداوت پیشہ ہیں اور یہ اس اُمّت کا پیغمبر ہے، وہ عرب ہے، یہودی حسد کریں گے، وہ چاہتے ہیں کہ نبی موعود بنی اسرائیل کی قوم کا ہو، لہٰذا اپنے بھتیجے کو بچائے رکھنا۔

آنحضرتؐ کی برکت

نفیسہؓ بنت مُنیہ، کہ یَعلیٰ بن مُنیہ کی بہن تھیں، کہتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پچیس برس کے ہوئے تو مکے میں اُس وقت تک آپ "امین" ہی کے نام سے موسوم تھے، اور یہ نام اس لئے مشہور تھا کہ نیک خصلتیں آپ کی ذات میں حدِ کمال کو پہنچی ہوئی تھیں، آپ اسی عمر میں تھے کہ ابو طالب نے گزارش کی:

اے میرے بھتیجے، میں ایک ایسا شخص ہوں کہ میرے پاس مال و زر نہیں، زمانہ ہم پر شدت و سخت گیری کر رہا ہے، پے در پے کئی جھگڑے سمے گزرتے چلے آئے ہیں، اور حالت یہ ہے کہ نہ ہمارے پاس مایہ و بضاعت ہے نہ سامانِ تجارت ہے، یہ تیری قوم کا قافلہ ہے کہ ملک شام میں اُس کے سفر کا وقت آگیا ہے، خدیجہ بنت خویلد تیری قوم کے لوگوں کو اپنے اسباب کے ساتھ بھیجتی ہے، اگر تو بھی اپنے آپ کو پیش کرے (تو بہتر ہے)

خدیجہؓ کو یہ خبر ملی تو آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کو پیغام بھیجا اور جو اُجرت دوسروں کو دیتی تھیں آپ کے لیے اُس کا دُونا معاوضہ قرار دیا،

آنحضرتؐ اس قرار داد کے مطابق خدیجہؓ کے غلام میسرہ کے ساتھ چلے، تاآنکہ شام کے شہر بُصریٰ میں پہنچے اور یہاں کے بازار میں ایک درخت کے نیچے فروکش ہوئے، ایک راہب جس کا نام نسطور تھا، یہ مقام اس کی عبادت کے قریب ہی واقع تھا، میسرہ کو یہ راہب پہلے سے جانتا تھا، اس کے پاس آکے پوچھا۔

اے میسرہ، اس درخت کے نیچے کون اترا ہے؟

میسرہ نے کہا: ایک قریشی جو حرم کعبہ والوں میں ہے،

راہب نے کہا: اس درخت کے نیچے بجز پیغمبر کے اور کوئی دوسرا ہرگز نہیں اترا، یہ کہہ کے میسرہ سے دریافت کیا:

کیا اس کی دونوں آنکھوں میں سرخی ہے؟

میسرہ نے جواب دیا:

ہاں، اور یہ سرخی کبھی اس سے جدا نہیں ہوتی،

راہب نے کہا:

وہی، وہی، آخری پیغمبر، اے کاش، میں وہ زمانہ پاتا جب اس کے اخراج کا وقت آتا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو مال لے کے چلے تھے بُصریٰ کے بازار میں اس کو بیچ ڈالا اور دوسرا سامان مول لیا، ایک شخص کے ساتھ کسی چیز میں اختلاف ہوا، اس نے کہا،

لات وعزّیٰ کی حلف اٹھاؤ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں نے کبھی ان دونوں کی قسم نہیں کھائی، میں تو پاس سے گزرتا ہوں تو اُن کی جانب سے منہ پھیر لیتا ہوں۔

اُس شخص نے تصدیق کی کہ بات وہی ہے جو تو نے کہی، میسرہ سے راہب نے تنہائی میں کہا:

خدا کی قسم یہ پیغمبر ہے، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے

اُسی کی قسم کہ یہ وہی ہے جس کی صفت ہمارے علما اپنی کتابوں میں پاتے ہیں، میسرہ نے یہ بات ذہن نشین کرلی، اور آخر کار تمام قافلے والے واپس چلے،

میسرہ کی نگاہ (اثنائے سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ وسلم پر تھی، جب دوپہر ہوتی اور گرمی پڑھتی تو وہ دیکھتا کہ آنحضرتؐ تو اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتے دھوپ سے آپ پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔

راویوں کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میسرہ کے دل میں آنحضرتؐ کی ایسی محبت ڈال دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ گویا غلام بن گیا، واپسی میں جب بمقام مرّ الظہران پہنچے تو آنحضرتؐ سے عرض کی:

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ خدیجہ کے پاس جائیے اور مجھ سے پہلے پہنچ جائیے، آپ کے باعث مال میں اللہ تعالیٰ نے خدیجہ کو جو نفع پہنچایا ہے اُس سے مطلع فرمائیے، آپ کے لیے وہ اس کا خیال رکھیں گی،

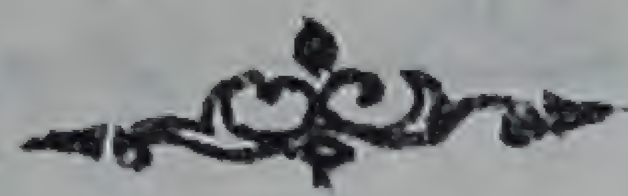
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے، تا آنکہ ظہر کے وقت مکے پہنچے، خدیجہ اپنے ایک بالاخانے میں چند عورتوں کے ساتھ بیٹھی تھیں جن میں ایک نفیسہ بنت منیہ بھی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے دیکھا کہ آپ اپنے اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتے سایہ کررہے ہیں، اُن عورتوں کو یہ کیفیت دکھائی تو سب متعجب ہوئیں، خدیجہ کے پاس آنحضرتؐ تشریف لائے اور مال میں جو نفع ہوا تھا اُس کا حال بیان کیا خدیجہ اس سے خوش ہوئیں، میسرہ کے آنے پر اپنا مشاہدہ اس سے بیان کیا تو میسرہ نے کہا:

جب سے کہ ملک شام سے ہم واپس چلے ہیں یہ اسی وقت سے میں دیکھتا آیا،

میسرہ نے نسطور راہب کی بات بھی خدیجہ کو سنادی اور اُس شخص کی گفتگو بھی بتادی جس نے بیع کے معاملے میں آنحضرتؐ کی مخالفت کی تھی،

پہلے جتنا فائدہ ہوتا اس مرتبہ خدیجہ نے اُس سے دُونا فائدہ اٹھایا، آنحضرتؐ کے لیے جو معاوضہ نامزد کیا تھا خدیجہ نے اس کی مقدار بھی دونی کر دی،

بعض آثارِ نبوّت



ابن عباس کہتے ہیں:

من جملۂ آثارِ نبوّت پہلے پہل جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مشاہدہ فرمائی وہ یہ تھی کہ آپ ہنوز لڑکے ہی تھے، کہ حکم ہوا اِستتر (ستر عورت کر، جن اعضا کو ڈھانک چھپا کے رکھنا چاہیئے انھیں کھلا نہ رہنے دے) اسی دن سے پھر آپ کے اعضائے نہفتنی نظر نہ آئے۔

عائشہؓ کہتی ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم (کے جسم) میں اسے نہ دیکھا۔

بَرّہ بنت ابی تجراب کہتی ہیں:

اللہ تعالےٰ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام اور نبوّت کی ابتدا منظور ہوئی تو یہ کیفیت پیش آنے لگی کہ آنحضرت سلام اللہ علیہ جب قضائے حاجت کے لیے نکلتے تو اتنی دور نکل جاتے کہ کوئی گھر نظر نہ آتا، غاروں اور دروں اور وادیوں میں چلے جاتے، مگر وہاں جس پتھر اور جس درخت کے پاس سے گزرتے وہ کہتا، اَلسّلام علیک یا رسول اللہ (اے خدا کے پیمبر آپ سلامت رہیں) داہنے بائیں اور پیچھے پھر کے دیکھتے تو کوئی نظر نہ آتا۔

ربیعؒ یعنی ابن خثیمؒ، کہتے ہیں:

عہدِ جاہلیت میں، اسلام سے پیشتر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم

کو حَکَم بنایا جاتا تھا، مقدمات پیش ہوتے تھے اور آپ سے فیصلہ کرایا جاتا تھا، اسلام میں تو پھر آپ کی یہ خصوصیت ہو ہی گئی۔
ربیع نے ایک بات کہی ہے، اور وہ کونسی بات ہے؟ وہ بات یہ ہے کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، آپ کو امین بنا دیا تھا، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا امین آنحضرت علیہ السلام کو ٹھیرایا تھا۔

۱۰۳ مجاہد سے روایت ہے کہ قبیلۂ بنی غفار کے لوگوں نے ایک گوسالے کی قربانی کرنی چاہی کہ اُسے ذبح کرکے بعض دیوتاؤں پر چڑھائیں، گوسالے کو (قربانی کرنے کے لئے) جب باندھا تو وہ چلّایا، یاآلِ ذَرِیحٍ[1] امرٌ نجیح، صائحٌ یصیح، بلسانٍ فصیح، یشهدان لا الٰہ الا اللّٰہ (جماعت کی دُہائی ایک معاملہ کامیاب ہو چکا ہے، ایک چلّانے والا، بزبانِ فصیح کہہ رہا ہے اس بات کی شہادت دیتے ہوئے چلا رہا ہے کہ بجز اللہ کے اور کوئی دوسرا معبود نہیں) لوگوں نے دیکھا اور کچھ روز کے بعد اس تاریخ کا حساب لگایا تو معلوم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے تھے۔

عید بُوانہ

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے اُمّ ایمنؓ نے بیان کیا کہ بوانہ ایک بُت تھا جس کے حضور میں قریش حاضر ہو کے اس کی تعظیم کرتے تھے قربانی کرتے تھے، وہیں اپنے سر منڈاتے تھے، ایک رات دن اسی کے پاس معتکف رہتے تھے، اور یہ تمام رسمیں سال میں ایک دن ہوا کرتی تھیں،

---

[1] ذریح: بوزن "امیر" بمعنی جماعت۔

ابو طالب اپنے لوگوں کے ساتھ اس تقریب میں شریک ہوتے
رہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے کہ لوگوں کی معیت میں آپ بھی اس تہوار میں شرکت فرمائیں
مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکار ہی کرتے، حتیٰ کہ میں نے دیکھا ابو طالب آپ سے
ناخوش ہو گئے اور آپ کی پھوپیاں سخت غضبناک ہو کے کہنے لگیں:
تو جو ہمارے دیوتاؤں سے پرہیز و اجتناب کر رہا ہے تو اس
کرتوت سے ہمیں خود نتیجہ پر خوف ہے۔
یہ بھی کہنے لگیں:
اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ارادہ ہے کہ تم اپنی قوم کے کسی
میلے میں نہ شریک ہوتے اور نہ اُن کی جمعیت بڑھاتے؟

میلے میں شریک ہونے کا نتیجہ

اُم ایمن کہتی ہیں کہ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
درپے رہے، ناچار آپ کو جانا پڑا، گئے تو جب تک خدا نے چاہا اُن کی
نظروں سے غائب رہے، واپس آئے تو مرعوب و دہشت زدہ تھے،
پھوپھیوں نے پوچھا:
مادھاك (تجھے کیا ہو گیا ہے؟)
انی اخشی ان یکون بی لمم (میں ڈرتا ہوں کہ مجھے جنون نہ ہو)
اُن سب نے کہا: ماکان اللہ لیبتلیك بالشیطان وفیك
من خصال الخیر مافیك (تجھ میں جو جو نیک خصلتیں ہیں ان کے ہوتے
ہوئے اللہ تعالیٰ شیطان کے ابتلا میں تجھے نہ پھنسائے گا) فما الذی
رأیت (آخر تو نے کیا دیکھا؟)
فرمایا: انی کلما دنوت من صنم منھا تمثل لی رجل
ابیض طویل یصیح بی "وراءك یا محمد لا تمسہ" (ان بتوں میں

سے جس بت کے پاس میں جاتا تھا ایک سفید رنگ بلند بالا آدمی دکھائی دیتا جو للکارتا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیچھے ہٹ جا، اسے نہ چھو)

اُمّ ایمن کہتی ہیں کہ اس واقعے کے بعد قریش کے کسی میلے میں آنحضرتؐ نے شرکت نہ کی، حتّٰی کہ نبوّت سے فائز ہوئے۔

بادشاہ تُبّع مدینے میں

اُبَیؓ بن کعب کہتے ہیں: تُبّع (بادشاہ یمن) جب مدینے میں آیا اور ایک نالی کے کنارے فروکش ہوا تو علمائے یہود کو بلا کے کہا:

میں اس شہر کو ویران کیا چاہتا ہوں، تاکہ یہودیوں کا مذہب یہاں استقامت نہ پاسکے، عربوں ہی کا مذہب مرجع قرار پائے،

سامول یہودی نے کہ سب سے بڑا عالم تھا، اس کو جواب دیا:

آنحضرتؐ کی نسبت ایک یہودی پیشوا کی پیشگوئی

اے بادشاہ، یہ وہ شہر ہے کہ اولاد اسماعیل (علیہ السلام) کے ایک پیغمبر کا یہ مقام ہجرت ہوگا، اس کی ولادت گاہ مکّہ، نام احمد، اور یہ (شہر مدینہ) اس کا دارالہجرۃ ہوگا، اسی جگہ جہاں تو (اس وقت ٹھہرا) ہے بہتیرے مقتول و مجروح ہوں گے، اس کے اصحاب بھی اور اُس کے دشمن بھی،

تُبّع نے پوچھا:

تمھارے گمان کے مطابق وہ تو پیغمبر ہوگا، پھر اُن دونوں اُس سے لڑے گا کون؟

ساموول نے کہا:

اسی کی قوم اُس پر چڑھائی کرے گی اور یہیں آپس میں لڑیں گے۔

تبع نے کہا:

اُس کی قبر کہاں ہو گی؟

ساموول نے کہا: اسی شہر میں۔

تبع نے دریافت کیا:

جب اس کے ساتھ لڑیں گے تو شکست کس کو ہو گی؟

ساموول نے کہا:

کبھی اُسے اور کبھی انھیں، جس جگہ اِس وقت تو ہے یہیں اس کو ہزیمت ہوگی، اور یہاں اُس کے اتنے اصحاب کام آئیں گے جتنے کسی دوسری جگہ قتل نہ ہوئے ہوں گے، مگر انجام کار اُسی کو فتح ہوگی، وہی غالب آئے گا اور ایسا غالب کہ اس امر (نبوّت) میں کوئی اس کا منازع (یعنی طرف مقابل) نہ رہ جائے گا۔ ۱۰۴

تبع نے پھر پوچھا: اور اس کا حلیہ کیا ہوگا؟

ساموول نے کہا:

وہ نہ پست قامت ہوگا نہ دراز قد، دونوں آنکھوں میں سُرخی ہوگی، اونٹ پر سوار رہا کرے گا، شملہ[1] پہنے گا، گردن پر تلوار رہے گی، جو اس کے مقابل آئے گا خواہ بھائی ہو یا بھتیجا یا چچا، کسی کی پروا نہ کرے گا، تا آنکہ غالب آئے۔

[1] شملہ: بالکسر ہیأۃ اشتمال، کپڑے کو اس طرح پہننا کہ تمام بدن چھپا رہے عمامہ کا شملہ عربی زبان کا لفظ نہیں ہے۔

تُبَّع نے کہا:
اِس شہر پر قبضہ کرنے کی کوئی سبیل نہیں، میں نہیں چاہتا کہ یہ میرے ہاتھ پر ویران ہو،
ناچار تبّع یمن چلا گیا۔

کتمان ذکر جناب نبوی

عبدالحمید بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ زبیر بن باطا، جو یہودیوں میں سب سے بڑا عالم تھا، کہتا تھا کہ میں نے ایک کتاب پائی ہے جس کا ختم، میرا باپ مجھے سنایا کرتا تھا، اس کتاب میں "احمد" کا تذکرہ ہے کہ وہ ایک پیغمبر ہوں گے اور سرزمین قرظ[1] میں ظہور فرمائیں گے، ان کا حلیہ ایسا اور ایسا ہوگا، اپنے باپ کے مرنے پر زبیر نے لوگوں سے اس کا تذکرہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت مبعوث نہیں ہوئے تھے، کچھ ہی دن گزرے تھے کہ اس نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے میں ظہور فرمایا، وہ کتاب لی اور (وہ تشریح) مٹادی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان (جو اس کتاب میں مذکور تھی) چھپا ڈالی اور کہدیا اس میں نہیں ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

[1] قَرَظ: برگ درخت سَلَم، یا درخت سَنط کا پھل، یہ دونوں قسم کے درخت صحرائے عرب میں مشہور تھے، اہل عرب ان کے پتے اور پھل کی بڑی قدر کرتے تھے اور اسی کا نام قَرَظ تھا، قرظ کو نچوڑ کے ایک دوا بناتے تھے جسے "اقاقیا" کہتے تھے، ملک میں اس کی تجارت بھی تھی، سَعدُ القرظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اہل اصل نام فقط "سعد" تھا، اسی تجارت کے باعث "سعد القرظ" مشہور ہوئے، خود ملک عرب کو بھی اس زمانے میں اسی وجہ سے "سرزمین قرظ" کہتے تھے

مبعوث ہونے سے قبل ہی قریظہ نضیر وخیبر وفدک کے یہودیوں کے ہاں آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کے صفات وشمائل اور حلیہ موجود تھا، یہ بھی جانتے تھے کہ آپ کا دار الہجرۃ مدینہ ہوگا۔ آنحضرت صلواۃ اللہ علیہ جب پیدا ہوئے تو علمائے یہود نے کہا کہ آج شب کو احمد صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہو گئے یہ ستارہ نکل آیا۔ جب آپ نبی ہوئے تو انھیں لوگوں نے کہا: احمد (صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہو گئے" وہی ستارہ طلوع ہو گیا جو کسی نبی کی نبوت کے وقت طلوع ہوا کرتا ہے۔ وہ لوگ اس کو پہچانتے تھے۔ آپ کا ذکر پڑھا کرتے تھے اور آپکی صفت بیان کیا کرتے تھے۔ مگر حسد وسرکشی کی وجہ سے انکار کر بیٹھے۔

نملہ بن ابی نملہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ یہود بنی قریظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اپنی کتابوں میں پڑھا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو آپ کی صفت، اور نام اور ہمارے پاس ہجرت کر کے آنے کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہو گئے تو ان لوگوں نے حسد کیا اور بغاوت کی اور کہا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔

ابو سفیان مولائے ابن ابی احمد سے مروی ہے کہ ثعلبہ بن سعید واسید بن سعیہ واسد بن عبید کا (جو ان لوگوں کے چچا کے بیٹے تھے) اسلام محض ابو عمیر ابن الہیبان کی حدیث کی وجہ سے ہوا۔

ابن الہیبان یہودی جو یہود شام میں سے تھا۔ اسلام سے چند سال پہلے آیا۔

لوگوں نے کہا کہ ہم نے کسی شخص کو جو پانچ وقت کی نماز نہ پڑھتا ہو (یعنی مسلمان نہ ہو) اس سے بہتر نہیں دیکھا۔ اور جب ہم سے بارش روک لی جاتی تھی تو ہم اس کے محتاج ہوتے تھے۔ اس سے کہتے تھے کہ اے ابن الہیبان نکلو اور ہمارے لئے بارش کی دعا کرو۔ وہ کہتا تھا نہیں۔ تاوقتیکہ تم لوگ اپنے (نماز استسقاء کے لیے) نکلنے سے پہلے صدقہ نہ دو (میں دعا نہ کروں گا) ہم کہتے تھے کیا چیز پہلے کریں۔

105 وہ جواب دیتا کہ ایک صاع کھجور یا دو مد جو ہر شخص کے بدلے صدقہ دو
ہم یہی صدقہ کرتے تھے۔ پھر وہ ہمیں وادی کے وسط میں لیجاتا تھا۔
واللہ ہم لوگ (مقام دعا سے) نہ ہٹتے تھے تاوقتیکہ ابر نہ گذرتا تھا اور ہم پر بارش نہ کر دیتا تھا۔
اس نے بہت مرتبہ ہمارے ساتھ یہی کیا اور ہر مرتبہ ہمیں بارش
دی گئی۔ وہ ہمارے درمیان ہی تھا کہ اس کی وفات کا وقت آگیا۔
اس نے کہا کہ اے گروہ یہود تمہارے خیال میں مجھے کس چیز
نے شراب و خمیر (کی روٹی) کے ملک سے تکلیف اور بھوک کے ملک
کی طرف نکالا۔

لوگوں نے کہا کہ اے ابو عمیر تمہیں زیادہ جانتے ہو۔
اس نے جواب دیا، میں اس زمین میں محض اس لئے آیا کہ ایک نبی
کے خروج کا انتظار کروں۔ جن کا زمانہ تم پر آگیا ہے۔ یہی شہر ان کی ہجرت
گاہ ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ میں ان کو پاؤں گا۔ میں ان کی پیروی کرونگا
تم لوگ۔ اگر ان کو سننا تو ہرگز کوئی شخص تم پر ان کے پاس سبقت کرنے
پائے۔ کیونکہ وہ خونریزی بھی کریں گے اور بچوں اور عورتوں کو قید بھی کرینگے
یہ چیز ہرگز ہرگز تمہیں ان سے روکنے نہ پائے۔
وہ مر گیا۔ جب وہ رات آئی کہ اس کی صبح کو بنی قریظہ پر فتح
حاصل ہوئی تو ثعلبہ و اسید فرزندان سعید و اسد بن عبید نے جو نوجوان
تھے ان لوگوں سے کہا کہ اے گروہ یہود واللہ یہ تو وہی شخص ہیں
جن کا وصف ہم سے ابو عمیر ابن الہیبان نے بیان کیا تھا۔ لہٰذا اللہ سے
ڈرو اور ان کی پیروی کرو۔

انہوں نے کہا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔

ان نوجوانوں نے کہا واللہ بالضرور یہ وہی ہیں۔

یہ لوگ اتر آئے اور اسلام لائے ان کی قوم نے اسلام لانے سے
انکار کیا۔

محمد بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے روایت کی کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ایک ماہ قبل ہم لوگ صنم بوانہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اونٹوں کی قربانی کی تھی۔ اتفاق سے ایک بت کے پیٹ سے ایک شور کرنے والا شور کر رہا تھا کہ ایک عجیب بات سنو وحی کا چرانا بند ہو گیا۔ اور ہمیں شہاب (انگارے) مارے جاتے ہیں۔ ایک نبی کی وجہ سے جو مکے میں ہونگے اور ان کا نام احمد ہوگا اور ان کی ہجرت گاہ یثرب ہوگی۔

ہم لوگ رک گئے اور متعجب ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہو گئے۔

النضر بن سفیان الہذلی نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ اپنے ایک قافلے کے ہمراہ ملک شام روانہ ہوئے جب زرقاء و معان کے درمیان پہنچے تو ستانے کے لئے رات کو مقیم ہو گئے اتفاق سے ایک سوار کہہ رہا تھا کہ اے سونے والو بیدار ہو جاؤ کیونکہ یہ وقت سونے کا نہیں ہے۔ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ظاہر ہو گئے ہیں اور جن پورے طور پر کھدیڑ دیئے گئے ہیں۔

ہم لوگ پریشان ہو گئے۔ حالانکہ ہمارے رفیق بہت تھے جنھوں نے اس کو سنا۔ ہم اپنے اعزہ کے پاس آئے تو انھیں مکے میں اس اختلاف کا ذکر کرتے سنا جو قریش میں ایک نبی کے متعلق تھا جو نبی عبدالمطلب میں سے ظاہر ہوئے تھے اور نام احمد تھا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

عامر بن ربیعہ سے مروی ہے کہ: میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کہتے سنا کہ ہم اولاد اسماعیل کی شاخ نبی عبدالمطلب میں سے ایک نبی کے منتظر ہیں میں خیال نہیں کرتا کہ انھیں پاؤنگا، میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں (اے مخاطب) اگر تمھاری مدت دراز ہو اور تم انھیں دیکھو تو ان سے میرا اسلام کہہ دینا۔ اور میں تمھیں بتاؤنگا کہ ان کی صفت کیا ہے یہاں تک کہ وہ تم پر مخفی نہ رہیں گے میں نے کہا کہ بیان کرو:

انھوں نے کہا: وہ ایسے شخص ہوں گے جو نہ بلند قامت ہوں گے نہ پست قد۔ اور نہ بہت بال والے ہوں گے نہ کم بال والے۔ ان کی

آنکھوں سے سرخی کبھی جدا نہ ہوگی' دونوں شانوں کے درمیان (پشت پر) مہر ۱۰۶
نبوت ہوگی۔ نام احمد ہوگا۔

یہ شہر (مکہ) ان کا مقام ولادت و بعثت ہوگا۔ پھر اس (مکے) سے قوم انھیں نکالدے گی اور جو کچھ (تعلیمات الٰہی) وہ لائیں گے ناپسند کرے گی۔ یہاں تک کہ وہ یثرب کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کے امر کو غلبہ ہو جائے گا۔

بس خبردار رہنا کہ تمھیں ان سے بہکانہ دیا جائے' میں تمام شہروں میں دین ابراہیم کی طلب و تلاش میں گھوما ہوں' جس یہودی' نصرانی یا مجوسی سے دریافت کرتا تھا وہ کہتے تھے کہ یہ دین تمہارے بعد آئیگا اور آنحضرت کی صفات اسی طرح بیان کرتے تھے جس طرح میں نے تم سے بیان کی ہیں اور کہتے تھے کہ ان کے سوا اب کوئی نبی باقی نہیں۔

عامر بن ربیعہ نے کہا: جب میں اسلام لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زید بن عمرو کے قول کی خبر دی اور ان کی طرف سے آپ کو سلام کہدیا آپ نے سلام کا جواب دیا' ان کے لئے دعائے رحمت کی اور فرمایا کہ میں نے انھیں جنت میں ناز سے ٹہلتے دیکھا ہے۔

عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب سے مروی ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل نے کہا:

میں نے نصرانیت و یہودیت کی خوشبو لی مگر ان دونوں کو ناپسند کیا شام اور اس کے مضافات میں پھرا' یہاں تک کہ صومعہ میں ایک راہب کے پاس گیا اس سے اپنی قوم سے جدائی و بت پرستی و یہودیت و نصرانیت سے کراہیت بیان کی تو اس نے کہا:

میں خیال کرتا ہوں کہ تم دین ابراہیم چاہتے ہو۔ اے اہل مکہ کے برادر تم وہ دین تلاش کرتے ہو جس پر آج عمل نہیں کیا جاتا وہ تمھارے باپ ابراہیم کا دین ہے جو حنیف (موحد) تھے نہ یہودی تھے نہ نصرانی وہ اسی بیت اللہ کی طرف نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے تھے جو تمھارے شہر (مکہ) میں ہے۔ لہذا تم اپنے شہر میں چلے جاؤ کیونکہ تمھاری قوم میں سے

تمھارے ہی شہر میں، ایک نبی مبعوث ہوں گے جو دین حنیفۂ ابراہیم کو لائیں گے اور وہ خدا کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ بزرگ ہوں گے"

عائشہؓ سے مروی ہے:

مکے میں ایک یہودی رہتا تھا جو وہیں تجارت کرتا تھا۔ جب وہ شب ہوئی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو اس نے قریش کی ایک مجلس میں کہا۔

کیا آج کی شب تم لوگوں میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہمیں اس کا علم نہیں ہے۔

اس نے کہا۔

میں نے غلطی کی، واللہ جہاں میں ناپسند کرتا تھا، وہیں ولادت ہوئی) اے گروہ قریش دیکھو، جو میں تم سے کہتا ہوں اس کی جانچ کرو۔ آج کی شب تو اس امت کے نبی احمدؐ جو سب سے آخر میں پیدا ہوتے ہیں اگر میں تم سے غلطی کرتا ہوں تو وہ فلسطین میں (پیدا ہوئے) ہیں۔ ان کے دونوں شانوں کے درمیان ایک سیاہ و زرد مسّا ہے جس میں برابر برابر بال ہیں۔

ساری قوم اپنی اپنی نشستگاہ سے منتشر ہوگئی اور وہ لوگ اس کی بات سے تعجب کر رہے تھے۔

جب یہ لوگ اپنے اپنے مکان گئے تو انھوں نے اپنے اپنے متعلقین سے ذکر کیا، ان میں سے بعض سے کہا گیا کہ آج شب کو عبداللہ بن عبدالمطلب کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، اس کا نام انھوں نے محمدؐ رکھا ہے۔

اس روز کے بعد یہ سب لوگ ملے اور اس یہودی کے پاس گئے اس سے کہا کہ کیا تمھیں معلوم ہے کہ ہمارے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے اس نے کہا کہ میرے خبر دینے کے بعد ہوا ہے یا اس سے پہلے لوگوں نے کہا کہ اس سے پہلے اور اس کا نام احمد ہے اس نے کہا کہ ہمیں اس کے پاس لے چلو۔

یہ لوگ اس کے ہمراہ نکلے یہاں تک کہ بچے کی والدہ کے پاس گئے انھوں نے اس بچے کو ان

لوگوں کے پاس باہر بھیج دیا۔ اس یہودی نے وہ شانہ بچے کی پیٹھ پر دیکھا تو غش آگیا افاقہ ہوا تو لوگوں نے کہا کہ تیری بربادی ہو تجھے کیا ہوا جواب دیا بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی۔ اور ان کے ہاتھوں سے کتاب الٰہی نکل گئی۔ یہ لکھا ہوا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کو قتل کرے گا اور ان کے احبار پر غالب آجائے گا۔ عرب نبوت پر فائز ہوئے۔ اے گروہ قریش کیا تم خوش ہوئے۔ خبردار۔ واللہ وہ تم کو ایسا غلبہ دے گا جس کی خبر مشرق سے مغرب تک جائے گی۔

یعقوب بن عتبہ بن المغیرہ بن الاخنس سے مروی ہے کہ ستارہ گرنے سے عرب میں سب سے پہلے قبیلہ ثقیف پریشان ہوا۔ وہ لوگ عمرو بن اُمیہ کے پاس آئے کہ تم دیکھتے نہیں کہ کیا بات پیدا ہوئی۔ اس نے کہا کہ ہاں دیکھتا ہوں۔ تم لوگ غور کرو۔ اگر یہ راہ بتانے والے ستارے وہی ہیں جن سے راستے کا اندازہ کیا جاتا ہے اور جاڑے گرمی بارشش کے اوقات معلوم ہوتے ہیں اگر وہی ستارے بکھر گئے ہیں تو دنیا کا فیصلہ ہے اور اس مخلوق کی روانگی ہے جو اس دنیا میں ہے۔ اور اگر یہ کوئی دوسرے ستارے ہیں تو کوئی اور امر ہے جس کا اس مخلوق کے ساتھ اللہ نے ارادہ کیا ہے۔ اور کوئی نبی عرب میں مبعوث ہوگا۔ اس بات کا چرچا ہوگیا۔

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ اللہ نے یعقوب کو وحی بھیجی کہ میں تمہاری ذریت میں سے پادشاہ اور انبیاء مبعوث کروں گا۔ یہاں تک کہ میں اُس نبی حرم کو مبعوث کرونگا جس کی امت ہیکل بیت المقدس تعمیر کرے گی۔ وہ خاتم الانبیاء ہوگا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

شعبی سے مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دفتر میں لکھا ہے کہ تمہاری اولاد میں چند شاخیں اور چند شاخیں ہونگی۔ (یعنی اولاد اسمٰعیل و اولاد اسحٰاق) یہاں تک کہ وہ نبی امی آئیں گے جو خاتم الانبیاء ہوں گے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب ابراہیم کو ہاجر (والدۂ اسماعیل) کو نکالنے کا حکم ہوا تو انھیں براق پر سوار کیا گیا، وہ جس شیریں اور نرم (قابل زراعت) زمین پر گذرتے تھے تو کہتے تھے کہ اے جبریئل یہیں اُتار دو۔ جواب ملتا نہیں، یہاں تک کہ مکہ آئے، جبریئل نے کہا: اے ابراہیم اترو انھوں نے کہا یہاں نہ دودھ کے جانور نہ زراعت۔ جبریئل نے کہا کہ ہاں یہیں تمھارے بیٹے کی اولاد سے وہ نبی نکلیں گے جن سے کلمۂ علیا تکمیل کو پہنچے گا۔

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ جب ہاجرا اپنے فرزند اسماعیل کو لیکے نکلیں تو انھیں ایک ملنے والا ملا اور کہا: اے ہاجر تمھارا بیٹا متعدد قبائل کا باپ ہوگا اور اسی کے ایک قبیلے سے نبی امی ہوں گے جو ساکن حرم ہوں گے۔

عاصم بن عمرو وغیرہ سے مروی ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کے قلعے میں اترے تو کعب بن اسد نے بنی قریظہ سے کہا کہ اے گروہ یہود! اس شخص کی پیروی کرو کیوں کہ واللہ وہ نبی ہیں، تمھیں بھی خوب واضح ہو گیا ہے کہ وہ نبی مرسل ہیں۔ یہ وہی ہیں جن کو تم اپنی کتب میں (لکھا ہوا) پاتے ہو۔ یہ وہی ہیں جن کے متعلق عیسیٰ نے بشارت دی ہے، تم لوگ خوب ان کی صفت پہچانتے ہو۔

ان لوگوں نے جواب دیا: بیشک یہ وہی ہیں، مگر ہم لوگ توریت کے حکم سے جدا نہ ہوں گے (یعنی توریت کو ترک کر کے قرآن پر عمل نہ کریں گے)

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدرسۂ توریت میں آئے اور فرمایا: تم میں جو سب سے بڑا عالم ہو اُسے میرے پاس بھیجو۔

انھوں نے کہا کہ وہ عبداللہ بن صوریا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے تنہائی میں ملے، اسے آپ نے اس کے دین کی اور اس انعام کی جو اللہ نے ان لوگوں پر کیا تھا اور اس من وسلویٰ کی جو انھیں

عطا کیا تھا اور اس ابر کی جس کے ذریعے سے ان پر سایہ ڈالا تھا قسم دی کہ کیا تو جانتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

اُس نے کہا کہ بار الٰہا۔ ہاں جو میں جانتا ہوں اسے ساری قوم جانتی ہے۔ بیشک آپ کی حالت و صفت توریت میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ لیکن ان لوگوں نے آپ سے حسد کیا۔

آپ نے فرمایا: اچھا خود تمھیں کونسا امر مانع ہے۔

عرض کی: میں اپنی قوم کی مخالفت پسند نہیں کرتا۔ عنقریب یہ لوگ آپ کی پیروی کریں گے اور اسلام لائیں گے تو میں بھی اسلام لاؤں گا۔

محمد بن عمارہ بن غزیہ وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد نجران آیا، ان میں ابوالحارث بن علقمہ بن ربیعہ بھی تھا جو ان لوگوں کے دین کا عالم اور رئیس تھا، وہ ان کا اُسقف (پادری) اور امام اور توریت کا معلم بھی تھا، ان لوگوں میں اس کی قدر بھی تھی، اس کے خچر نے ٹھوکر کھا کر اسے گرا دیا، بھائی نے کہا کہ دور ماندہ ہلاک ہوگیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کرتا ہے۔

ابوالحارث نے کہا: تم خود ہلاک و برباد ہوئے کیا تم اس شخص کو بُرا کہتے ہو جو مرسلین میں سے ہے۔ بیشک یہ وہی ہیں جن کی عیسیٰ نے بشارت دی ہے اور بیشک توریت میں انھیں کا تذکرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ پھر تجھے ان کا دین قبول کرنے سے کونسا امر مانع ہے

اس نے کہا کہ اس قوم نے ہمیں شریف بنایا، ہمارا اکرام کیا، ہمیں مال دیا، ان لوگوں کو آپ کی مخالفت کے سوا اور کوئی بات منظور نہیں۔

بھائی نے قسم کھائی کہ وہ اس کی وجہ سے کسی طرف مائل نہ ہوں گے تاوقتیکہ مدینہ آکر آنحضرت ﷺ پر ایمان نہ لائیں۔ اس نے کہا کہ اے برادر جانے دو کیوں کہ میں تو محض مزاح کر رہا تھا جواب دیا: اگرچہ مزاح ہو، وہ اپنی سواری کو مارنے لگے اور یہ شعر پڑھنے لگے۔ ؎

الیک یسذو قلقا وضینها　　معترضا فی بطنها جنینها

مخالفا دین النصاری دینها

ابوالحارث کے بھائی آئے اور اسلام لائے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ قریش نے النضر بن الحارث بن علقمہ اور عقبہ ابن ابی معیط وغیرہ کو یہود یثرب کے پاس بھیجا اور ان لوگوں سے کہا کہ تم ان سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دریافت کرو۔

یہ لوگ مدینہ آئے اور کہا کہ ہم لوگ تمہارے پاس ایک ایسے امر کے لیے آئے ہیں جو ہم میں پیدا ہو گیا ہے۔ ہمارا ایک یتیم حقیر لڑکا بہت بڑی بات کہتا ہے۔ وہ یہ دعوی کرتا ہے کہ وہ رحمن کا رسول ہے ہم سوائے رحمن یمامہ کے اور کسی رحمن کو نہیں پہچانتے۔

ان لوگوں نے کہا کہ ہم سے اس کی صفت بیان کرو۔ صفت بیان کی تو پوچھا: تم میں سے کس نے اس کی پیروی کی۔

انھوں نے کہا کہ ہمارے ادنی ترین لوگوں نے۔ ان میں سے ایک عالم ہنسا اور کہا کہ یہی وہ نبی ہیں جن کی نعت وصفت ہم (اپنی کتاب میں)
پاتے ہیں۔ اور ان کی قوم کو ان کا سخت دشمن پاتے ہیں۔ ۱۰۹

حرام بن عثمان الانصاری سے مروی ہے کہ اسعد بن زرارہ اپنی قوم کے چالیس آدمیوں کے ہمراہ ملک شام سے تجارت کے لئے آئے، انھوں نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی آنے والا ان کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوامامہ ایک نبی مکے میں ظاہر ہوں گے، تم ان کی پیروی کرنا اس کی علامت یہ ہے کہ تم لوگ ایک منزل میں اترو گے، تمہارے ساتھیوں پر ایک مصیبت آئے گی، تم بچ جاؤ گے اور فلاں شخص کی آنکھ میں طاعون ہو جائے گا۔

لوگ ایک منزل میں اترے اور رات کے وقت ان سب کو طاعون نے آدبایا۔ سوائے ابوامامہ کے اور ان کے ایک ساتھی کے جس کی آنکھ میں طاعون ہوا سب پر مصیبت آگئی۔

صالح بن کیسان سے مروی ہے کہ خالد بن سعید نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے خواب میں ایک تاریکی دیکھی جس نے مکے کو چھپا لیا یہاں تک کہ میں نہ پہاڑ کو دیکھتا تھا نہ زمین کو۔ پھر میں نے ایک نور دیکھا جو زمزم سے نکلا، مثل چراغ کی روشنی کے۔ وہ جب بلند ہوتا بڑا ہو جاتا اور پھیل جاتا۔ وہ بلند ہوا اور سب سے پہلے میرے لیے بیت اللہ روشن ہو گیا، روشنی بڑی ہو گئی، کوئی پہاڑ اور زمین ایسی نہ باقی رہی جس کو میں نہ دیکھتا۔ وہ بلند ہو کر آسمان پر پھیل گیا، پھر وہ اترا یہاں تک کہ میرے لیے یثرب کے کھجور کے باغ جن میں گدرائی کھجوریں تھیں روشن ہو گئے۔ میں نے اسی روشنی میں کسی کہنے والے کو سنا کہ وہ کہتا ہے ''سبحانہ سبحانہ، ابن مارد اذرح اور الاکمہ کے درمیان ہضبتہ الحصیٰ میں ہلاک ہو گیا۔ یہ امت سعادتمند ہوئی۔ امیین کا نبی آ گیا مکتوب الٰہی اپنی مدت کو پہنچ گیا۔ اس بستی (مکے) نے اس کو جھٹلایا اس پر دو مرتبہ عذاب ہوگا۔ تیسری بار وہ توبہ کریگی۔ تین میں دو مشرق میں باقی رہیں اور ایک مغرب میں۔''

خالد بن سعید نے یہ خواب اپنے بھائی عمرو بن سعید سے بیان کیا تو انھوں نے کہا کہ تم نے عجیب واقعہ دیکھا، میرا گمان ہے کہ یہ امر عبدالمطلب کے خاندان میں ہوگا، کیونکہ تم نے نور کو زمزم سے نکلتے دیکھا

ابن عباس سے مروی ہے کہ اللہ نے بعض انبیائے بنی اسرائیل کو وحی بھیجی کہ تم پر میرا بہت سخت غضب ہے اس لیے کہ تم نے میرا حکم ضائع کر دیا میں نے قسم کھائی ہے کہ تمھارے پاس روح القدس نہیں آئیں گے تاوقتیکہ میں ملک عرب سے اس نبی امی کو مبعوث نہ کردوں جس کے پاس روح القدس آئیں گے۔

ابو حازم سے مروی ہے کہ ایک کاہن مکے میں ایسے وقت آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ برس کے تھے اور آپ کی دایہ آپ کو عبدالمطلب کے پاس لائی تھیں اور وہ ہر سال آپ کو ان کے پاس

لایا کرتی تھیں۔ اس کاہن نے جو آپ کو عبدالمطلب کے ساتھ دیکھا تو کہا: اے گروہ قریش اس بچے کو قتل کر دو کیونکہ یہ تم کو قتل کرے گا اور تمھیں جدا کر دے گا۔

عبدالمطلب آپ کو لیکے بھاگے۔ اور قریش کو جیسا کہ کاہن نے ڈرا دیا تھا وہ لوگ آپ کے حال سے برابر ڈرتے رہے۔

علی بن حسینؓ سے مروی ہے کہ بنی النجار میں ایک عورت تھی
۱۰۰ جس کا نام فاطمہ بنت النعمان تھا، ایک جن اس کے تابع تھا، وہ اس کے پاس آیا کرتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو وہ اس کے پاس آیا اور دیوار پر اتر گیا۔ فاطمہ نے کہا کہ تجھے کیا ہوا کہ جس طرح آیا کرتا تھا نہیں آتا اس نے کہا کہ وہ نبی آگئے ہیں جو شراب و زنا کو حرام بتاتے ہیں۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو جن کھدیڑ دیے گئے اور انھیں ستارے مارے گئے۔ حالانکہ آپ کی بعثت کے قبل وہ لوگ (آسمان کی خبریں) سنا کرتے تھے۔ (آسمان پر) جنوں کے ہر قبیلے کا ایک ٹھکانا تھا، جہاں بیٹھ کر وہ لوگ (خبریں) سنا کرتے تھے۔ اس واقعے سے سب سے پہلے جو لوگ خوفزدہ ہوئے وہ اہل طائف تھے۔ جن کے پاس اونٹ یا بکری تھی وہ روزانہ اپنے معبودوں کے لئے ذبح کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کا مال ختم کے قریب پہنچ گیا، پھر وہ باز آگئے۔

ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ کیا تم دیکھتے نہیں کہ آسمان کے راہ بتانے والے ستارے اس طرح ہیں کہ گویا ان میں سے کچھ نہیں گیا۔ ابلیس نے کہا کہ زمین پر کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ تم لوگ میرے پاس ہر زمین کی مٹی لاؤ۔ مٹی اس کے پاس لائی جاتی تھی اور وہ اُسے سونگھ کر ڈال دیتا یہاں تک کہ اس کے پاس تہامہ کی مٹی لائی گئی اُسے اس نے سونگھا اور کہا کہ وہ نئی بات یہیں ہے۔

زُہری سے مروی ہے کہ (بعثت سے پہلے) وحی سنی جاتی تھی

بنی اسد کی ایک عورت کے کوئی جن تابع تھا۔ ایک روز وہ اس کے پاس آیا اور چلانے لگا کہ وہ امر آگیا جس کی طاقت نہیں۔ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زنا حرام کر دیا۔ پھر جب اللہ اسلام کو لے آیا تو (جنوں کو وحی) سننے سے روک دیا گیا۔

سعید بن عمرو الہذلی نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ہمراہ اپنے بت سواع کے پاس حاضر ہوا۔ ہم لوگ اس کے پاس قربانیاں لے گئے تھے۔ میں سب سے پہلا شخص تھا جس نے اس پر ایک فربہ گائے چڑھائی۔ اُسے اس بت پر ذبح کیا۔ پھر ہم نے اس کے پیٹ سے یہ آواز سنی کہ تعجب تعجب بالکل تعجب۔ متفرق قسم کے لوگوں میں ایسے نبی کے ظہور کا وقت ہے جو زنا کو حرام بتائیں گے۔ بتوں کے لیے ذبح کرنے کو حرام کہیں گے۔ آسمانوں پر پہرہ کر دیا گیا۔ اور ہم (جنوں) کو شہاب (ٹوٹنے والے تارے) مارے گئے۔

(یہ آواز سن کر) ہم لوگ منتشر ہو گئے۔ مکے آئے اور دریافت کیا مگر ہمیں کوئی ایسا شخص نہ ملا جو محمد صلعم علیہ السلام کے خروج کی خبر دیتا یہاں تک کہ ہم ابوبکر صدیقؓ سے ملے ہم نے ان سے کہا کہ اے ابوبکرؓ کیا کوئی ایسے شخص مکے میں ظاہر ہوئے ہیں جو اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ان کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا کیوں کیا بات ہے۔ میں نے انہیں یہ واقعہ (بت کے پیٹ کی آواز کا) بتایا انہوں نے کہا کہ ہاں یہ رسول اللہ ہیں۔ انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی۔ ہم نے کہا کہ تاوقتیکہ ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ قوم کیا کرتی ہے (ہم اسلام نہیں لائیں گے)۔ کاش ہم لوگ اسی روز اسلام لے آتے۔ پھر اس کے بعد ہم لوگ اسلام لائے۔

111 عبداللہ بن سعدۃ الہذلی نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ اپنے بت سواع کے پاس تھے میں اپنی دو سو بھیڑوں کا ایک گلہ جن کو

خارش کی شکایت تھی اس (بت) کے پاس لے گیا تھا۔ میں انھیں اس کے قریب کر کے برکت کا طالب ہوا۔ پھر میں نے بت کے شکم سے ایک منادی کی آواز سنی جو یہ ندا دیتا ہے کہ جنوں کا مکر گیا۔ ہمیں ایک نبی کی وجہ سے جن کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے شہاب مارے گئے۔ میں نے کہا کہ مجھے واللہ عبرت دلائی گئی ہے۔

میں اپنی بکریاں واپس لے کر اپنے متعلقین کے پاس چلا گیا۔ پھر ایک شخص سے ملا جس نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر دی۔

محمد بن عمر الشامی نے اپنے مشایخ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کی پرورش میں تھے اور ابو طالب زیادہ مالدار نہ تھے۔ ان کا اونٹوں کا ایک گلہ تھا، ان کے پاس اس کا دودھ لایا جاتا تھا۔ جب ابو طالب کے اہل و عیال سب مل کر یا تنہا کھاتے تھے تو شکم سیر نہ ہوتے تھے اور جب ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی نوش فرماتے تھے تو سب شکم سیر ہو جاتے تھے۔ ابو طالب جب ان لوگوں کو کھلانا چاہتے تو کہتے کہ میرے بیٹے کے آنے تک ٹھہر جاؤ آپ آتے تھے اور ان لوگوں کے ساتھ نوش فرماتے تھے تو اُن سب کے کھانے سے بچ جاتا تھا ہوتا یہ تھا کہ سب سے پہلے آپ نوش فرماتے پھر انھیں دیتے تو وہ سب پیتے تھے اور سب سیر ہو جاتے تھے، ابو طالب کہتے کہ بیشک آپ مبارک ہیں۔ اور بچے صبح کو پراگندہ بال اور آنکھوں میں چیپڑ بھرے ہوئے اٹھتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیل اور سرمہ لگا ہوئے اٹھتے تھے۔

ام ایمن نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن اور بڑے پن میں کبھی بھوک پیاس کی شکایت کرتے نہیں دیکھا۔ آپ صبح کو جاتے تھے اور زمزم نوش فرما لیتے تھے۔ پھر ناشتہ پیش کیا جاتا تھا تو فرماتے تھے کہ میں اسے نہیں چاہتا میں شکم سیر ہوں۔

امیدِ نبوت محمدیؐ

عہد جاہلیت میں جن کے نام محمد رکھے گئے

سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ عرب کاہنوں اور اہل کتاب سے سنا کرتے تھے کہ ایک نبی مبعوث ہوگا جس کا نام محمدؐ ہوگا۔ جس عرب کو یہ معلوم ہوا اس نے نبوت کی طمع میں اپنے لڑکے کا نام محمدؐ رکھا۔

محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ بنی سلیم میں بنی ذکوان کے محمد بن خزاعی بن حزابہ کا نام (محمد) نبوت کی طمع میں رکھا گیا۔ وہ یمن میں ابرہہ کے پاس چلا گیا اور مرنے تک اس کے ساتھ اس کے دین پر رہا۔ جب وہ صاحب وجاہت ہوگیا تو اس کے بھائی قیس بن خزاعی نے حسب ذیل شعر کہا۔

فذلکم ذو التاج منا محمد ورایتہ فی حومۃ الموت تخفقِ

(ہمارا صاحب تاج محمد یہ ہے۔ جس کا جھنڈا ہجومِ موت میں لہراتا ہے۔) ۱۱۲

قتادہ بن السکن العرنی سے مروی ہے کہ بنی تمیم بن محمد بن سفیان ابن مجاشع اسقف (یعنی پوپ یا بہت بڑا پادری) تھا۔ اس کے باپ سے کہا گیا کہ عرب کے لیے ایک نبی ہوگا جس کا نام محمد ہوگا۔ تو اس نے اس کا نام محمد رکھا۔ اور بنی سوارہ میں محمد الجشمی کا اور محمد الاسیدی کا اور محمد الفقیمی کا نام (محمد) بھی طمع نبوت میں لوگوں نے رکھا۔

علامات نبوت بعد نزول وحی

ابوزید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجون میں تھے اور آپ رنجیدہ و غمگین تھے آپ نے فرمایا:
اے اللہ مجھے آج کوئی ایسی نشانی دکھادے جس کے بعد میں اپنی قوم کے تکذیب کرنے والوں کی پروا نہ کروں۔
یکایک مدینے کے پہاڑی راستے کی طرف کچھ نظر آیا آپ نے اسے پکارا، وہ زمین کو چاک کرتا ہوا آیا۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس پہنچ گیا اس نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے اسے واپسی کا حکم دیا تو وہ واپس چلا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اب مجھے اپنی قوم کے تکذیب کرنے والوں کی پروا نہیں۔

عطاء سے مروی ہے: مجھے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسافر تھے۔ آپ استنجا یا قضائے حاجت کے ارادے سے تشریف لے گئے مگر کوئی ایسی چیز نہ ملی جس سے آپ لوگوں سے آڑ کریں۔ دو درختوں کو دیکھا جو دور دور تھے، آپ نے ابن مسعود سے فرمایا کہ جاؤ اور ان دونوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ تم دونوں اکٹھا ہو جاؤ تاکہ میں تمہاری آڑ میں قضائے حاجت کر لوں۔

ابن مسعود گئے اور ان دونوں سے کہا تو ایک ان میں سے دوسرے کے پاس آ گیا اور آپ نے ان کی آڑ میں قضائے حاجت کر لی۔
یعلی بن مرہ سے مروی ہے کہ میں ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ لوگ ایک منزل میں اترے آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ان دونوں

درختوں کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اکٹھا ہو جانے کا حکم دیتے ہیں۔ ان دونوں کے پاس گیا اور ان سے یہی کہا، ایک نے دوسرے کی طرف جنبش کی اور دونوں جمع ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے، آپ آڑ میں ہو گئے۔ اور قضائے حاجت کی۔ اس کے بعد ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے ٹھکانے کی طرف جنبش کی۔

عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ آپ بیت الخلاء تشریف لے جاتے ہیں مگر آپ کا کسی قسم کا فضلہ نظر نہیں آتا۔ فرمایا اے عائشہؓ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انبیاء کے بدن سے جو کچھ خارج ہوتا ہے زمین اُسے نگل لیتی ہے اس لئے اس میں سے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

113 انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک روز جس وقت کہ میں بیٹھا ہوا تھا جبریلؑ آئے، انہوں نے میری پیٹھ پر ہاتھ مارا تو میں اُٹھ کر ایک درخت کے پاس گیا جس میں پرندے کے آشیانے کی طرح کی دو چیزیں تھیں۔ ایک میں وہ بیٹھ گئے اور دوسری میں میں بیٹھ گیا وہ اونچی ہوتی اور اتنا بلند ہو گئی کہ مشرق و مغرب کو روک لیا۔ اگر میں آسمان کو چھونا چاہتا تو ضرور چھو لیتا۔ میں اپنی نگاہ پھیر رہا تھا اور جبریلؑ کی طرف دیکھ رہا تھا، وہ ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا ایک فرش ہیں جو ملا ہوا ہے میں نے اللہ کے متعلق ان کی فضیلت علمی کو پہچانا۔ انہوں نے میرے لیے آسمان کا دروازہ کھولا میں نے اس نور اعظم کو دیکھا۔ اس طرف پردہ پڑا تھا اور جھالر موتی اور یاقوت کی تھی۔ پھر اللہ نے مجھے جو وحی کرنا چاہی کی۔

عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں پہرہ دیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی "واللہ یعصمک من الناس"

(لوگوں سے اللہ آپ کی حفاظت کرے گا)۔ آپ نے خیمے سے اپنا سر باہر نکالا اور فرمایا اے لوگو واپس جاؤ کیونکہ لوگوں سے اللہ نے میری حفاظت کی ہے۔

عطاء سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء میں ہماری آنکھیں سوتی ہیں اور ہمارے دل نہیں سوتے۔

حسنؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس برآمد ہوئے اور فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ جبریلؑ میرے سرہانے اور میکائیلؑ میرے پائینتی ہیں، ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہتا ہے: آنحضرت کی کوئی مثال بیان کرو انھوں نے (آنحضرت سے) کہا کہ سنیے (آپ کے کان سنتے رہیں) اور سمجھئے (آپ کا قلب سمجھتا رہے) آپ کی اور آپ کی امت کی مثال اس بادشاہ کی ہے جس نے ایک مکان بنایا اس میں ایک کوٹھری بنائی اور دسترخوان بچھایا پھر ایک قاصد کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو کھانے کی دعوت دے۔ بعض نے قاصد کی دعوت قبول کرلی اور بعض نے اسے چھوڑ دیا بادشاہ تو اللہ ہے اور مکان اسلام ہے۔ اور کوٹھری جنت ہے اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ قاصد ہیں۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس نے آپ کی دعوت قبول کرلی وہ اسلام میں داخل ہو گیا اور جو اسلام میں داخل ہو گیا وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جو جنت میں داخل ہو گیا وہ وہ نعمتیں کھائیگا جو اس میں ہیں۔

ابوسلمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ نہیں کھاتے تھے اور ہدیہ نوش فرماتے تھے ایک یہودیہ نے آپ کو ایک بھونی ہوئی بکری بھیجی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے اس میں سے نوش فرمایا۔ اس بکری نے کہا کہ میں زہر آلود ہوں

آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ہاتھ اٹھالو۔ اس نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ زہر آلود ہے۔ سب نے اپنے ہاتھ اٹھالیے۔ مگر بشر بن البراء شہید ہوگئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودیہ کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ تجھے اس حرکت پر کس نے آمادہ کیا۔ اس نے جواب دیا: مجھے معلوم تھا کہ اگر آپ نبی ہوں گے تو آپ کو نقصان نہ کرے گا۔ اور اگر آپ بادشاہ ہوں گے تو میں لوگوں کو آپ سے فرصت دلا دونگی۔ آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا چنانچہ وہ قتل کر دیگئی۔ ۱۱۴

(یہ واقعہ غزوۂ خیبر کا ہے جہاں زینب بنت الحارث یہودیہ نے آپ کو زہر آلود بھنا ہوا گوشت ہدیۃً بھیجا اور آپ کو بطور اعجاز اس کا زہر آلود ہونا معلوم ہوگیا مگر اس سے حضرت بشر شہید ہوگئے اس لئے قصاصاً اس یہودیہ کی بھی گردن ماری گئی۔ اگر وہ اپنے مزعومہ امتحان نبوت میں آپ کی کامیابی کے بعد بھی ایمان لے آتی تو اس سزا سے بچ جاتی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مسلم کے گھر کا پکا ہوا کھانا بالکل حلال ہے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس یہودیہ کے گھر کا پکا ہوا گوشت ہرگز نوش نہ فرماتے قرآن مجید میں بھی ہے کہ "وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم")

سالم بن ابی الجعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو کسی کام سے بھیجا۔ ان دونوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس کو ہم توشہ بنائیں۔ فرمایا مجھے ایک مشک لادو۔ وہ دونوں آپ کے پاس مشک لائے تو آپ نے ہمیں اس کے بھرنے کا حکم دیا۔ ہم نے اسے (پانی سے) بھر دیا۔ آپ نے اس میں ڈاٹ لگادی۔ اور فرمایا کہ تم دونوں جاؤ یہاں تک کہ فلاں فلاں مقام تک پہنچو اللہ تم دونوں کو رزق دے گا۔

وہ دونوں روانہ ہوئے یہاں تک کہ اس مقام پر آئے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا تھا۔ ان کی مشک کھل گئی

بکری کا دودھ اور مکھن نکل آیا۔ دونوں نے کھایا اور پیا یہاں تک کہ شکم سیر ہو گئے۔

ابو سعید الخضرمی سے مروی ہے کہ قبیلۂ اسلم کا ایک شخص اپنی بکریوں کے ساتھ تھا جن کو وہ ذو الحلیفہ کے میدان میں چرا رہا تھا اس پر ایک بھیڑیا ٹوٹ پڑا اور ایک بکری چھین لی۔ وہ شخص چلایا اور پتھر مار کے اپنی بکری چھڑالی۔

بھیڑیا سامنے آیا اور دُم کو رانوں کے نیچے دبا کر سرین کے بل اس شخص کے روبرو بیٹھ گیا۔ اور کہا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے کہ مجھ سے وہ بکری چھینتے ہو جو خدا نے مجھے بطور رزق دی ہے۔

اس شخص نے کہا کہ بخدا میں نے کبھی ایسی بات نہیں سنی۔ بھیڑیے نے کہا تم کس بات سے تعجب کرتے ہو۔ اس نے کہا میں بھیڑیے کو اپنے ساتھ باتیں کرنے سے تعجب کرتا ہوں بھیڑیے نے کہا: تم نے اس سے زیادہ عجیب بات کو چھوڑ دیا ہے دیکھو، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو دو پتھریلی زمینوں کے درمیان کھجوروں کے باغ میں لوگوں سے گذری ہوئی باتیں بیان کرتے ہیں اور جو آنے والی باتیں ہیں وہ بھی ان سے بیان کرتے ہیں اور تم یہاں اپنی بکریوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔

جب اس شخص نے بھیڑیے کا کلام سنا تو اپنی بکریوں کو جمع کیا اور انصار کے گاؤں "قباء" میں لایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دریافت کیا تو ابو ایوب کے مکان میں پایا۔ اس نے بھیڑیے کا واقعہ سنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچ کہا۔ عشاء کے وقت آنا اور جب دیکھنا کہ لوگ جمع ہو گئے تو انہیں اس واقعے کی خبر دینا،

اس نے یہی کیا۔ جب نماز پڑھ لی اور لوگ جمع ہوئے تو اس اسلمی نے انہیں بھیڑیے کے واقعے کی خبر دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: سچ کہا۔ سچ کہا۔ سچ کہا۔ ایسے عجائب قیامت سے پہلے

ہوں گے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے قریب ہے کہ تم میں سے ایک شخص شام یا صبح کو اپنے متعلقین سے غائب ہوگا پھر اس کا کوڑا یا اس کی چھڑی یا اس کا جوتا اُسے واقعے کی خبر دیگا جو اس کے متعلقین نے اس کے بعد کیا ہوگا۔

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ مکے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۱۵
جس وقت اپنے مکان کے آگے کے میدان میں بیٹھے ہوئے تھے تو عثمان بن مظعون آپ کے پاس سے گزرے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کترائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بیٹھتے نہیں، عرض کی: ہاں (بیٹھتا ہوں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے روبرو بیٹھے۔ پھر جس وقت وہ آپ سے باتیں کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اُٹھائی اور تھوڑی دیر تک آسمان کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر اپنی طرف نظر ڈالنے لگے یہاں تک کہ آپ نے اُسے زمین پر داہنی جانب ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہم نشین عثمانؓ سے سرک کر اسی مقام پر بیٹھ گئے جہاں نظر ڈالی تھی۔ اپنے سر کو اس طرح حرکت دینے لگے کہ گویا آپ وہ بات سمجھنا چاہتے ہیں جو آپ سے کہی جارہی ہے ابن مظعون بھی دیکھ رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی ضرورت پوری کرلی اور وہ بات سمجھ لی جو آپ سے کہی جارہی تھی تو نظر آسمان کی طرف اٹھائی جیسا کہ پہلی بار کیا تھا، آپ کی نظر اس کے پیچھے تھی یہاں تک کہ وہ آسمان میں چھپ گیا۔

پھر آپ اپنی پہلی ہی نشست پر عثمانؓ کی طرف متوجہ ہوئے عثمانؓ نے کہا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جن اوقات میں آپ کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور آپ کے پاس آیا کرتا تھا ان میں میں نے آپ کو آج صبح کی طرح کرتے نہیں دیکھا۔ فرمایا: تم نے مجھے کیا کرتے دیکھا۔ انھوں نے کہا: میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی نظر آسمان کی طرف اُٹھاتے ہیں

پھر آپ نے اسے اپنی داہنی طرف ڈالا اُس کے پاس سرک گئے، مجھے چھوڑ دیا اور اپنے سر کو اس طرح حرکت دینے لگے گویا آپ اس بات کو سمجھنا چاہتے ہیں جو آپ سے کہی جا رہی ہے۔

فرمایا: کیا تم اسے سمجھ گئے، عثمانؓ نے کہا: جی ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی جب تم بیٹھے تھے تو میرے پاس اللہ کا قاصد آیا۔ عثمانؓ نے پوچھا اللہ کا قاصد؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ عثمانؓ نے کہا پھر اس نے آپ سے کیا کہا۔ آپ نے فرمایا کہ "ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون" (اللہ عدل و احسان کا اور قرابت دار کو دینے کا حکم دیتا ہے، بدکاری بےحیائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ اللہ کو یاد کرو۔)

عثمانؓ نے کہا کہ بس یہ بات تھی کہ میرے دل میں ایمان نے جگہ کر لی اور مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت پیدا ہو گئی۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک روز یہود کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی، ان لوگوں نے کہا کہ اے ابوالقاسم ہم سے وہ چند خصلتیں بیان کیجئے جو ہم آپ سے دریافت کریں جن کو سوائے نبی کے کوئی نہیں جانتا،

آپ نے فرمایا کہ تم جو چاہو مجھ سے دریافت کرو۔ لیکن میرے لیے اللہ کو ذمہ دار کر دو اور جو عہد یعقوب نے اپنے بیٹوں سے لیا تھا وہ مجھ سے کرو کہ اگر میں تم سے کچھ بیان کروں اور تم اسے سمجھ لو تو تم بالضرور اسلام پر میری پیروی کرو گے۔

ان لوگوں نے کہا کہ یہ بات آپ کے لیے (منظور) ہے۔ فرمایا تو پھر جو چاہو مجھ سے پوچھو۔

انھوں نے کہا کہ وہ چار باتیں ہیں بتائیے جو ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔

ہمیں بتائیے کہ وہ کونسا کھانا تھا جو اسرائیل (یعقوبؑ) نے توریت نازل ہونے سے پہلے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔

عورت کی منی کی مرد کی منی سے کیا کیفیت ہوتی ہے۔ اور اُس سے لڑکا کیسے ہوتا ہے اور لڑکی کیسے ہوتی ہے۔

سونے میں ان نبی امی کی کیا کیفیت ہوتی ہے اور کون فرشتہ ان کا دوست ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ تم پر اللہ کا عہد لازم ہے کہ اگر میں تمھیں بتادونگا تو تم ضرور میری پیروی کروگے۔ چنانچہ آپ نے جو عہد و پیمان چاہا وہ انھوں نے آپ سے کر لیا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسٰیؑ پر توریت نازل کی۔ کیا تم جانتے ہو کہ اسرائیل (یعنی) یعقوبؑ سخت بیمار ہو گئے اور ان کی علالت طول پکڑ گئی تو انھوں نے اللہ کے واسطے نذر مانی کہ اگر اللہ انھیں شفا دیگا تو وہ اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ پینے کی چیز اور اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ کھانے کی چیز (اپنے اوپر) حرام کر لیں گے۔ ان کی سب سے زیادہ پسندیدہ کھانے کی چیز اونٹ کا گوشت اور سب سے زیادہ پسندیدہ پینے کی چیز اونٹ کا دودھ تھا۔

116 ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ تو ان لوگوں پر گواہ رہنا۔

آپ نے فرمایا کہ میں تمھیں اسی اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جس نے موسٰیؑ پر توریت نازل فرمائی۔ کیا تم جانتے ہو کہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہے اور عورت کی منی زرد اور پتلی ہوتی ہے۔ پھر ان میں سے جو غالب ہوتی ہے اللہ کے حکم سے بچہ اور شباہت اُسی کی ہوتی ہے۔ اگر مرد کی منی عورت کی منی پر غالب ہو تو اللہ کے حکم سے لڑکا ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی مرد کی منی پر غالب ہو تو اللہ کے حکم سے

لڑکی ہوتی ہے۔

ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ ان لوگوں پر گواہ رہنا۔

آپ نے فرمایا کہ میں تمھیں اسی اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰؑ پر توریت نازل کی، کیا تم جانتے ہو کہ ان نبی امی کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا قلب نہیں سوتا۔

اُن لوگوں نے کہا کہ اے اللہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ ان پر گواہ رہنا۔

اُن لوگوں نے کہا اب آپ ہم سے یہ بیان کر دیجئے کہ کونسا فرشتہ آپ کا دوست ہے۔ بس اسی وقت ہم آپ کے ساتھ ہو جائیں گے یا آپ کو چھوڑ دیں گے۔

آپ نے فرمایا کہ میرے دوست جبریلؑ ہیں اور کبھی کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا جس کے وہ دوست نہ ہوں۔

ان لوگوں نے کہا کہ اس حالت میں تو ہم آپ کو چھوڑ دیں گے۔ اگر آپ کا دوست جبریلؑ کے سوا کوئی اور فرشتہ ہوتا تو ہم ضرور آپ کی پیروی کرتے اور آپ کی تصدیق کرتے۔

آپ نے فرمایا کہ اب تمھیں میری تصدیق کرنے سے کونسا امر مانع ہے۔

ان لوگوں نے کہا کہ جبریلؑ ہمارے دشمن ہیں۔ اسی بات پر اللہ جل ثناؤہٗ نے فرمایا "قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبك باذن اللہ (الی قولہ) کانھم لا یعلمون" (آپ کہہ دیجئے کہ جو شخص جبریلؑ کا دشمن ہو (تو ہوا کرے) کیونکہ انھوں نے تو قرآن کو آپ کے قلب پر خدا کے حکم سے نازل کیا ہے۔ الخ۔) اسی بات پر ان لوگوں نے (اپنے اوپر) غضب پر غضب نازل کرایا۔

اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد کو دیکھنے تشریف لے گئے، انھیں کے پاس قیلولہ فرمایا،

جب ٹھنڈا وقت ہو گیا تو وہ لوگ اپنا ایک دیہاتی سست رفتار گدھا لائے اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چادر کسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے سعد نے چاہا کہ اپنے بیٹے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بٹھادیں تاکہ وہ گدھے کو واپس لے آئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم ان کو میرے ساتھ بھیجنے ہی والے ہو تو انھیں میرے آگے سوار کرو۔ سعد نے کہا کہ نہیں۔ یا رسول اللہ آپ کے پیچھے ہی (بٹھاؤں گا) " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواری کے مالک ہی اس کے آگے کے حصے کے زیادہ مستحق ہیں۔ سعد نے کہا کہ میں انھیں آپ کے ہمراہ نہ بھیجوں گا لیکن آپ خود گدھے کو لوٹا دیجئے گا چنانچہ آپ نے خود اسے لوٹا دیا اس کی یہ کیفیت تھی کہ خوش رفتار اور اتنا تیز رو ہو گیا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی (جانور) چل نہ سکتا تھا۔

ثابت البنانی سے مروی ہے کہ منافقین جمع ہوئے اور انھوں نے آپس میں گفتگو کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کچھ لوگ جمع ہوئے اور انھوں نے یہ کہا اور یہ کہا۔ لہذا تم لوگ کھڑے ہو اور اللہ سے توبہ کرو اور میں بھی تمھارے لئے استغفار کرتا ہوں. وہ لوگ کھڑے نہ ہوئے؛ آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ کھڑے ہو اور اللہ سے توبہ کرو اور میں بھی تمھارے لیے استغفار کرونگا (جب اس پر بھی نہ کھڑے ہوئے) تو آپ نے فرمایا کہ ضرور بالضرور کھڑے ہو ورنہ میں تمھیں نام بنام بتادوں گا۔ (اس پر بھی نہ اٹھے) تو آپ نے فرمایا کہ اے فلاں شخص اٹھ چنانچہ وہ لوگ شرمندہ ہو کر چہرہ چھپائے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ جمعے کے روز میں منبر کے پاس کھڑا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے بعض اہل مسجد نے
کہا: یارسول اللہ بارش رک گئی اور مواشی ہلاک ہو گئے۔ لہذا آپ ۱۱۷
اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں پانی دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیے۔

ہم لوگ آسمان پر ذرا سا بھی ابر نہیں دیکھتے تھے مگر اللہ نے ابر کو جمع کر دیا اور اس نے ہم پر خوب پانی برسایا میں نے مضبوط سے مضبوط آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنے دل میں پریشان تھا کہ وہ کیوں کر اپنے متعلقین کے پاس جائے گا۔ سات دن تک اس طرح بارش ہوتی رہی کہ وہ تھمتی نہ تھی۔

دوسرے جمعے کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ مکانات گر گئے اور مسافر رک گئے۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس کو ہم سے اٹھا لے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا کہ "اللہم حوالینا ولا علینا" (اے اللہ ہمارے اطراف برسے اور ہم پر نہ برسے)۔

ابر ہمارے سروں پر تھا وہ اس طرح پھٹ گیا کہ گویا ہم لوگ ایسی جگہ ہیں کہ ہمارے گرداگرد بارش ہوتی ہے اور ہم پر نہیں برستا۔

ثابت سے مروی ہے کہ انصار کی ایک خاتون نے اپنا تھوڑا سا کھانا تیار کیا، شوہر سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ آپ کو دعوت دو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات خفیہ طور پر کہو۔

وہ آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ فلاں خاتون نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں سے فرمایا کہ فلاں کے والد کی دعوت قبول کرو۔

انہوں نے کہا میں آیا اور میری یہ کیفیت تھی کہ اپنے متعلقین کے پاس جو کچھ چھوڑا تھا اس کی وجہ سے میرے قدم میرا ساتھ نہ دیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو لے آئے ہیں۔

میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہماری تو فضیحت ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں کو اپنے ہمراہ لے آئے۔ بیوی نے کہا کہ کیا میں نے تمہیں یہ مشورہ نہیں دیا تھا کہ خفیہ طور پر آنحضرتؐ سے کہنا۔ انہوں نے کہا کہ

میں نے تو یہی کیا۔ بیوی نے کہا کہ تب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود زیادہ جانتے ہیں۔

سب لوگ آگئے یہاں تک کہ گھر بھر گیا حجرہ بھی بھر گیا اور وہ لوگ گھر کے احاطے میں بھی تھے۔ (کھانے کی کوئی چیز) مٹھی بھر لائی گئی اور رکھ دی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے برتن میں پھیلانے لگے اور فرمانے لگے کہ انشاء اللہ۔ پھر (لوگوں سے) فرمایا کہ قریب آؤ اور کھاؤ جب ایک کا پیٹ بھر جائے تو وہ اپنے ساتھی کے لیے جگہ خالی کر دے،

ایک آدمی (کھاکر) اٹھنے لگا اور دوسرا (اس کے مقام پر) بیٹھنے لگا۔ یہاں تک کہ گھر والوں میں سے کوئی نہ رہا جو شکم سیر نہ ہو گیا ہو۔

آپ نے فرمایا اہل حجرہ کو بلاؤ، بیٹھنے والا اٹھنے لگا اور کھڑا ہونے والا کھڑا ہونے لگا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ بھی شکم سیر ہو گئے، آپ نے فرمایا احاطہ والوں کو بلاؤ ان لوگوں نے بھی اسی طرح کیا، کھانا برتن میں اسی طرح باقی رہا جس طرح کہ تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اہل خانہ سے) فرمایا کہ کھاؤ اور اپنے پڑوسیوں کو کھلاؤ۔

ثابت سے مروی ہے کہ میں نے ان سے کہا: اے ابو حمزہ اُن عجائب (معجزات) میں سے جن میں آپ خود موجود ہوں اور جن کو آپ کسی اور کی روایت سے نہ بیان کریں ہم سے کچھ بیان کیجئے؛

انھوں نے کہا: ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھی اور روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ ان نشست گاہوں پر بیٹھ گئے جن پر جبریل آیا کرتے تھے، بلال آئے اور عصر کی اذان کہی ہر وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا جس کے متعلقین مدینے میں تھے تاکہ قضائے حاجت کرے اور وضو کا پانی حاصل کرے۔

مہاجرین کے چند لوگ رہ گئے جن کے متعلقین مدینے میں نہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کشادہ پیالہ لایا گیا جس میں پانی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتیلی برتن میں رکھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری ہتیلی برتن میں نہ سمائی تو

۱۱۸ آپ نے ان چار انگلیوں کو برتن میں گھما کر فرمایا کہ قریب آؤ اور وضو کرو، آپ کا ہاتھ برتن ہی میں تھا، لوگوں نے وضو کیا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی شخص ایسا نہ رہا جس نے وضو نہ کر لیا ہو۔

ثابت نے کہا کہ میں نے (انس سے) پوچھا: اے ابو حمزہ آپ کے خیال میں وہ لوگ کتنے تھے (جنھوں نے اس ایک برتن سے وضو کیا)، انھوں نے کہا کہ ستر اسی کے درمیان تھے۔

انس سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے پانی مانگا، وہ آپ کے پاس ایک کشادہ پیالے میں لایا گیا، آپ نے اپنا ہاتھ اس میں رکھ دیا تو پانی آپ کی انگلیوں سے اس طرح اُبلنے لگا گویا وہ چشمے ہیں۔ ہم سب نے پیا (اور بروایت خالد) ساری جماعت وضو کرنے لگی۔

انس نے کہا: میں نے اس جماعت کا اندازہ کیا تو ستر سے اسی تک رہے ہوں گے

انس بن مالک سے مروی ہے کہ نماز کا وقت آ گیا تو مسجد کے پڑوسی اٹھ کر وضو کرنے لگے۔ اور ستر سے اسی کے درمیان تک لوگ رہ گئے جن کے مکانات دور تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طشت منگایا جس میں پانی تھا لیکن بھرا ہوا نہ تھا، آپ نے اپنی انگلیاں اس میں ڈال دیں اور آپ (اس برتن کو) اُن لوگوں کے پاس پہنچانے لگے اور فرمانے لگے کہ وضو کرو سب نے وضو کر لیا اور برتن میں جتنا پانی تھا اتنا ہی باقی رہا۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی ضرورت سے تشریف لے چلے ہمراہ اصحاب میں سے بھی کچھ لوگ تھے، یہ لوگ چلتے رہے، نماز کا وقت آ گیا تو اس جماعت کو کوئی چیز نہ ملی جس سے وضو کریں۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہمیں کوئی چیز نہیں ملتی جس سے وضو کریں، لوگوں کے چہروں سے اس کی ناگواری نظر آتی تھی۔ ایک شخص گیا اور ایک پیالہ لایا جس میں بہت تھوڑا پانی تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لے لیا اور وضو کیا، آپ نے

چاروں انگلیاں اس پیالے پر پھیلا کر فرمایا تم لوگ آؤ۔ ساری قوم نے وضو کیا۔ انس سے دریافت کیا گیا کہ یہ لوگ کتنے تھے تو انھوں نے کہا کہ ستر یا اسی کے قریب۔

ایاس بن سلمہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب حدیبیہ آئے تعداد میں ہم چودہ سو آدمی تھے، حوض پر پچاس بکریاں بھی تھیں جن کو وہ (حوض) سیراب نہ کر سکتا تھا (تو پھر چودہ سو آدمیوں کو اس کا پانی کیا کافی ہو سکتا تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حوض پر بیٹھ گئے، آپ نے اُس میں لعاب دہن ڈالا یا دعا کی (راوی کو یاد نہیں رہا) تو وہ جوش مارنے لگا، چنانچہ ہم نے پیا اور پلایا اور بھر لیا۔

نافع سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (ایک سفر میں) چار سو کی تعداد میں آدمی تھے، آپ نے ہمیں ایسی منزل میں اتارا جہاں پانی نہ تھا، مسلمانوں کو سخت تکلیف تھی، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم کو دیکھا کہ آپ نے قیام فرما دیا۔ تو سب نے بھی قیام کر دیا یکایک ایک تیز دھار ۱۱۹
کے سینگوں والی بھیڑی سامنے آئی جو چل رہی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دودھ دوہا، آپ نے سارے لشکر کو شکم سیر کر دیا اور خود بھی سیراب ہو گئے۔ فرمایا کہ اے نافع اسے روک لینا، مگر میرا خیال تو یہی ہے کہ تم اسے روک نہ سکو گے۔ نافع نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا کہ میرا خیال تو یہی ہے کہ تم اسے روک نہ سکو گے، تو میں نے ایک لکڑی لی اور زمین میں گاڑ دی، ایک رسی لی اور اس بھیڑی کو باندھ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب لوگ سو گئے میں بھی سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو اتفاق سے رسی کھلی ہوئی تھی اور بکری نہ تھی، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو خبر دی، میں نے کہا کہ بکری چلی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے نافع کیا میں نے تمھیں آگاہ نہیں کر دیا تھا کہ تم اسے روک نہ سکو گے؟

جو اسے لایا تھا وہی اسے لے بھی گیا۔

عبدالرحمن بن ابی عمرۃ الانصاری نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ کسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ لوگوں پر فاقہ کی مصیبت آگئی تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بعض سواریوں کے ذبح کرنے کی اجازت چاہی اور عرض کیا کہ اس کے ذریعے ہمیں اللہ (منزل تک) پہنچا دے گا۔

عمرؓ بن الخطاب نے جب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ان کی بعض سواریوں کے ذبح کرنے کی اجازت دینے کا قصد کر لیا ہے تو عرض کیا یا رسول اللہ اگر سواریاں ذبح کر دی جائیں گی تو ہماری کیا کیفیت ہوگی کل صبح کو ہم بھوکے اور پیادہ دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ آپ کی رائے ہو تو لوگوں سے ان کا بقیہ توشہ منگا لیجئے اور اسے جمع کیجئے، اور اللہ سے برکت کی دعا کیجئے۔ بیشک ہمیں اللہ آپ کی دعا سے پہنچا دے گا یا آپ کی دعا میں ہمیں برکت دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کا بقیہ توشہ منگایا تو لوگ ایک ایک مٹھی اور اس سے زیادہ غلہ لانے لگے سب سے بڑی مقدار جو لایا وہ ایک صاع (ساڑھے تین سیر) کھجور تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جمع کرایا، کھڑے ہوئے اور جو دعا اللہ کو منظور تھی مانگی، لشکر کو مع ان کے برتنوں کے بلایا اور حکم دیا کہ وہ جنگل سے بھریں۔ سارے لشکر میں کوئی برتن ایسا نہ بچا جس کو انھوں نے بھر نہ لیا ہو۔ اس پر بھی بچ رہا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا مسکرائے کہ آپ کی کچلیاں کھل گئیں۔

فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بیشک میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندۂ مومن ان دونوں کلمات کے (عقیدہ کے) ساتھ قیامت میں اللہ سے ملے گا تو اس سے دوزخ روک دی جائے گی

ابو قتادہ سے مروی ہے کہ ایک شب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہمیں وعظ سنایا آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اسی شب کو رات بھر چلو گے اور صبح کو انشاء اللہ پانی (منزل) پر پہنچو گے۔ لوگ اس کیفیت سے روانہ ہوئے کہ کوئی کسی کی طرف رخ نہ کرتا تھا، میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں چل رہا تھا،

آدھی رات گزر گئی تو یکایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آگئی آپ اپنی سواری پر جھک گئے، بغیر اس کے کہ میں آپ کو بیدار کرتا آپ کے سہارا لگا دیا آپ اپنی سواری پر درست ہو کر بیٹھ گئے اور ہم روانہ ہوئے،

رات آخر ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر نیند آگئی اور دوبارہ ۱۲۰
اپنی سواری پر جھک گئے، میں نے بغیر اس کے کہ آپ کو بیدار کروں آپ کے سہارا لگا دیا، آپ اپنی سواری پر درست ہو کر بیٹھ گئے، پھر ہم روانہ ہوئے۔

جب پچھلی شب کا آخری حصہ ہوا تو آپ اس قدر جھک گئے جو پہلی دونوں مرتبہ سے بہت زیادہ تھا، قریب تھا کہ آپ ڈھلک جائیں، میں نے پھر آپ کو سہارا دے دیا آپ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا کہ یہ کون ہے۔ میں نے کہا کہ ابو قتادہ۔ آپ نے فرمایا تمہارا اس طرح میرے ہمراہ چلنا کب سے ہے میں نے کہا کہ میرا اس طرح آپ کے ہمراہ چلنا برابر رات ہی سے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تمہاری اس طرح حفاظت کرے جس طرح تم نے اس کے نبی کی کی ہے۔

پھر فرمایا، کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم لوگ حریفوں سے مخفی رہیں گے۔ کیا تم کسی کے متعلق یہ خیال کرتے ہو کہ وہ منزل میں آرام کر کے سفر کرنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا کہ ایک شتر سوار یہ ہیں پھر میں نے کہا کہ ایک شتر سوار یہ ہیں۔ پھر ہم جمع ہو گئے اور ہم سب سات شتر سوار تھے، نبی علیہ السلام راستہ سے ہٹ گئے، اپنا سر (آرام کے لیے) رکھ دیا۔ اور فرمایا کہ ہماری نماز کا خیال رکھنا (کہ کہیں سونے میں قضا نہ ہو جائے)۔ سب سے پہلے جو شخص بیدار ہوا وہ سورج (نکلنے کی وجہ سے بیدار ہوئے تھے)

ہم سب لوگ گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ سب لوگ سوار ہو جاؤ۔ ہم لوگ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب آفتاب بلند ہو گیا تو آپ اترے، وضو کا برتن مانگا جو میرے پاس تھا اور اس میں پانی تھا۔

ہم لوگوں نے وضو سے کم وضو کیا۔ اور اُس (برتن) میں کچھ پانی بچ گیا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو قتادہ ہمارا وضو کا یہ برتن اچھی طرح رکھنا کیونکہ اس کے لئے ایک عظیم الشان خبر ہو گی۔ نماز کی اذان کہی گئی تو نبی علیہ السلام نے دو رکعتیں فجر سے پہلے پڑھیں آپ نے اسی طرح فجر کی نماز پڑھی جس طرح آپ روزانہ پڑھا کرتے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ، ہم سب لوگ سوار ہو گئے۔ بعض لوگ سرگوشی کرنے لگے۔ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: یہ کیا بات ہے کہ تم لوگ مجھے چھوڑ کے سرگوشی کر رہے ہو۔ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اپنی نماز میں اپنی کوتاہی کے بارے میں سرگوشی کر رہے ہیں (جس کا وقت گزر گیا اور ہم سوتے رہے) فرمایا:

کیا میرے اندر تمہارے لیے نمونہ نہیں ہے (یعنی جس طرح تم سے وقت فوت ہو گیا اسی طرح مجھ سے بھی فوت ہو گیا)۔ بیشک سو جانے میں (اپنی طرف سے) کوتاہی نہیں ہے (بلکہ یہ تو معذوری ہے کہ آنکھ ہی نہ کھلی) لیکن کوتاہی اس شخص کی ہے جو اس نماز کو ادا نہ کرے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔ جو ایسا کرے (کہ وقت پر نہ پڑھ سکے) تو اُسے چاہیئے کہ اس وقت کی نماز جب بیدار ہو پڑھ لے، جب دوسرا دن ہو تو وقت پر پڑھے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے خیال میں لوگوں نے کیا کیا۔ پھر فرمایا کہ لوگوں کی یہ کیفیت ہو گی کہ وہ اپنے نبی کو نہ پائیں گے، ابو بکرؓ و عمرؓ نے (لوگوں کی تسلی کے لئے) کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو دھمکاتے ہیں۔ آپ ایسے نہیں ہیں کہ تمہیں چھوڑ جائیں، لوگوں نے کہا کہ نبی علیہ السلام تمہارے سامنے ہیں اگر تم ابو بکرؓ و عمرؓ کی پیروی کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔

جس وقت ہر چیز گرم ہوگئی یا جس وقت دن بلند ہوگیا ہم لوگوں کے پاس پہنچے اور وہ لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ یا رسول اللہ ہم پیاس کے مارے مر گئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم پر ہلاکت نہ آئے گی! آپ نے قیام فرمایا اور فرمایا کہ میرے لیے میرا چھوٹا پیالہ چھوڑ دو! آپ نے وضو کا برتن مانگا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم (چھوٹے پیالے میں پانی) انڈیلنے لگے اور میں لوگوں کو پلانے لگا۔ جب لوگوں نے دیکھا (کہ پانی کم ہے) تو ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو تم میں ہر شخص سیراب ہو جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انڈیلنے اور میں لوگوں کو پلانے لگا یہاں تک کہ میرے اور آنحضرت کے سوا کوئی نہ بچا آپ نے پانی انڈیلا اور مجھ سے فرمایا کہ پیو عرض کی یا رسول اللہ تاوقتیکہ آپ نہ نوش فرمائیں گے میں نہیں پیوں گا۔ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قوم کا ساقی قوم کے آخر میں پیتا ہے چنانچہ میں نے بھی پیا اور نبی علیہ السلام نے بھی نوش فرمایا۔ چنانچہ لوگ پانی کے پاس بکثرت سیراب ہو کر آئے۔

۱۲۱ عبد اللہ بن رباح نے کہا کہ میں تمھاری اسی جامع مسجد میں یہ حدیث بیان کرتا ہوں۔ جب مجھ سے عمران بن حصین نے کہا کہ دیکھو اے نوجوان دیکھو کہ تم کیونکر حدیث بیان کرتے ہو۔ کیونکہ اس شب میں میں بھی ایک سوار تھا، راوی نے کہا اے ابو نجید کیا آپ زیادہ جانتے ہیں، پوچھا آپ کن لوگوں میں سے ہیں، میں نے کہا کہ انصار میں سے۔ انھوں نے کہا کہ تب تو آپ لوگ اپنی حدیث کو زیادہ جانتے ہیں۔ آپ قوم سے حدیث بیان کیجئے۔

میں نے قوم سے حدیث بیان کی تو عمران نے کہا کہ میں بھی اس شب موجود تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ کسی نے اس حدیث کو اس طرح یاد کیا ہو جس طرح آپ نے یاد کیا ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس آیا اور کہا، آپ کس سبب سے نبی ہیں۔

فرمایا: اگر میں کھجور کے درخت کی کسی چیز کو دعوت کروں اور وہ میری دعوت قبول کرے تو کیا تم مجھ پر ایمان لاؤ گے۔ اس نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ نے اس کو دعوت کی اور اس نے آپ کی دعوت قبول کی تو وہ شخص آپ پر ایمان لایا اور مسلمان ہوگیا۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ہمیں حدیبیہ میں پیاس کی شدت پیش آئی تو ہم لوگ گھبرائے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، آپ کے سامنے ایک مٹی کی ہانڈی تھی جس میں پانی تھا۔ اس میں آپ نے اس طرح اپنی انگلیاں پھرائیں۔ اور فرمایا کہ بسم اللہ، لو۔ پھر پانی آپکی انگلیوں سے اس طرح نکلنے لگا کہ گویا وہ چشمے ہیں، وہ ہم سب کو کافی ہوگیا اور سب کو پہنچ گیا، ہم نے پیا اور وضو کیا۔

المقداد سے مروی ہے کہ میں اور میرے دو ہمراہی اس کیفیت سے آئے کہ مشقت کی وجہ سے ہماری سماعت و بصارت جا چکی تھی۔ ہم لوگ اپنے آپ کو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتے تھے اور کوئی شخص ہمیں قبول نہ کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ ہمیں اپنے متعلقین کے پاس لے گئے، وہاں تین بکریاں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے درمیان یہی دودھ دودھ لو، ہم لوگ دودھ دوہا کرتے تھے اور ہر شخص اپنا حصہ پی لیتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ آپ کے لیے اٹھا رکھتے تھے۔ آپ رات کو تشریف لاتے تھے اور اس طرح سلام کرتے تھے کہ سونے والے بیدار نہ ہوتے اور جاگنے والے سن لیتے مسجد میں نماز پڑھ کر شربت (دودھ کا حصہ) نوش فرماتے تھے۔

مقداد نے کہا ایک شب میرے پاس شیطان آیا اور کہا کہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) انصار کے پاس تشریف لے جاتے ہیں تو وہ لوگ آپ کو تحفہ دیتے ہیں اور ان لوگوں کے پاس آپ (ضروریات) پا جاتے ہیں آپ کو

اس گھونٹ بھر دودھ کی حاجت نہیں ہے۔ لہٰذا تم اس کو بھی پی جاؤ۔
وہ مجھے سبز باغ دکھاتا رہا یہاں تک کہ میں نے اسے پی لیا جب وہ میرے پیٹ میں پہنچ گیا اور وہ سمجھ گیا کہ اب اس (دودھ) پر کوئی قابو نہیں تو اس نے مجھے شرمندہ کیا اور کہا کہ تم پر افسوس ہے کیا حرکت کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا شربت پی گئے آپ تشریف لائیں گے اور اس (شربت یا دودھ) کو نہ دیکھیں گے تو تمہارے لیے بددعا کریں گے اور تم ہلاک ہو جاؤ گے، تمہاری دنیا بھی جائے گی اور آخرت بھی جائے گی۔
مقداد نے کہا، میرے بدن پر ایک کمبل تھا کہ جب سر پر اڑھایا جاتا تھا تو قدم باہر ہو جاتے تھے، اور جب قدموں پر ڈال دیا جاتا تھا تو سر کھل جاتا تھا۔ مجھے نیند نہ آتی تھی، میرے دونوں ہمراہی سو گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے اسی طرح سلام کیا جس طرح (آہستہ آواز سے) کیا کرتے تھے، مسجد میں آئے اور نماز پڑھی پھر شربت کے پاس آئے، (برتن کو) کھولا تو اس میں کچھ نہ پایا۔ آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اب آپ میرے لیے بددعا کریں گے اور میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! اسے کھلا جو مجھے کھلائے اور اسے پلا جو مجھے پلائے۔ میں نے اپنے کمبل کی طرف رخ کیا اور اسے اپنے اوپر کس لیا، چھری لی اور بکریوں کے پاس جا کر تلاش کرنے لگا کہ ان میں کون زیادہ موٹی ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذبح کر دوں، اتفاق سے وہ سب کی سب دودھ سے بھری ہوئی تھیں۔ میں نے آنحضرت کے متعلقین کے ایسے برتن کی طرف رخ کیا جس میں ان لوگوں کی دودھ دوہنے کی خواہش نہ تھی اس میں میں نے اتنا دودھ دوہا کہ جھاگ برتن کے اوپر آ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے مقداد کیا تم لوگوں نے آج شب کو اپنے حصے کا شربت (دودھ) نہیں پیا (جو اس قدر لے آئے) عرض کی: یا رسول اللہ نوش فرمائیے۔ آپ نے نوش فرمایا، مجھے دیا تو میں نے کہا کہ

یارسول اللہ آپ نوش فرمائیے۔ آپ نے نوش فرمایا پھر مجھے دیا تو جو بچا تھا وہ میں نے پی لیا۔ جب میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیراب ہو گئے اور آپ کی دعا (کی برکت) مجھے پہنچ گئی تو میں اتنا ہنسا کہ زمین پر لوٹ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مقداد یہ بھی تمھاری ایک برائی ہے، عرض کی یارسول اللہ میرا یہ معاملہ ہوا اور میں نے یہ کیا (یعنی شیطان کا واقعہ بیان کر دیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بھی اللہ کی طرف سے محض رحمت ہی تھی۔ کیا تم میرے قریب نہیں لائے تھے تاکہ اپنے ان دونوں ہمراہیوں کو بیدار کرو اور وہ بھی اس (دودھ) میں سے کچھ پا جائیں۔ میں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ جب آپ اسے (دودھ کو) پا گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ پا گیا تو مجھے اس کی پروا نہیں کہ لوگوں میں سے کس نے اسے پایا۔

قاسم سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ میں کسی کو نہیں پہچانتا جو مجھ سے پہلے اس طرح اسلام لایا ہو۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں اپنے متعلقین کی بکریاں (جنگل میں) چرا رہا تھا، آپ نے فرمایا: کیا تمھاری بکریوں میں دودھ ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے ایک بکری پکڑ لی اور اس کے تھن کو چھوا تو دودھ اتر آیا۔ چنانچہ میں کسی کو نہیں پہچانتا جو مجھ سے پہلے (اس طرح) اسلام لایا ہو۔

سلمان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، آپ کسی صحابی کے جنازہ میں تھے۔ جب مجھے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ میرے پیچھے گھوم جاؤ، آپ نے اپنی چادر اتار دی۔ میں نے مہر نبوت دیکھی اور اسے بوسہ دیا۔ پھر میں گھوم کر آپ کے پاس آ گیا اور سامنے بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا کہ (اپنے آقا سے) مکاتبت کر لو (یعنی بعد ادائے زر ثمن اپنی آزادی

کی دستاویز لکھا لو۔)

میں نے تین سو پھل دینے والی کھجور کی قلموں اور چالیس اوقیہ (ڈیڑھ سیر سے زائد) سونے پر مکاتبت کرلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے اصحاب سے) فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو لوگ ایک ایک دو دو تین تین قلمیں لاتے تھے یہاں تک کہ تین سو قلمیں جمع ہوگئیں۔

عرض کی کہ مجھے ان کے پھل لانے پر کیونکر قدرت ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور ان کے بونے کے لیے اپنے ہاتھ سے گڑھے کھودو۔ میں نے گڑھے کھود دیے۔ آپ کے پاس آیا تو آپ میرے ہمراہ تشریف لائے اور انھیں اپنے ہاتھ سے رکھدیا۔ ان میں سے ایک درخت بھی پھل دینے سے نہ بچا۔ اور سونا (ادا کرنا) رہ گیا۔ ۱۲۳

میں جس وقت آنحضرتؐ کے پاس تھا تو کبوتر کے انڈے کے برابر زکوٰۃ کا سونا لایا گیا آپ نے فرمایا کہ فارسی مکاتب غلام (یعنی سلمان) کہاں ہیں۔ میں اٹھ کھڑا ہوا آپ نے فرمایا کہ یہ لو اور اس میں سے ادا کردو۔ عرض کی: یہ مجھے کیونکر کافی ہوگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے اسے چھوا۔ میں نے اس میں سے چالیس اوقیہ (اپنے آقا کو) تول دیا اور جتنا ان لوگوں کو دیا تھا اتنا ہی میرے پاس بچ گیا۔

ابو صخر العقیلی سے مروی ہے کہ میں نکل کر مدینہ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے جو ابوبکرؓ و عمرؓ کے آگے چل رہے تھے آپ ایک یہودی پر گذرے جس کے پاس ایک دفتر تھا کہ اس میں توریت تھی، وہ اسے اپنے ایک مریض بھتیجے کو پڑھ کر سنا رہا تھا جو اس کے سامنے تھا نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یہودی میں تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ پر توریت نازل کی اور بنی اسرائیل کے لیے سمندر میں راستہ کردیا کیا تو اپنی توریت میں میری صفت و ذکر اور میرے ظہور کا مقام پاتا ہے، اس نے اپنے سر کے اشارے سے کہا "نہیں" اس کے بھتیجے نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ پر توریت نازل کی اور بنی اسرائیل کے لیے سمندر میں راستہ کردیا کہ بیشک یہ شخص اپنی کتاب میں آپ کی نعت اور آپ کا زمانہ اور آپ کی صفت اور آپ کے ظہور کا مقام (لکھا ہوا) پاتا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں"۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس یہودی کو اپنے ساتھی کے پاس سے اٹھا دو، اس نوجوان کی روح قبض کر لی گئی تو نبی علیہ السلام نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اُسے دفن کیا۔
بنی جمع کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ جب نبی علیہ السلام (دوران ہجرت میں) ام معبد کے پاس آئے تو دریافت فرمایا کہ ضیافت کی کوئی چیز ہے۔ ام معبد نے کہا "نہیں"
آپ اور ابوبکر وہاں سے علیحدہ ہٹ گئے۔ شام کو ان کے بیٹے بکریوں کو (جنگل سے چرا کر) لائے تو انھوں نے اپنی والدہ سے کہا کہ یہ مجمع کیا ہے جو مجھے دور بیٹھا ہوا نظر آتا ہے انھوں نے کہا کہ ایک قوم ہے جنھوں نے ہم سے مہمانی ضیافت طلب کی قومیں نے کہا کہ ہمارے پاس کوئی چیز ضیافت کی نہیں ہے
ان کے بیٹے ان حضرات کے پاس آئے اور عذر کیا اور کہا کہ وہ ایک ضعیف عورت ہیں۔ اور جس چیز کی آپ کو ضرورت ہو ہمارے پاس ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی بکریوں میں سے ایک بکری میرے پاس لے آؤ۔
وہ گئے اور ایک بکری پکڑی جو بچہ تھی۔ ان کی والدہ نے کہا کہ تم کہاں جاتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ان دونوں (آنحضرت و ابوبکر) نے مجھ سے بکری مانگی ہے۔ ام معبد نے کہا کہ یہ لوگ اسے کیا کریں گے بیٹے نے کہا کہ جو چاہیں گے۔ نبی علیہ السلام نے اس کے تھن اور اپنی پر ہاتھ پھیرا تو اُس کے دودھ اتر آیا آپ نے دوہا یہاں تک کہ ایک بڑا پیالہ بھر گیا اور آپ نے اسے اسی طرح دودھ سے بھرا ہوا چھوڑا جس طرح کہ وہ تھی۔
فرمایا کہ اسے اپنی والدہ کے پاس لے جاؤ اور اپنی بکریوں میں سے میرے پاس دوسری بکری لے آؤ۔ وہ اپنی والدہ کے پاس دودھ کا پیالہ لائے تو پوچھا: یہ تمھیں کہاں سے مل گیا انھوں نے کہا کہ یہ فلاں بکری کا دودھ ہے۔

ام معبد نے کہا، یہ کیونکر ہو سکتا ہے اس کے تو کبھی بچہ بھی نہیں ہوا
لات کی قسم، میں اس شخص کو یہ گمان کرتی ہوں کہ وہی نئے دین والے
ہیں جو مکے میں تھے۔ ام معبد نے دودھ پیا۔ ان کے بیٹے آپ کے پاس
ایک دوسری بکری لائے جو بچہ نہ تھی آپ نے اس کا بھی دودھ دوہا یہاں تک
کہ وہ بڑا پیالہ بھر گیا اور اُسے اسی طرح دودھ بھرا ہوا چھوڑا جیسی کہ
وہ تھی، آپ نے ان سے فرمایا کہ تم بھی پیو، انھوں نے بھی پیا۔
فرمایا میرے پاس کوئی اور بکری لاؤ۔ وہ اسے آپ کے پاس
لائے تو آپ نے دوہا اور ابوبکر کو پلایا، پھر فرمایا کہ میرے پاس کوئی
اور بکری لاؤ۔ وہ اسے آپ کے پاس لائے آپ نے دوہا اور نوش فرمایا
اور ان سب بکریوں کو اسی طرح دودھ بھرا چھوڑا جیسی کہ وہ ہو گئی تھیں
حسن سے مروی ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد
۱۲۴ میں تھے ایک بھڑکنے والا اونٹ آیا۔ اس نے اپنا سر
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش میں رکھ دیا اور بلبلانے لگا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا، یہ اونٹ کہتا ہے کہ یہ ایک شخص کا ہے جو اس کو
اپنے والد کی جانب سے کھانے میں ذبح کرنا چاہتا ہے یہ فریاد کرنے آیا
ہے۔
ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ یہ فلاں شخص کا اونٹ ہے اور اس نے
اس کے متعلق یہی ارادہ کیا ہے۔ نبی علیہ السلام نے اس شخص کو بلایا،
اور دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ اس کا ارادہ اس اونٹ کے متعلق
یہی ہے۔ نبی علیہ السلام نے اس سے سفارش فرمائی کہ وہ اُسے ذبح
نہ کرے جو اس نے منظور کر لیا۔
جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ علیؓ نے کہا:
ایک رات کو ہم لوگ بغیر شب کا کھانا کھائے ہوئے سو گئے صبح کو
اٹھ کر باہر گیا، واپس آیا تو دیکھا کہ فاطمہ علیہا السلام رنجیدہ تھیں میں نے کہا
آپ کو کیا ہوا۔ انھوں نے کہا کہ آج نہ تو ہم نے رات کا کھانا کھایا

اور نہ دن کا کھانا کھایا اور نہ ہمارے پاس رات کا کھانا ہے۔

میں نکلا اور تلاش کیا تو کچھ مل گیا جس سے میں نے غلہ اور ایک درہم کا گوشت خریدا، فاطمہؓ کے پاس لایا تو انھوں نے روٹی اور سالن پکایا جب وہ ہانڈی پکانے سے فارغ ہوئیں تو کہا کاش آپ میرے والد کے پاس جاکر انھیں بلا لاتے۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا جو مسجد میں کروٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے اور لیٹے ہوئے فرما رہے تھے کہ اے اللہ میں بھوک سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ ہمارے پاس کھانا ہے لہٰذا تشریف لائیے آپ نے میرے اوپر سہارا لگایا یہاں تک کہ اندر تشریف لائے، ہانڈی ابل رہی تھی۔

آپ نے (فاطمہؓ سے) فرمایا کہ عائشہؓ کے لئے سالن نکالو، انھوں نے ایک پیالے میں نکالا۔

فرمایا کہ حفصہ کے لیے سالن نکالو۔ انھوں نے ایک پیالے میں سالن نکالا۔ یہاں تک کہ انھوں نے آپ کی نو بیویوں کے لئے سالن نکالا۔

فرمایا کہ اپنے بیٹے کے لیے اور اپنے شوہر کے لیے سالن نکالو۔ اس کی بھی تعمیل کی۔

فرمایا کہ تم نکالو اور کھاؤ انھوں نے سالن نکالا۔ ہانڈی چڑھا دی گئی اور وہ بھری ہوئی تھی۔ چنانچہ جتنا اللہ نے چاہا ہم نے اس میں سے کھایا۔

علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ مکے میں تھے، خدیجہؓ کو حکم دیا کہ آپ کے لیے کھانا تیار کریں علیؓ سے فرمایا کہ اولاد عبدالمطلب کو بلا دو۔ انھوں نے چالیس آدمیوں کو بلایا۔ آپ نے علیؓ سے فرمایا کہ اپنا کھانا لاؤ۔

علیؓ نے کہا کہ میں ان لوگوں کے پاس ثرید لایا جو صرف اتنا تھا کہ ایک آدمی کھا لیتا۔ مگر ان سب نے اس میں سے کھایا یہاں تک کہ سیر ہوگئے

آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو پانی پلاؤ میں نے انھیں ایک ایسے برتن سے پانی پلایا جو ایک آدمی بھر کی سیرابی کا تھا مگر اس میں سے سب نے پیا یہاں تک کہ باز آ گئے۔

ابولہب نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم سب پر جادو کر دیا۔ سب چلے گئے آپ نے ان لوگوں کو نہیں بلایا چند روز کے بعد ان لوگوں کے لیے اسی طرح کھانا تیار کرایا۔ مجھے حکم دیا تو میں نے ان سب کو جمع کیا انھوں نے کھایا۔ آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ میں جس کام پر ہوں اس میں کون میری مدد کرے گا اور میری دعوت قبول کرے گا اس شرط پر کہ وہ میرا بھائی ہو اور اس کے لیے جنت ہو۔

(علیؓ نے کہا کہ) یارسول اللہ میں (مدد کروں گا اور دعوت قبول کروں گا)
حالانکہ میں ان سب میں کم سن اور ان سب میں کمزور اور پتلی پنڈلیوں
والا ہوں۔ ساری قوم خاموش رہی ان لوگوں نے کہا کہ اے ابوطالب تم ۱۲۵
اپنے بیٹے (علیؓ) کو نہیں دیکھتے ابوطالب نے کہا کہ انھیں چھوڑ دو کیونکہ وہ اپنے
چچا کے بیٹے کے ساتھ خیر کرنے میں ہرگز کوتاہی نہ کریں گے۔

زید بن اسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ (غزوۂ احد میں) قتادہ بن نعمان کی آنکھ میں چوٹ آ گئی اور وہ ان کے رخسارے پر بہ آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ہاتھ سے (آنکھ کے حلقہ میں) لوٹا دیا۔ وہ سب سے اچھی اور سب سے زیادہ درست ہو گئی۔

زید بن اسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ غزوۂ بدر میں عکاشہ بن محصن کی تلوار ٹوٹ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں درخت کی ایک چھڑی دیدی جو ان کے ہاتھ میں تیز، چمکدار اور مضبوط تلوار بن گئی۔

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لکڑی سے جو مسجد میں تھی تکیہ لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر بنایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر چڑھے وہ لکڑی رونے لگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گلے لگایا تو خاموش ہو گئی۔

زید بن اسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ (بحالت شرک) سراقہ بن مالک نے

تیروں سے اس امر کے متعلق قرعہ ڈالا کہ آنحضرتؐ (مکے سے بچ کر) نکل جائیں گے یا نہیں، ہر مرتبہ یہی نکلا کہ آپ (مکے سے بچ کر) نہیں جائیں گے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں سوار ہوئے۔ اور آنحضرتؐ کو پا گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ ان کے گھوڑے کے پیر دھنسا دیئے جائیں، پیر دھنس گئے۔ سراقہ نے عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میرے گھوڑے کو چھوڑ دے تو میں آپ سے باز آجاؤں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ اگر یہ سچے ہوں تو ان کے گھوڑے کو رہا کر دے۔ چنانچہ گھوڑے کے پیر باہر نکل آئے۔

قریش کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ جب بنی ہاشم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے حوالے کرنے سے انکار کیا تو قریش نے باہم ایک عہد نامہ لکھا کہ وہ بنی ہاشم کو نہ بیٹی دیں گے نہ ان کی بیٹی لیں گے، نہ ان سے کچھ خریدیں گے اور نہ ان کے ہاتھ فروخت کریں گے، نہ کسی امر میں ان سے میل جول کریں گے اور نہ اُن سے بولیں گے۔

قریش نے باہم یہ عہد لکھا تو بنی ہاشم تین سال تک اپنے شعب میں (جو مکے کے قریب ایک مقام ہے) محصور رہے۔ سوائے ابولہب کے کہ وہ تو ان لوگوں کے ہمراہ شعب میں نہیں گیا، باقی عبدالمطلب بن عبدمناف کا خاندان شعب میں چلا گیا۔

جب (اس معاہدے کو) تین برس گذر گئے تو اللہ نے اپنے نبی کو عہد نامے کے مضمون پر اور اس امر پر مطلع کر دیا کہ اس میں جو ظلم و جور کا مضمون تھا اسے دیمک کھا گئی صرف اللہ کا ذکر باقی رہ گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے بیان کیا تو ابوطالب نے کہا۔ اے میرے بھتیجے جو تم مجھے خبر دے رہے ہو کیا یہ سچ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بخدا ہاں،

ابوطالب نے اس کو اپنے بھائیوں سے بیان کیا تو ان لوگوں نے ابوطالب سے کہا کہ آنحضرتؐ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے ابوطالب نے

ابو طالب نے کہا کہ بخدا آپ کبھی جھوٹ نہیں بولے ہیں (اے میرے بھتیجے) تمھاری کیا رائے ہے
آپ نے فرمایا کہ میری یہ رائے ہے کہ آپ لوگوں کو جو اچھے سے اچھے
کپڑے دستیاب ہوں وہ پہنئے پھر سب مل کر قریش کے پاس جائیے۔ ۱۲۶
تاکہ اس واقعے کی خبر انھیں پہنچنے سے پہلے ہم ان سے اس کو بیان کردیں
لوگ روانہ ہوئے یہاں تک کہ مسجد حرام میں پہنچے، انھوں نے
حطیم کا قصد کیا، حطیم میں صرف قریش کے سن رسیدہ اور صاحب عقل وفہم
لوگ بیٹھا کرتے تھے،

اہل مجلس ان کی طرف متوجہ ہوکر دیکھنے لگے کہ یہ لوگ کیا کہتے
ہیں۔ ابوطالب نے کہا کہ ہم ایک کام سے آئے ہیں، لہٰذا تم لوگ
بھی ایک ایسے سبب سے اسے مان لو جو تم کو بتایا جائے گا۔

ان لوگوں نے "مرحبا واہلا" کے نعرے لگائے اور کہا کہ ہمارے
یہاں وہ بات ہوگی جس سے تم خوش ہوگئے۔ اچھا تو تم کیا چاہتے ہو۔

ابوطالب نے کہا کہ میرے بھتیجے نے مجھے یہ خبر دی ہے اور
انھوں نے کبھی مجھ سے غلط بات نہیں کہی ہے کہ تمھاری اس کتاب پر
جو تم نے لکھی ہے اللہ نے دیمک مسلط کردی اس میں ظلم وجور وقطع رحم
کے متعلق جو مضمون تھا اسے وہ چاٹ گئی صرف وہ مضمون باقی رہ گیا
ہے جس میں اللہ کا ذکر ہے، اگر میرے بھتیجے سچے ہیں تو تم لوگ اپنی
بری رائے سے ہٹ جاؤ اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو میں انھیں تمھارے
حوالے کردوں گا۔ پھر چاہے تم لوگ انھیں قتل کردینا خواہ زندہ رکھنا،

ان لوگوں نے کہا کہ تم نے ہمارے ساتھ انصاف کیا ہے، انھوں
نے اس کتاب کو منگا بھیجا، جب وہ لائی گئی تو ابوطالب نے کہا کہ
اس کو پڑھو، لوگوں نے اسے کھولا تو اتفاق سے وہ اسی طرح تھی جیسا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ سوائے اس حصے کے جس میں
اللہ کا ذکر تھا سب کا سب دیمک کھا گئی تھی۔

سب لوگ حیران ہوگئے اور شرمندگی سے سرنگوں ہوگئے۔

ابوطالب نے کہا کیا تمھیں واضح ہوگیا کہ تمھیں لوگ ظلم و قطع رحم و بدی کے قریب تر ہو؟ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

قریش نے بنی ہاشم کے ساتھ جو برتاؤ کیا تھا اس پر چند آدمیوں نے ایک دوسرے کو ملامت کی۔ پھر یہ لوگ بہت تھوڑے رہ گئے۔

ابوطالب یہ کہتے ہوئے شعب واپس آئے کہ اے گروہ قریش ہم لوگ کس بنا پر محصور و مقید ہیں حالانکہ حقیقت امر واضح ہوگئی۔

ابوطالب اور ان کے ساتھی کعبے کے پردوں میں داخل ہوئے اور کہا کہ اے اللہ جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہم سے قطع رحم کیا اور ہماری اس چیز کو حلال سمجھ لیا جو اس پر حرام ہے اس سے ہماری مدد کر۔

یہ کہا اور واپس ہو گئے۔

جابر وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سب سے پہلے جو خبر مدینے میں آئی وہ یہ تھی کہ اہل مدینہ میں سے ایک عورت کے ایک جن تابع تھا، وہ ایک پرندے کی شکل میں آیا مکان کی دیوار پر اترا تو اس عورت نے کہا کہ نیچے اتر، تو ہم سے بات کر، ہم تجھ سے بات کریں، تو ہمیں خبر دے اور ہم تجھے خبر دیں، اس نے کہا کہ مکے میں ایک نبی مبعوث ہوئے ہیں جنھوں نے زنا کو ہم پر حرام کردیا ہے۔ اور ہمارا قرار چین چھین لیا ہے۔

زمانۂ بعثت و مقصد بعثت نبوی



سفیان ثوری سے مروی ہے کہ میں نے السدی کو آیت ووجدک ضالا فھدی (یعنی اللہ نے آپ کو ناواقف پایا پھر اس نے ہدایت کردی) کی تفسیر میں کہتے سنا کہ آپ چالیس برس تک اپنی قوم کے حال پر رہے۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ولادت سے چالیس برس بعد مبعوث کئے گئے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس (برس) کے بعد مبعوث ہوئے۔

ابو غالب الباہلی سے مروی ہے کہ وہ اس وقت العلاء بن زیاد العدوی کے پاس موجود تھے جب انس بن مالک سے دریافت کیا: اے ابو حمزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو آپ کس شخص کی عمر کے تھے۔ انھوں نے کہا کہ آپ چالیس برس کے تھے۔ العلاء نے پوچھا پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ انس نے جواب دیا: آپ دس سال مکے میں رہے اور دس سال مدینے میں رہے۔

ابن سعد نے کہا: یہ انس کا قول ہے کہ آپ مکے میں دس برس رہے اور ان کے سوا کوئی اس کو نہیں کہتا (سب تیرہ برس کہتے ہیں)۔

عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب نبوت نازل ہوئی تو آپ چالیس برس کے تھے تین سال اسرافیلؑ آپ کے ساتھ رہے پھر انھیں آپ سے جدا کر لیا گیا اور جبریلؑ کو دس سال مکے میں اور دس سال مدینے میں آپ کی ہجرت کے زمانے میں ساتھ رکھا گیا، ترسٹھ برس کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

محمد بن سعد نے کہا: میں نے یہ حدیث محمد بن عمرؓ سے بیان کی تو فرمایا: ہمارے شہر کے اہل علم بالکل نہیں جانتے کہ اسرافیلؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکھے گئے، ان کے علماء اور ان میں سے علمائے سیرت کہتے ہیں کہ آپ پر جب سے وحی نازل ہوئی اس وقت سے آپ کی وفات تک سوائے جبریلؑ کے کوئی فرشتہ آپ کے ساتھ نہیں رکھا گیا۔

زرارہ بن اوفی سے مروی ہے کہ قرن ایک سو بیس برس کا ہوتا ہے جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے وہ وہی سال تھا جس میں یزید بن معاویہؓ کی وفات ہوئی۔

ابو جعفر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں احمر (سرخ) و اسود (سیاہ) کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں یعبد الملک

نے کہا کہ احمر انسان ہیں اور اسود جن۔

حسنؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان سب کا رسول ہوں جن کو میں زندہ پاؤں اور جو میرے بعد پیدا ہوں۔

۱۲۰ خالد بن معدان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں، اگر مجھ کو نہ مانیں تو عرب کی طرف، وہ بھی مجھے نہ مانیں تو قریش کی طرف، وہ بھی نہ مانیں تو بنی ہاشم کی طرف اور اگر وہ بھی نہ مانیں تو میں صرف اپنی ہی طرف (تبلیغ کروں گا)۔

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنایا گیا ہے، اور مجھی پر انبیاء ختم کر دیے گئے ہیں۔

جابر سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: میں ایک ہزار نبی یا اس سے زیادہ کا ختم کرنے والا ہوں۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آٹھ ہزار انبیاء کے بعد بھیجا گیا ہوں جن میں چار ہزار نبی بنی اسرائیل کے ہیں۔

حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ملت حنیفیہ سہلہ کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں۔

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں صرف اس لیے مبعوث ہوا ہوں کہ اخلاق حسنہ کو مکمل کر دوں۔

معبد بن خالد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ جانتے ہو، میں وہ رحمت ہوں جو بطور ہدیہ بھیجی گئی ہے، میں ایک قوم کی ترقی اور دوسروں کے تنزل کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔

ابوصالح سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو میں تو محض وہ رحمت ہوں جو بطور ہدیہ بھیجی گئی ہے۔
مالک بن انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا:
میں صرف اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ اخلاق کا حسن مکمل کر دوں۔
ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں لوگوں سے اس وقت تک جہاد کرنے پر مامور ہوں کہ وہ " لا الٰہ الا اللہ " کہیں، جو لا الٰہ الا اللہ کہے گا۔ اس کی جان اور اس کا مال مجھ سے محفوظ ہو جائے گا، سوائے اس کے کہ جو اس (جان و مال کے لینے) کا حق ہو گا۔ (تو لیا بھی جائے گا۔) اور اس کا حساب اللہ کے ذمے ہے (کہ وہ واقعی مسلمان ہوا یا نہیں)۔ اللہ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے اور اس قوم کا ذکر کیا ہے جس نے تکبر کیا، فرمایا ہے کہ " انھم کانوا اذا قیل لھم لا الٰہ الا اللہ یستکبرون " (وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے)۔
129 ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں لوگوں سے اس وقت تک جہاد کرنے پر مامور ہوں کہ وہ " لا الٰہ الا اللہ " کہیں، جب وہ اس کو کہیں گے تو اپنے جان و مال کو مجھ سے بچا لیں گے سوائے اس کے جو اس کا حق ہو۔ اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

یوم بعثت

ابن عباس سے مروی ہے کہ تمہارے نبی علیہ السلام دو شنبے کو نبی بنائے گئے۔
انس سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام دو شنبے کو نبی بنائے گئے۔
ابو جعفر سے مروی ہے کہ ۱۷ رمضان یوم دوشنبہ کو حرا میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتہ نازل ہوا، اس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کے تھے، جو فرشتہ آپ پر وحی لے کے نازل ہوتا تھا وہ جبریلؑ تھے۔

نزول وحی

قتادہ سے آیت "وایدناہ بروح القدس" (اور ہم نے روح القدس سے آپ کی مدد کی) کی تفسیر میں مروی ہے کہ وہ جبریلؑ تھے۔

عائشہؓ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس وحی کی ابتدا ہوئی وہ سچے خواب تھے۔

آپ کوئی خواب نہ دیکھتے تھے جو سفیدی صبح کی طرح پیش نہ آتا ہو۔ جب تک اللہ کو منظور رہا اسی حالت پر رہے۔ خلوت وگوشہ نشینی کی رغبت دیدی گئی، اس سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ تھی۔ آپ غار حرا میں گوشہ نشین رہتے تھے جس میں قبل اس کے کہ اپنے اعزہ ومتعلقین کے پاس واپس آئیں متعدد راتیں تنہائی وعبادت میں گذارتے تھے۔ پھر خدیجہؓ کے پاس واپس آتے تھے، اسی طرح راتوں کے لیے توشہ لے لیتے تھے یہاں تک کہ یکایک آپ کے پاس امر حق آگیا حالانکہ آپ غار حرا ہی میں تھے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت (مذکورہ) پر تھے تو اجیاد میں قیام تھا، آپ نے افق آسمان پر ایک فرشتے کو اس کیفیت سے دیکھا کہ وہ اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے پکار رہا ہے: یا محمدؐ میں جبریلؑ ہوں، یا محمدؐ میں جبریلؑ ہوں (صلی اللہ علیہما وسلم)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈر گئے۔ جب اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے تھے تو برابر ان کو دیکھتے تھے۔

۱۳۰ آپ بہت تیزی کے ساتھ خدیجہؓ کے پاس آئے، انھیں اس واقعے سے آگاہ کیا اور فرمایا: اے خدیجہؓ، واللہ مجھے ان بتوں اور کاہنوں کا سا بغض کبھی کسی چیز سے نہیں ہوا، میں اندیشہ کرتا ہوں کہ کہیں کاہن نہ ہو جاؤں۔

خدیجہؓ نے کہا ہرگز نہیں۔ اے میرے چچا کے فرزند یہ نہ کہیے اللہ آپ کے ساتھ کبھی ایسا نہ کرے گا، آپ صلۂ رحم کرتے ہیں، بات سچ کہتے ہیں اور امانت ادا کرتے ہیں، آپ کے اخلاق کریم ہیں۔

پھر خدیجہؓ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں، اور یہ گویا سب سے پہلی مرتبہ ان کے پاس گئیں، انھیں اس واقعے سے خبردار کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔

ورقہ نے کہا: بخدا تمہارے چچا کے فرزند بیشک سچے ہیں بیشک یہ نبوت کی ابتدا ہے، بیشک ان کے پاس ناموس اکبر (جبریل ؑ) آئیں گے، تم ان سے کہو کہ وہ اپنے دل میں سوائے نیکی کے اور کوئی بات نہ لائیں۔

عروہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خدیجہ میں ایک نور دیکھتا ہوں اور ایک آواز سنتا ہوں، اندیشہ ہے کہ میں کاہن نہ ہو جاؤں۔ خدیجہؓ نے کہا: اے فرزند عبد اللہ، اللہ آپ کے ساتھ ایسا نہیں کرے گا۔ آپ سچ بات کہتے ہیں، امانت ادا کرتے ہیں اور صلۂ رحم کرتے ہیں۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خدیجہؓ میں ایک آواز سنتا اور ایک نور دیکھتا ہوں، ڈرتا ہوں کہ مجھے جنون نہ ہو جائے، خدیجہؓ نے کہا: اے فرزند عبد اللہ، اللہ ایسا نہیں ہے کہ آپ کے ساتھ ایسا کرے، وہ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا، تو انھوں نے کہا: اگر وہ سچے ہیں تو یہ ناموس موسیٰ

کی طرح ناموس (فرشتہ) ہے جس کی یہ آواز و روشنی ہے) وہ میری زندگی میں مبعوث ہو گئے تو میں ان کی حمایت کروں گا، مدد کروں گا، اور ان پر ایمان لاؤں گا۔

نزولِ قرآن

محمد بن عباد بن جعفر سے مروی ہے کہ بعض علماء کو کہتے سنا کہ سب سے پہلے جو وحی نبی علیہ السلام پر نازل ہوئی وہ یہ تھی "اقرأ باسم ربك الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرأ و ربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم" جو وحی حرا کے دن نبی علیہ السلام پر نازل ہوئی یہ اس کا ابتدائی حصہ ہے۔ اس کے بعد مشیت الٰہی کے مطابق اس کا آخری حصہ بھی نازل ہوا۔

عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جو سورۃ نبی علیہ السلام پر نازل کی گئی وہ "اقرأ باسم ربك الذی خلق" ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب حرا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو کچھ دن تک یہ کیفیت رہی کہ جبریل نظر نہ آئے آپ کو شدید غم ہوا۔ کبھی ثبیر جاتے تھے کبھی حراء۔ اور یہ ارادہ کرتے تھے کہ اپنے آپ کو اس پر سے گرا دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں پہاڑوں میں سے کسی کا ارادہ فرما رہے تھے کہ آسمان سے ایک آواز سنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آواز کی گرج سے رک گئے، سر اٹھایا تو آسمان و زمین کے درمیان جبریلؑ ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آئے جو کہہ رہے تھے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریلؑ ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح واپس ہوئے کہ اللہ نے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دی تھیں اور دل مضبوط کر دیا تھا۔ اس کے بعد وحی کا

۱۳۱

تانتا بندھ گیا۔

ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے کہا گیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ آپ کی آنکھ کو سونا چاہیئے، کان کو سننا چاہیئے اور قلب کو یاد (الٰہی) کرنا چاہیئے چنانچہ میری آنکھ سوتی ہے، قلب یاد کرتا ہے اور کان سنتا ہے۔

شدت وحی

عُبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کو تکلیف ہوتی تھی، چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی جاتی تھی تو آپ اُس کی وجہ سے مدہوش کی طرح پژمردہ ہو جاتے تھے۔

ابوارویٰ الدوسی سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت وحی نازل ہوتے دیکھا جب آپ اپنی سواری پر تھے، وہ چلاتی تھی اور اپنے ہاتھ سکیڑتی تھی، مجھے گمان ہوا کہ اس کی باہیں ٹوٹ جائیں گی۔ اکثر وہ بیٹھ جاتی تھی، اپنے ہاتھ گاڑ کے کھڑی ہو جاتی تھی۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ کو ثقل وحی سے افاقہ ہو جاتا اور آپ اس سے مثل موتی کی لڑی کے اتر جاتے تھے۔

عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ نے اپنے چچا سے روایت کی کہ انھیں یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے میرے پاس وحی دو طریقے سے آیا کرتی ہے۔

(۱) اسے جبریلؑ لاتے ہیں اور مجھے تعلیم کرتے ہیں، جس طرح ایک آدمی

دوسرے آدمی کو تعلیم کرتا ہے یہ (طریقہ) ہے (جس میں) مجھ سے (چین) چھوٹ جاتا ہے۔

(۲) میرے پاس جرس کی آواز کی طرح آتی ہے یہاں تک کہ میرے قلب میں رچ جاتی ہے، یہ وہ طریقہ ہے جس سے چین نہیں چھوٹتا۔

۱۳۲ عائشہؓ سے مروی ہے کہ حارث بن ہشام نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبھی تو وہ میرے پاس جرس کی جھنکار کی سی آواز میں آتی ہے اور وہ مجھ پر سب وحی سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ پھر وہ مجھ سے منقطع ہو جاتی ہے۔ اور مجھے یاد ہو جاتا ہے، کبھی فرشتہ میرے لیے شکل بدل لیتا ہے، مجھ سے کلام کرتا ہے، وہ جو کچھ کہتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔

عائشہؓ نے کہا کہ میں نے شدید سردی کے زمانے میں آپ پر وحی نازل ہوتے دیکھا ہے، اختتام پر آپ کی پیشانی سے پسینہ ٹپکتا ہوتا تھا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب نبی علیہ السلام پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ اس کی شدت محسوس کرتے تھے۔ اسے یاد کرتے تھے اور اپنے لب ہلاتے تھے تاکہ بھول نہ جائیں۔

پھر اللہ نے آپ پر یہ آیت نازل کی "لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ" (آپ زبان کو حرکت نہ دیجئے کہ اس کے ساتھ عجلت کریں) اس کے ساتھ عجلت کریں" اس کا مطلب یہ ہے کہ "اس کے سیکھنے میں عجلت کریں" "ان علینا جمعہ وقرآنہ" (بیشک اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمے ہے (یعنی آپ اُسے بھول نہیں سکتے) یعنی یہ ہمارے ذمے ہے کہ ہم اسے آپ کے سینے میں جمع کر دیں۔

ابن عباس نے کہا کہ قرآنہ کا مطلب یہ ہے کہ "آپ اسے پڑھیں گے" "فاتبع قرآنہ" (لہذا آپ ان کے پڑھنے کی پیروی کیجئے) یعنی آپ

خاموش رہئے (اور جبرئیل کا پڑھنا سنیے) "ان علینا بیانہ" یعنی یہ ہمارے ذمے ہے کہ ہم اسے آپ کی زبان سے بیان کرا دیں گے"۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطمئن ہو گئے۔

ابن عباس سے اس آیت "لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرآنہ" کی تفسیر میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی سے شدت محسوس کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ اپنے لبوں کو حرکت دیتے تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازل فرمایا کہ "لا تحرک بہ لسانک الآیۃ" آپ اس کے ساتھ ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیجئے۔ آپ کے سینے میں اس کا جمع کرنا ہمارے ذمے ہے، (جب جمع ہو جائے گا تو) پھر آپ اسے پڑھیں گے "فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ" یعنی اسے سنیے اور خاموش رہئے"، "ثم ان علینا بیانہ" یہ ہمارے ذمے ہے کہ آپ اسے پڑھیں گے"۔ اس کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل آتے تھے تو آپ ان کا کلام سنتے تھے، جب جبرئیل چلے جاتے تھے تو آپ اسے اسی طرح پڑھتے تھے جس طرح آپ کو پڑھایا جاتا تھا۔

دعوت اسلام

عبدالرحمٰن بن القاسم نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا: آپ کے پاس جو وحی اللہ کی جانب سے آئی ہے اس کی اچھی طرح تبلیغ کریں، لوگوں کو احکام الٰہی کی ندا دیں اور انھیں اللہ کی طرف بلائیں آپ ابتدائے نبوت سے تین سال تک خفیہ طور پر دعوت دیتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کو کھلم کھلا دعوت

دینے کا حکم ہو گیا۔

محمد سے آیت "ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین" (اس شخص سے زیادہ اچھے کلام والا کون ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے، عمل صالح کرے اور کہے کہ میں بھی مسلمان ہوں) کی تفسیر میں مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۱۲۳ زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ و علانیہ اسلام کی طرف دعوت دی، نوجوانوں اور کمزوروں میں سے جس کو خدا نے چاہا اللہ کو پایا، یہاں تک کہ آپ پر ایمان لانے والوں کی کثرت ہو گئی، آپ جو کچھ فرماتے تھے کفار قریش بھی اس کے منکر نہ تھے، جب آپ ان کی مجالس میں ان کے پاس سے گزرتے تو وہ لوگ آپ کی طرف اشارہ کرتے تھے کہ خاندان عبدالمطلب کا یہ لڑکا آسمان کی باتیں کرتا ہے۔ یہی طریقہ رہا یہاں تک کہ اللہ نے ان کے ان معبودوں کی ہجو کی جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کیا کرتے تھے، ان کے ان بزرگوں کی ہلاکت کا ذکر کیا جو کفر پر مر گئے تھے، اس وقت وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چوکنا ہوئے اور آپ کے دشمن ہو گئے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب آیت "وانذر عشیرتک الاقربین" (اور آپ اپنے سب سے زیادہ قریب کے رشتہ داروں کو ڈرایئے) نازل کی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر چڑھے اور فرمایا: اے گروہ قریش،

قریش نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کوہ صفا پر چڑھ کر پکارتے ہیں، سب لوگ آئے، جمع ہو گئے اور کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو کیا ہوا ہے۔

فرمایا: اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کی جڑ میں ہے تو کیا تم لوگ میری تصدیق کرو گے؟

لوگوں نے کہا جی ہاں۔ آپ ہمارے نزدیک غیر متہم ہیں (یعنی

آپ پر کبھی کوئی تہمت کذب کی بھی نہیں لگائی گئی) اور ہم نے کبھی آپ کے کذب کا تجربہ نہیں کیا۔

آپ نے فرمایا: میں ایک عذاب شدید سے تمھیں ڈرانیوالا ہوں اے بنی عبدالمطلب۔ اے بنی عبدمناف اے بنی زہرہ۔ (یہاں تک کہ آپ نے قبیلۂ قریش کی تمام شاخوں کو گن ڈالا۔) اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے سب سے زیادہ قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں اور میں نہ تو دنیا کی تمھاری کسی منفعت پر قادر ہوں اور نہ آخرت کے کسی حصے پر، سوائے اس کے کہ تم "لا الہ الا اللہ" کہو۔

ابولہب کہنے لگا: "تبا لک سائر الیوم الھذا جمعتنا" دن بھر آپ کی بربادی ہو۔ کیا اسی لیے آپ نے ہمیں جمع کیا تھا۔ اللہ تبارک وتعالے نے پورا سورۂ "تبت یدا ابی لہب" نازل فرمایا۔ (ابولہب ہی کے دونوں ہاتھ تباہ ہو گئے)۔

یعقوب بن عتبہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے مکے میں اسلام کو ظاہر کیا، آپ کا کام پھیل گیا، بعض نے بعض کو دعوت دی، ابوبکرؓ ایک کنارے خفیہ طور پر دعوت دیتے تھے، سعید بن زید بھی اسی طرح کرتے تھے، عثمانؓ بھی اسی طرح کرتے تھے، عمرؓ علانیہ دعوت دیتے تھے، حمزہ بن عبدالمطلب و ابوعبیدہ بن الجراح بھی۔

قریش اس سے سخت غصہ ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حسد و بغاوت کا ظہور ہوا، بعض لوگ آپ کی بدگوئی کرتے تھے، وہ کھلم کھلا آپ سے عداوت کرتے تھے، دوسرے لوگ پوشیدہ رہتے حالانکہ وہ بھی اسی (عداوت وحسد کی) رائے پر تھے۔ گروہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت کرنے اور اس کا بیڑا اٹھانے سے اپنی براءت کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے عداوت

و دشمنی رکھنے والے جھگڑے اور فساد کے خواہاں یہ لوگ تھے۔
(۱) ابوجہل بن ہشام۔
(۲) ابولہب بن عبدالمطلب۔
(۳) اسود بن عبدیغوث۔
(۴) حارث بن قیس جس کی ماں کا نام غیطلہ تھا۔
(۵) ولید بن المغیرہ۔
(۶) امیہ و
(۷) اُبَیّ فرزندان خلف۔
(۸) ابوقیس بن الفاکہ بن المغیرہ۔ ۱۳۴
(۹) عاص بن وائل۔
(۱۰) نضر بن الحارث۔
(۱۱) مُنَبِّہ بن الحجّاج۔
(۱۲) زہیر بن ابی امیہ۔
(۱۳) سائب بن صیفی بن عابد۔
(۱۴) اسود بن عبدالاسد۔
(۱۵) عاص بن سعید بن العاص۔
(۱۶) عاص بن ہاشم۔
(۱۷) عقبہ بن ابی مُعیط۔
(۱۸) ابن الاصدیٰ الہُذَلی جس کو اروی (بنت عبدالمطلب) نے نکالدیا تھا۔
(۱۹) حکم بن ابی العاص۔
(۲۰) عدی بن الحمراء۔

یہ اس لیے کہ یہ سب قریش کے ہمسایہ تھے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جن کی عداوت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی وہ ابوجہل و ابولہب و عقبہ ابن ابی معیط تھے۔ عتبہ و شیبہ فرزندان ربیعہ و ابوسفیان بن حرب بھی اہل عداوت تھے مگر یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی بدگوئی نہیں کرتے تھے، یہ لوگ (عداوت میں) اشل قریش کے تھے۔
سوائے ابوسفیان و حکم کے ان میں سے کوئی اسلام نہیں لایا۔
عائشہ رضی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دو بڑے پڑوسیوں کے شر کے درمیان تھا۔ ابولہب و عقبہ بن ابی معیط یہ دونوں پاخانہ لاتے تھے اور میرے دروازے پر ڈال دیتے تھے، بعض مرتبہ ایسی ناپاک چیزیں ہوتی تھیں جو لوگ پھینک دیتے تھے، میرے دروازے پر ڈال جاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے اور فرماتے: اے بنی عبد مناف یہ کونسا حق ہمسائیگی ہے۔ پھر اسے راستے میں ڈال دیتے تھے۔

قریش کا ابوطالب کے پاس جانا

عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر العذری وغیرہ سے مروی ہے کہ جب قریش نے اسلام کا ظہور اور مسلمانوں کا کعبے کے گرد بیٹھنا دیکھا تو وہ حیران ہو گئے، ابوطالب کے پاس آئے اور کہا۔
"آپ ہمارے بزرگ اور ہم لوگوں میں افضل ہیں، ان بیوقوفوں نے آپ کے بھتیجے کے ساتھ ہو کر جو کچھ کیا ہے وہ بھی آپ نے دیکھا ہے۔ (مثلاً) ہمارے معبودوں کو ترک کر دینا اور ان کا ہم پر طعنہ زنی کرنا اور ہمارے نوجوانوں کو احمق کہنا۔ (وغیرہ)۔
یہ (قریش کے) لوگ عمارہ بن الولید بن المغیرہ کو بھی اپنے ہمراہ لائے تھے، ان لوگوں نے کہا، ہم آپ کے پاس ایسے شخص کو لائے ہیں جو نسب و جمال و بہادری و شعر گوئی میں جوان قریش ہے، اسے آپ کے حوالے کرتے ہیں تاکہ اس کی مدد و میراث آپ کے لیے ہو! آپ اپنے بھتیجے کو

ہمارے حوالے کردیں کہ ہم اسے قتل کردیں، یہ طریقہ خاندان کو ملانے والا اور انجام کار کے اعتبار سے بہترین ہوگا۔

ابوطالب نے کہا: واللہ تم لوگوں نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا: تم مجھے اپنا بیٹا دیتے ہو تاکہ میں تمہارے لیے اُسے پرورش کروں اور تمھیں اپنا بھتیجا دیدوں تاکہ تم اُسے قتل کرو۔ یہ تو انصاف نہ ہوا۔ تم لوگ مجھ سے غریب و ذلیل کا سا سودا کرتے ہو،

ان لوگوں نے کہا: آنحضرت ؐ کو بلا بھیجو تاکہ ہم فیصلہ و انصاف انھیں کے سپرد کردیں، ابوطالب نے آپ کو بلا بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ابوطالب نے کہا اے میرے بھتیجے یہ لوگ آپ کے چچا اور آپکی قوم کے شرفا ہیں۔ اور آپ سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ۱۳۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ کہو میں سنوں گا، ان لوگوں نے کہا: آپ ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیجئے اور ہم لوگ آپ کو اور آپ کے معبود کو چھوڑ دیں۔ ابوطالب نے کہا: قوم نے آپ کے ساتھ انصاف کیا ہے لہٰذا آپ ان کے فیصلے کو قبول کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگوں کی رائے ہے کہ اگر میں تمھیں یہ (قول) دیدوں تو تم بھی ایک ایسے کلمے کا قول دوگے کہ اس کی وجہ سے تم سارے عرب کے مالک ہو جاؤ گے اور عجم بھی تمھارے لیے اُسی کو دین بنائے گا۔

ابوجہل نے کہا: یہ کلمہ تو بہت ہی نفع مند ہے آپ کے والد کی قسم ہم اُسے اور اس کے سے دس کلموں کو ضرور ضرور کہیں گے۔

آپ نے فرمایا: "لا الٰہ الا اللہ" کہو۔

لوگ سخت ناخوش ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے کہ اپنے معبودوں پر سختی سے جمے رہو۔ یہی چیز مقصود و مراد ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ کہنے والا (بجائے ابوجہل کے) عقبہ بن ابی معیط تھا۔

ان لوگوں نے کہا کہ ہم ان کے پاس دوبارہ کبھی نہ آئیں گے، اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکے سے قتل کر دیا جائے۔

جب یہ شب گزری اور دوسرے دن کی شام ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گم ہو گئے۔ ابوطالب اور آپ کے چچا قیام گاہ پر آئے مگر آپ کو نہ پایا۔ (اندیشہ ہوا کہ خدانخواستہ قریش نے آپ کو قتل تو نہیں کر دیا)

ابوطالب نے بنی ہاشم و بنی مطلب کے نوجوانوں کو جمع کیا اور کہا کہ تم میں سے ہر شخص کو ایک ایک تیز تلوار لے کر میری پیروی کرنا چاہیئے، جب میں مسجد حرام میں داخل ہوں تو تم میں سے ہر نوجوان کو چاہیئے کہ وہ کسی بڑے سردار کے پاس بیٹھے جن میں ابوجہل بھی ہو۔ کیونکہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کر دیئے گئے ہیں تو وہ (ابوجہل) شر سے جدا نہیں ہے (یعنی وہ بھی اس میں ضرور شریک ہوگا)۔

نوجوانوں نے کہا کہ ہم کریں گے۔

زید بن حارثہ آئے تو انھوں نے ابوطالب کو اسی حال پر پایا۔ ابوطالب نے کہا: اے زید تم نے میرے بھتیجے کا بھی پتہ پایا۔ انھوں نے کہا: جی ہاں، میں تو ابھی ان کے ساتھ ہی تھا، ابوطالب نے کہا: تاوقتیکہ میں انھیں نہ دیکھ لوں اپنے گھر نہ جاؤں گا۔

زید تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ کوہ صفا پر ایک مکان میں تھے اور ساتھ اصحاب بھی تھے جو باہم باتیں کر رہے تھے، زید نے آپ کو یہ واقعہ بتایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کے پاس آئے، انھوں نے کہا: اے میرے بھتیجے کہاں تھے۔ اچھی طرح تو تھے؟ فرمایا: جی ہاں۔ انھوں نے کہا کہ اپنے گھر جائیے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے، صبح ہوئی تو ابوطالب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر مجالس قریش پر کھڑا کر دیا، ابوطالب کے ساتھ ہاشمی و مطلبی نوجوان بھی تھے

ابو طالب نے کہا، اے گروہ قریش تمھیں معلوم ہے کہ میں نے کس بات کا قصد کیا تھا؟ ان لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ ابو طالب نے انھیں واقعہ بتایا اور نوجوانوں سے کہا کہ جو کچھ تمھارے ہاتھوں میں ہے اسے کھول دو۔ ان لوگوں نے کھولا تو ہر شخص کے پاس تیز تلوار تھی۔

ابو طالب نے کہا: واللہ اگر تم لوگ آنحضرت کو قتل کر دیتے تو میں تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ یہاں تک کہ ہم تم دونوں آپس میں فنا ہو جاتے۔ ساری قوم بھاگ گئی اور ان میں سب سے تیز بھاگنے والا ابوجہل تھا۔

ہجرت حبشہ اولیٰ ۱۳۶

زہری سے مروی ہے کہ جب مسلمانوں کی کثرت ہو گئی، ایمان ظاہر ہو گیا اور اس کا چرچا ہونے لگا تو کفار قریش کے بہت سے لوگوں نے اپنے قبیلے کے مومنین پر حملہ کر دیا، ان پر عذاب کیا، قید کر دیا، اور انھیں دین سے برگشتہ کرنا چاہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم روئے زمین پر منتشر ہو جاؤ۔ عرض کی: یا رسول اللہ ہم کہاں جائیں فرمایا: "یہاں"۔ آپ نے حبشہ (افریقہ) کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہ آپ کا سب سے زیادہ پسندیدہ ملک تھا جس کی جانب ہجرت کی جاتی۔

مسلمانوں کی کافی تعداد نے ہجرت کی۔ ان میں بعض وہ تھے جو اپنے ہمراہ اپنے متعلقین کو بھی لے گئے اور بعض وہ تھے جو خود ہی گئے یہاں تک کہ ملک حبشہ میں در آئے۔

حارث بن الفضیل سے مروی ہے کہ مسلمان خفیہ طور پر روانہ ہوئے، وہ گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ یہ لوگ شعیبہ پہنچے؛ ان میں سوار بھی تھے پیادہ بھی تھے؛ جس وقت مسلمان (ساحل تک) آئے تو اللہ نے "تجار" کی دو کشتیوں کو ساتھ ساتھ پہنچا دیا، انھوں نے ان مہاجرین کو نصف دینار کے عوض میں حبشہ تک کے لیے سوار کر لیا۔

ان لوگوں کی روانگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں ہوئی تھی؛ قریش بھی ان لوگوں کے پیچھے پیچھے چلے، جب سمندر کے اس مقام پر آئے جہاں سے مہاجرین سوار ہوئے تھے تو ان میں سے کسی کو بھی نہ پایا؛

مہاجرین نے کہا: ہم لوگ ملک حبشہ میں آ گئے، وہاں ہم بہترین ہمسائے کے پڑوس میں رہے، ہمیں اپنے دین پر امن مل گیا، ہم نے اس طرح اللہ کی عبادت کی کہ نہ ہمیں ایذا دی گئی اور نہ ہم نے کوئی ایسی بات سنی جو ناگوار ہو۔

محمد بن یحییٰ بن حبان سے مروی ہے کہ اس جماعت مہاجرین کے مردوں اور عورتوں کے نام یہ ہیں۔

عثمانؓ بن عفان جن کے ہمراہ ان کی بیوی رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھیں۔

ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ جن کے ہمراہ ان کی بیوی سہلہؓ بنت سہیل بن عمرو بھی تھیں۔

زبیرؓ بن العوام بن خویلد بن اسد۔

مصعبؓ بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار۔

عبدؓ الرحمٰن بن عوف بن عبد الحارث بن زہرہ۔

وابوسلمہؓ بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن مخزوم جن کے ہمراہ ان کی بیوی ام سلمہ بنت ابی امیہ بن المغیرہ بھی تھیں۔

عثمان بن مظعون الجمحی۔

عامر[۱۱] بن ربیعہ العنزی جو بنی عدی بن کعب کے حلیف تھے اور ان کے ہمراہ ان کی بیوی لیلیٰ[۱۲] بنت ابی حثمہ بھی تھیں۔
ابو سبرہ[۱۳] بن ابی رُہم بن عبد العزیٰ العامری،
وحاطب[۱۴] بن عمرو بن عبد شمس
وسہیل[۱۵] بن بیضا جو بنی الحارث بن فہر میں سے تھے۔
عبد[۱۶] اللہ بن مسعود۔ جو حلیف بنی زہرہ تھے۔

حبشے سے اصحاب کی واپسی کا سبب



المطلب بن عبد اللہ بن حنطب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قوم کا باز رہنا دیکھا تو آپ تنہا بیٹھے اور تمنا ظاہر فرمائی کہ کاش مجھ پر کوئی ایسی وحی نازل نہ ہوتی جو کفار کو مجھ سے بیزار کرتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم میں مقرب اور ان کے نزدیک ہو گئے، وہ لوگ آپ کے نزدیک ہو گئے، ایک روز کعبے کے گرد انھیں مجالس میں سے کسی میں بیٹھے اور آپ نے ان لوگوں کو یہ پڑھ کر سنایا " والنجم اذا ھوی" سے " افرأیتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری" تک شیطان نے آپ کی زبان پر یہ دو کلمات بھی ڈال دیئے۔ " تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی" یہ تصاویر (بت) بلند مرتبہ ہیں اور بیشک ان کی شفاعت کی توقع کی جاتی ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات ادا فرمائے، آپ آگے بڑھے، پوری سورۃ پڑھی اور سجدہ کیا، ساری قوم (مشرکین) نے بھی سجدہ کیا، ولید بن مغیرہ نے مٹی اپنی پیشانی تک اٹھائی اور اس پر

سجدہ کیا، وہ بہت بوڑھا تھا سجدہ کرنے پر قادر نہ تھا۔

کہا جاتا ہے کہ جس نے مٹی لی اس پر سجدہ کیا اور پیشانی تک اٹھایا وہ ابو اُحیحہ سعید بن العاص تھا، وہ بہت بوڑھا تھا، بعض کہتے ہیں کہ جس نے مٹی اٹھائی وہ ولید تھا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ابو اُحیحہ تھا، دوسرے کہتے ہیں کہ ان دونوں نے یہی کیا تھا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کلمہ ارشاد فرمایا اس سے سب لوگ خوش ہو گئے اور کہا: ہم خوب جانتے ہیں کہ اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہی پیدا کرتا ہے اور رزق دیتا ہے لیکن ہمارے یہ معبود اس کے یہاں ہماری سفارش کرتے ہیں۔ جب آپ نے بھی ان (معبودوں) کا ایک حصہ مقرر کر دیا (کہ انھیں فاعل نہ مانا صرف شفیع مانا) تو ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کا یہ کہنا بہت ہی گراں معلوم ہوا (کیونکہ دراصل آپ نے یہ کلمات ہی نہ فرمائے تھے، یہ محض راوی کا سہو ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ شیطان نے آپکی آواز میں آواز ملا کر یہ کلمات کہدیے ہوں، اسی سورہ کے شروع میں "وما ینطق عن الھویٰ۔ ان ھوا الا وحی یوحی" موجود ہے کہ آپ کی زبان مبارک سے وحی کے ساتھ غیر وحی نکل ہی نہیں سکتی پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ شیطان کو آپ کی زبان پر قابو مل جائے خدانخواستہ ایسا ہو تو پھر آپ کی تمام وحی میں شیطانی کلمات کی آمیزش کا شبہہ ہو سکتا ہے حاشا و کلا۔)

آپ بیت اللہ میں بیٹھ گئے۔

شام ہوئی تو جبریل آئے، آپ نے ان سے اس سورۃ کا دور کیا جبریل نے کہا کہ (کیا) میں آپ کے پاس یہ دونوں کلمات بھی لایا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اللہ پر وہ بات کہدی جو اس نے نہیں کہی تھی۔ (یہ بھی محض وہم راوی ہے قرآن میں صاف صاف مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے

کوئی بات بغیر اس کے کہے نہیں کہہ سکتے "ولو تقول علینا بعض الا قاویل لاخذنا بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین"۔)
پھر اللہ نے آپ کو یہ وحی بھیجی (جس میں یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی طرف سے ہرگز وحی بنا ہی نہیں سکتے کوئی اور شخص بھی اس کا وہم و وسوسہ نکرے) "وان کادوا لیفتنونک عن الذی اوحینا الیک لتفتری علینا غیرہ واذا لاتخذوک خلیلا، الی قولہ ثم لاتجد لک علینا نصیرا" (اگرچہ قریب ہے کہ یہ لوگ جو وحی ہمنے آپ کو بھیجی اس سے آپ کو باز رکھیں تاکہ آپ اسی وحی کے خلاف ہم پر بہتان باندھیں اور اس وقت یہ لوگ آپ کو دوست بنالیں۔ وغیرہ وغیرہ پھر آپ (ایسا واقعہ ہونے پر) ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار نہ پائیں گے) (یہ آیت خود بتاتی ہے کہ ایسا واقعہ نہیں ہوا بلکہ مشرکین کی خواہش تھی کہ ایسا ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ آیت نازل کرکے ان کی امید باطل پر پانی پھیر دیا)۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام سے مروی ہے کہ اس سجدہ کی خبر لوگوں میں اتنی شایع ہوئی کہ ملک حبشہ تک پہنچ گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو معلوم ہوا کہ اہل مکہ نے سجدہ کیا اور اسلام لائے۔ ولید بن مغیرہ اور ابو اُحیحہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ کیا۔ اس جماعت مہاجرین نے کہا کہ جب یہی لوگ اسلام لے آئے تو اب مکے میں اور کون رہ گیا، ہمیں اپنے قبائل (اہل حبشہ سے) زیادہ محبوب ہیں۔ ۱۳۸

یہ لوگ واپسی کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ جب مکے کے اسی طرف دن کے ایک گھنٹے کی راہ پر تھے تو ان کی ملاقات بنی کنانہ کے چند شتر سواروں سے ہوئی۔ قریش اور ان کا حال دریافت کیا تو شتر سواروں نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے معبودوں کا خیر کے ساتھ ذکر کیا، یہ گروہ ان کا پیرو ہو گیا پھر (آنحضرتؐ) اُن (معبودوں) سے برگشتہ ہو گئے اور بدگوئی کرنے لگے

تو وہ لوگ بھی ان کے ساتھ شر کرنے لگے، ہم نے ان لوگوں کو اسی حالت پر چھوڑا ہے۔

اس جماعت نے ملک حبشہ کی واپسی کے بارے میں باہم مشورہ کیا۔ قرار پایا کہ اب تو پہنچ گئے ہیں، دیکھیں تو قریش کس حال میں ہیں، جو شخص اپنے اعزہ سے تجدید ملاقات کرنا چاہے تو کر لے، پھر واپس آئے۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ سوائے ابن مسعود کے جو تھوڑی دیر (بیرون مکہ ٹھہر کر) ملک حبشہ واپس ہو گئے اور سب لوگ مکے میں داخل ہوئے اور جو شخص داخل ہوا وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ داخل ہوا۔

محمد بن عمر نے کہا کہ یہ لوگ رجب ۵ھ نبوی میں (مکے سے) نکلے تھے، شعبان و رمضان میں (ملک حبشہ میں) مقیم رہے اور سجدے کا واقعہ رمضان میں ہوا تھا، اور یہ لوگ شوال ۵ھ نبوی میں آئے تھے۔

ہجرت حبشہ ثانی

عبدالرحمٰن بن سابط وغیرہ سے مروی ہے کہ جب اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلی ہجرت سے مکے میں آ گئے تو ان کی قوم نے سختی کی اور ان کے خاندانوں نے ان پر حملہ کیا، ان کو سخت اذیت کا سامنا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ملک حبشہ کی روانگی کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس بار روانگی پہلے سے بہت زیادہ دشوار تھی، قریش کی طرف سے انتہائی سختی سے دوچار ہونا پڑا اور (سخت) اذیت پہنچی، قریش کو جب نجاشی کا ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا معلوم ہوا

تو سخت ناگوار گزرا۔

عثمان بن عفان نے کہا: یارسول اللہ نجاشی کے پاس ہماری پہلی ہجرت اور یہ دوسری اس طرح ہوئی کہ آپ ہمارے ہمراہ نہیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اللہ کی طرف اور میری طرف ہجرت کرنے والے ہو، تمھیں ان دونوں ہجرتوں کا ثواب ہوگا۔ عثمان نے کہا: یارسول اللہ بس اتنا ہمیں کافی ہے،

۱۳۹ ہجرت کرنے والے مردوں کی تعداد تراسی تھی اور عورتیں گیارہ قریشی، سات بیرونی تھیں۔ ان مہاجرین نے ملک حبشہ میں نجاشی کے یہاں اچھے برتاؤ میں قیام کیا۔

جب ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت فرمانے کی خبر سنی تو تینتیس مرد اور آٹھ عورتیں واپس آگئیں، دو مرد تو مکے ہی میں وفات پاگئے اور سات آدمی قید کرلیے گئے۔ اور چوبیس بدر میں حاضر ہوئے۔

سنہ میں ربیع الاول کا مہینہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کو ایک فرمان تحریر فرمایا جس میں اسلام کی دعوت دی، عمرو بن امیہ الضمری کے ہمراہ روانہ کیا۔

فرمان سن کر نجاشی اسلام لایا، اور کہا: اگر میں حاضر خدمت ہونے پر قادر ہوتا تو ضرور حاضر ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا کہ وہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب کا آپ کے ساتھ نکاح کردیں جو اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ہمراہ ان لوگوں میں تھیں جنھوں نے ملک حبشہ میں ہجرت کی تھی عبیداللہ وہاں نصرانی ہوگیا اور مرگیا۔

نجاشی نے ان کا نکاح آنحضرت کے ساتھ کردیا اور آپ کی جانب سے چار سو دینار مہر کے دیئے۔ جو شخص ام حبیبہ کے ولی نکاح ہوئے وہ خالد بن سعید بن العاص تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کو تحریر فرمایا کہ آپ کے اصحاب میں سے جو لوگ ان کے پاس باقی ہیں انھیں آپ کے پاس بھیجیں اور سوار کرادیں۔

بہ تعمیل ارشاد نبوی نجاشی نے مہاجرین کو عمرو بن امیہ الضمری کے ساتھ دو کشتیوں میں سوار کرادیا۔ یہ لوگ ساحل بولا پر جس کا نام الجار (بھی) ہے لنگر انداز ہوئے۔ سواریاں کرایہ پر لیں، مدینۂ مبارکہ آئے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تشریف فرما ہیں، آپ کے پاس روانہ ہوگئے۔ بارگاہ رسالت میں پہنچے تو خیبر فتح ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے گفتگو فرمائی کہ ان لوگوں کو بھی اپنے (مال غنیمت کے) حصوں میں شریک کرلیں، اس حکم کی سب نے تعمیل کی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی ہاشم کی محصوری شعب میں

ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے کہ جب قریش کو جعفر اور ان کے ہمراہیوں کے ساتھ نجاشی کا اکرام و الطاف معلوم ہوا تو بہت گراں گزرا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر سخت غصہ ہوئے آپ کے قتل پر اتفاق کیا اور بنی ہاشم کے خلاف ایک عہد نامہ لکھا کہ نہ تو ان سے شادی بیاہ، خرید و فروخت کریں گے، نہ میل جول رکھیں گے۔

جس نے یہ عہد نامہ لکھا وہ منصور بن عکرمۃ العبدری تھا کہ اس کا ہاتھ شل ہوگیا، انھوں نے اس عہد نامے کو کعبے کے بیچ میں لٹکا دیا۔

۱۴۰ بعض اہل علم کی رائے میں وہ عہد نامہ ام الجلاس بنت مُخَرِّبَہ الحنظلیہ کے پاس رہا جو ابوجہل کی خالہ تھی۔

محرم ۷ھ نبوی کی چاند رات کو شعب ابی طالب میں بنی ہاشم کا محاصرہ کر لیا گیا، بنی المطلب بن عبد مناف بھی شعب ابی طالب میں بھاگ آئے۔ ابولہب نکل کر قریش سے جا ملا؛ اس نے بنی ہاشم و بنی المطلب کے خلاف قریش کو قوت پہنچائی۔

قریش نے ان لوگوں کا غلہ اور ضروری اشیاء بند کر دیں، (بنی ہاشم) موسم حج کے سوا نہ نکلتے تھے، ان پر سخت مصیبت آگئی شعب سے بچوں کے (رونے کی) آوازیں سنائی دیتی تھیں، بعض قریش تو اس سے خوش ہوتے تھے اور بعض کو ناگوار ہوتا تھا، آپ نے فرمایا کہ منصور بن عکرمہ (عہد نامہ نویس) پر جو مصیبت آئی اُسے دیکھو۔

تین سال تک یہ لوگ شعب میں مقیم رہے، اللہ نے ان کے عہد نامے کی حالت پر اپنے رسول کو مطلع کیا کہ دیمک نے ظلم و جور والے مضمون کو کھا لیا، جو اللہ کا ذکر تھا وہ رہ گیا۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ قریش نے اپنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک عہد نامہ لکھا تھا اور اس پر تین مہریں لگائی تھیں، اللہ عزوجل نے اس عہد نامے پر دیمک کو مسلط فرمایا جو سوائے اللہ عزوجل کے نام کے سب کھا گئی۔

محمد بن علی و عکرمہ سے مروی ہے کہ سوائے "باسمک اللّٰھم" کے عہد نامے کی ہر چیز کھالی گئی۔

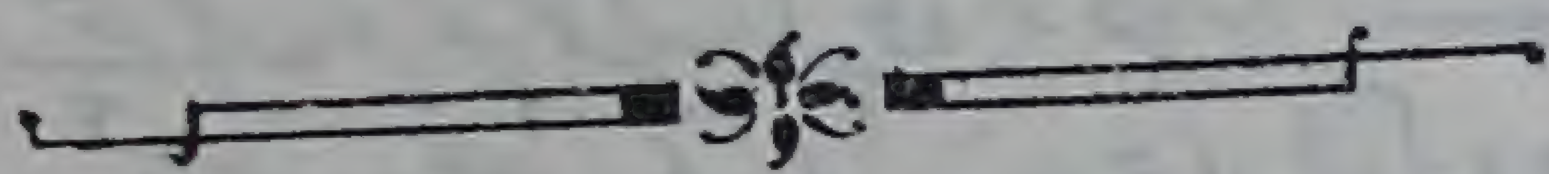
قریش کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ وہ عہد نامہ ان کے دادا کے پاس تھا، ہر چیز جو عدم تعاون کے متعلق تھی کھالی گئی سوائے "باسمک اللّٰھم" کے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے اس کا ذکر کیا، ابوطالب نے اپنے بھائیوں سے بیان کیا، اور سب لوگ مسجد حرام کو

گئے۔
ابو طالب نے کفار قریش سے کہا: "میرے بھتیجے نے خبر دی ہے
اور انھوں نے ہرگز مجھ سے غلط نہیں کہا ہے کہ اللہ نے تمھارے
عہد نامے پر دیمک کو مسلط کر دیا، جو مضمون ظلم و جور یا قطع رحم کا تھا
اس نے کھا لیا، وہی مضمون باقی رہ گیا ہے جس میں اللہ کا ذکر ہے،
اگر میرے بھتیجے سچے ہیں تو تم لوگ اپنی بری رائے سے باز آؤ،
اگر وہ غلط کہتے ہیں تو میں انھیں تمھارے حوالے کر دوں گا، تم انھیں
قتل کر دینا یا زندہ رکھنا۔"
لوگوں نے جواب دیا کہ تم نے ہم سے انصاف کیا، عہد نامہ
منگا بھیجا، کھولا تو اتفاق سے وہ اسی طرح تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ لوگ حیران اور سرنگوں ہو گئے۔
ابو طالب نے کہا کہ ہم لوگ کب تک مقید و محصور رہیں گے۔
حالانکہ معاملے کی حقیقت ظاہر ہو گئی، یہ کہا اور ہمراہیوں کے ساتھ کعبے
کے اندر گئے، وہاں ابو طالب نے کہا کہ اے اللہ ہماری مدد کر اُس
شخص سے جو ہم پر ظلم کرے، ہم سے قطع رحم کرے اور ہماری جو چیز
اس پر حرام ہے اُسے حلال سمجھے، لوگ شعب کو واپس آ گئے،
141 قریش نے جو برتاؤ بنی ہاشم کے ساتھ کیا تھا اس پر ان کے کچھ
لوگ باہم ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے یہ مطعم بن عدی و عدی بن قیس
و زمعہ بن الاسود و ابو البختری بن ہاشم و زہیر بن ابی امیہ تھے، ان لوگوں
نے ہتیار پہنے، بنی ہاشم و بنی المطلب کے پاس گئے اور کہا کہ اپنے اپنے
مکانات کو روانہ ہو جائیں، ان لوگوں نے یہی کیا۔
قریش نے یہ دیکھا تو حیران ہو گئے اور سمجھ گئے کہ ہرگز ان لوگوں
کو بے یار و مددگار نہ کر سکیں گے، شعب سے ان لوگوں کی روانگی سنہ
بنوی میں ہوئی تھی۔
محمد بن علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے

اعزہ شعب میں دو سال رہے۔
حکم نے کہا کہ کم از کم تین سال رہے۔

طائف کا سفر



عبداللہ بن ثعلبہ بن صُعیر وغیرہ سے مروی ہے کہ جب ابوطالب وخدیجہ بنت خویلد کی وفات ہوگئی، اور ان دونوں کی وفات کے درمیان ایک مہینہ پانچ دن کا فصل تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو مصیبتیں جمع ہوگئیں۔

آپ گھر ہی میں رہنے لگے اور باہر نکلنا کم کر دیا، قریش کو وہ کامیابی حاصل ہوگئی جو اب تک حاصل نہ ہوئی تھی اور نہ انھیں توقع تھی۔

ابولہب کو معلوم ہوا تو وہ آپ کے پاس آیا، اور کہا کہ: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ جہاں چاہتے ہیں جائیے، جو کام آپ ابوطالب کی زندگی میں کرتے تھے کیجئے۔ لات کی قسم جب تک میں زندہ ہوں کسی کی آپ تک رسائی نہ ہوگی۔

ابن الغیطلہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا تھا، ابولہب اس کے پاس آیا اور اسے برا بھلا کہا، تو وہ چلاتا ہوا بھاگا کہ اے گروہ قریش ابوعتبہ (ابولہب) بے دین ہوگیا۔

قریش آگئے اور ابولہب کے پاس کھڑے ہوگئے، ابولہب نے کہا: میں نے دین عبدالمطلب کو ترک نہیں کیا مگر میں ظلم سے اپنے بھتیجے کی حفاظت کرتا ہوں یہاں تک کہ یہ جس کام کا ارادہ کرتے ہیں اس کے لیے چلے جائیں۔ قریش نے کہا: تم نے اچھا کیا، خوب کیا اور صلۂ رحم کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند روز تک اسی حالت پر رہے۔

آپ جاتے تھے، آتے تھے، قریش میں سے کوئی شخص آپ کی روک ٹوک نہ کرتا تھا، یہ لوگ ابولہب سے ڈر گئے تھے۔

ایک روز عقبہ بن ابی معیط اور ابوجہل بن ہشام ابولہب کے پاس آئے اور کہا کہ تمہارے بھتیجے نے تمھیں یہ بھی بتایا کہ (خدا کے یہاں) تمہارے والد کا ٹھکانہ کہاں ہے؟

ابولہب نے آپ سے پوچھا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عبدالمطلب کا ٹھکانا کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا اپنی قوم کے ساتھ۔ ابولہب نکل کر ان دونوں کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "اپنی قوم کے ساتھ"۔

ان دونوں نے کہا: آنحضرتؐ کا گمان یہ ہے کہ وہ دوزخ میں ہیں۔

ابولہب نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا عبدالمطلب دوزخ میں جائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں۔ اور وہ بھی جو اس دین پر مرے جس پر عبدالمطلب مرے"۔

۱۴۲ ابولہب نے کہا: واللہ میں ہمیشہ آپ کا دشمن رہوں گا۔ آپ کا یہ گمان ہے کہ عبدالمطلب دوزخ میں ہیں"۔ اس نے اور تمام قریش نے آپ پر سختی شروع کی۔

محمد بن جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ ابوطالب کی وفات ہوگئی تو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دست درازی شروع کردی وہ آپ پر جری و گستاخ ہوگئے، آپ طائف چلے گئے ہمراہ زید بن حارثہ بھی تھے۔

یہ روانگی شوال کے کچھ دن باقی تھے کہ سنہ ۱۰ نبوی میں ہوئی۔

محمد بن عمر نے ایک دوسری سند سے بیان کیا کہ آپ دس دن تک طائف میں رہے، اشراف میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کے پاس آپ نہ جاتے اور گفتگو نہ کرتے، مگر ان لوگوں نے آپ کی دعوت قبول نہ کی انھیں اپنے نوجوانوں پر (قبول دعوت کا) اندیشہ ہوا تو کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمارے شہر سے چلے جائیے اور وہاں رہیے جہاں

آپ کی دعوت قبول کرلی گئی ہو۔

احمقوں کو آپ کے خلاف بھڑکا دیا، وہ آپ کو پتھر مارنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدموں سے خون بہنے لگا، زید بن حارثہ آنحضرتؐ کو بچا کر اپنے اوپر روکتے تھے مگر بے سود، ان کے سر میں بھی متعدد زخم آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس ہوئے، آپ رنجیدہ تھے کہ نہ تو کسی مرد نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور نہ کسی عورت نے، جب آپ مقام نخلہ میں اترے تو رات کی نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے، جنوں کا ایک گروہ آپ کی طرف پھیر دیا گیا جن میں سات شخص اہل نصیبین میں سے تھے، انھوں نے آپ کی قراءت سنی، آپ سورۂ جن پڑھ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی "واذ صرفنا الیك نفرا من الجن یستمعون القرآن" (اور جب ہم نے جنوں کے ایک گروہ کو آپ کی طرف پھیر دیا تھا جو قرآن سنتے تھے) چنانچہ وہ یہی لوگ تھے جو نخلہ میں آپ کی طرف پھیر دیے گئے تھے۔

آپ نے نخلہ میں چند روز قیام کیا، زید بن حارثہ نے عرض کیا کہ اب آپ کیونکر قریش میں جائیے گا، انھوں نے تو آپ کو نکال دیا ہے، فرمایا: اے زید۔ تم جو کچھ دیکھتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو کشائش اور راہ بنانے والا ہے، بیشک اللہ اپنے دین کا مددگار اور اپنے نبی کو غالب کرنے والا ہے۔

آپ حرا تک پہنچے، قبیلۂ خزاعہ کے ایک شخص سے مطعم بن عدی کے پاس کہلا بھیجا کہ میں تمھارے پڑوس میں داخل ہو سکتا ہوں؟ انھوں نے کہا "جی ہاں" فوراً اپنے لڑکوں کو بلایا اور کہا کہ ہتھیار پہن کر بیت اللہ کی دیواروں کے پاس رہو۔ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پناہ دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے، آپ کے ہمراہ زید بن حارثہ بھی تھے، یہاں تک کہ آپ مسجد حرام پہنچ گئے۔

مطعم بن عدی اپنی سواری پر کھڑے ہوئے اور ندا دی کہ اے گروہ قریش میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پناہ دی ہے، لہذا تم میں سے کوئی شخص ان پر حملہ نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود تک گئے، اسے بوسہ دیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے مکان واپس آئے، مطعم بن عدی اور ان کے لڑکے آپ کے گرد حلقہ کیئے ہوئے تھے۔

معراج نبوی

۱۴۳ ابوبکر بن عبد اللہ بن ابی سبرہ وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے درخواست کیا کرتے تھے کہ وہ آپکو جنت و دوزخ دکھائے۔ ہجرت سے اٹھارہ مہینے قبل جب ۱۷ رمضان یوم شنبہ کی شب ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں تنہا سو رہے تھے تو جبریل و میکائیل آپ کے پاس آئے اور کہا کہ وہاں چلئے جس کی آپ نے اللہ سے درخواست کی تھی۔

دونوں آپ کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان لے گئے پھر معراج (سیڑھی) لائی گئی وہ دیکھنے میں بھی بڑی خوبصورت چیز تھی، دونوں آپ کو ایک ایک کر کے تمام آسمانوں پر چڑھالے گئے، ان (آسمانوں) میں آپ انبیا سے ملے اور آپ سدرۃ المنتہی تک پہنچ گئے، آپ کو جنت و دوزخ دکھائی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں ساتویں آسمان تک پہنچا تو سوائے قلموں کی آواز کے اور کچھ نہ سنتا تھا، آپ پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں، جبریل علیہ السلام اترے اور انہوں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نمازیں ان کے اوقات میں پڑھائیں۔

شب معراج

ابن عباس وغیرہم سے مروی ہے کہ ہجرت سے ایک سال قبل ۱۷ ربیع الاول کی شب کو شعب سے بیت المقدس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیجایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایک چوپایہ پر سوار کیا گیا جو (قد میں) گدھے اور خچر کے درمیان تھا۔ اس کی دونوں رانوں میں دو پر تھے جن سے وہ اپنے دونوں پیروں کو ٹھیلتا تھا۔

جب میں اس کے نزدیک گیا کہ سوار ہوں تو وہ بھڑکنے لگا، جبریل نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور کہا اے براق تجھے شرم نہیں آتی واللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے اللہ کا کوئی بندہ تجھ پر سوار نہیں ہوا جو اللہ کے نزدیک ان سے زیادہ بزرگ ہو،

وہ شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا، اور رک گیا۔ کہ میں سوار ہوں پھر اس نے اپنے کان ہلائے اور زمین سمیٹ دی گئی یہاں تک کہ اس کا کنارہ براق کے قدم پڑنے کی آخری جگہ تھی۔ اس کی پشت اور کان دراز تھے۔

جبریل میرے ساتھ اس طرح روانہ ہوئے کہ نہ وہ مجھے چھوڑتے تھے اور نہ میں انھیں چھوڑتا تھا، یہاں تک کہ انھوں نے مجھے بیت المقدس پہنچا دیا۔ براق اپنے اس مقام پر پہنچ گیا جہاں وہ ٹھہرا ہوتا تھا، جبریل نے اسے باندھ دیا، اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیا کی سواری باندھی جاتی تھی۔

آپ نے فرمایا: میں نے تمام انبیا کو دیکھا جو میرے لیے جمع کر دیئے

گئے تھے۔ میں نے ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ کو دیکھا خیال ہوا ضرور ان کا کوئی ۱۴۴
امام بھی ہوگا، جبرئیل نے مجھے آگے کر دیا میں نے ان سب کے آگے نماز
پڑھی، دریافت کیا تو انھوں نے کہا ہم سب توحید کے ساتھ بھیجے گئے۔

بعض اہل علم نے کہا: اس شب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم گم ہو گئے
عبدالمطلب کے لڑکے آپ کی تلاش و جستجو میں ادھر ادھر نکلے عباس
ابن عبدالمطلب بھی نکلے، ذو طویٰ تک پہنچے تو پکارنے لگے یا محمدؐ یا محمدؐ
(صلی اللہ علیہ وسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: "لبیک" (میں حاضر
ہوں) انھوں نے کہا: اے میرے بھتیجے رات سے قوم کو پریشانی میں
ڈال دیا کہاں تھے؟ فرمایا: میں بیت المقدس سے آیا ہوں۔ پوچھا: اسی شب
میں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، انھوں نے کہا کہ آپ کو سوائے خیر کے کوئی اور
بات تو پیش نہیں آئی، فرمایا: مجھے خیر کے سوا اور کوئی بات پیش نہیں
آئی۔

ام ہانی بنت ابی طالب نے کہا: آپ ہمارے ہی گھر سے شب
کو لیجائے گئے۔ اس شب کو آپ نے عشاء کی نماز پڑھی اور سو گئے
جب فجر ہونے کو ہوئی تو ہم نے صبح (کی نماز) کے لیے آپ کو بیدار کر دیا آپ
اٹھے، نماز پڑھ لی تو فرمایا کہ اے ام ہانی جیسا کہ تم نے دیکھا میں نے اسی
وادی میں تم لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر میں بیت المقدس گیا
وہاں نماز پڑھی، صبح کی نماز میں نے تم لوگوں کے ساتھ پڑھی،

آپ اٹھے کہ باہر جائیں میں نے کہا یہ بات لوگوں سے نہ بیان
کیجئے گا، وہ آپ کی تکذیب کریں گے اور ایذا دیں گے، فرمایا
کہ میں ضرور ضرور ان سے بیان کروں گا، آپ نے لوگوں کو خبر دی۔ وہ
متعجب ہوئے اور کہا کہ ہم نے اس طرح کی بات کبھی نہیں سنی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے فرمایا قوم میری
تصدیق نہ کرے گی۔ انھوں نے کہا کہ ابو بکرؓ آپ کی تصدیق کریں گے،

وہی صدیق ہیں،

بہت سے آدمی جو نماز پڑھتے تھے اور اسلام لائے تھے، فتنہ میں پڑ گئے؛

(آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ) میں حطیم میں کھڑا ہو گیا، بیت المقدس کو میرے خیال میں ڈال دیا گیا، میں لوگوں کو اس کی نشانیوں کی خبر دینے لگا اور میں اُسے دیکھتا جاتا تھا،

بعض لوگوں نے کہا کہ مسجد بیت المقدس کے کتنے دروازے ہیں، میں نے اس کے دروازے شمار نہ کئے تھے مگر میں ان کی طرف دیکھتا تھا اور ایک ایک دروازہ شمار کرتا تھا، اس طرح لوگوں کو بتا دیتا تھا، میں نے ان لوگوں کے قافلوں کو جو راستے میں تھے اور ان کی علامات کو بھی بتایا، اس کو بھی ان لوگوں نے اسی طرح پایا جس طرح میں نے انھیں بتایا تھا۔

اللہ عزوجل نے آپ پر یہ آیت نازل کی: "وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس" (اور ہم نے جو سیر آپ کو دکھائی وہ محض لوگوں کی آزمایش کے لیے تھی) یہ رویاے عین تھا جس کو آپ نے اپنی آنکھ سے دیکھا۔

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو حطیم میں اس حالت میں دیکھا کہ قریش مجھ سے رات کے چلنے کے راستے کو دریافت کرتے تھے؛ انھوں نے مجھ سے بیت المقدس کی چند اشیاء دریافت کیں جن کو میں نے اچھی طرح یاد نہیں رکھا، مجھے ایسی سخت بےچینی ہوئی کہ اس سے پہلے میں کبھی ایسا بےچین نہیں ہوا تھا، اللہ نے بیت المقدس کو میری طرف بلند کر دیا کہ میں اسے دیکھ لوں۔ وہ لوگ مجھ سے جو کچھ دریافت کرتے تھے اسکی خبر دیدیتا تھا۔

میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں دیکھا، موسیٰؑ نظر آئے

جو کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، وہ مستقل مزاج یا نڈر اور سخت یا بیمروت آدمی تھے، عضد درہ لوگوں میں سے معلوم ہوتے تھے، عیسیٰ بن مریم نظر آئے جو کھڑے نماز پڑھ رہے تھے ان کے سب سے زیادہ مشابہ عروہ بن مسعود الثقفی ہیں، ابراہیمؑ نظر آئے جو کھڑے نماز پڑھ رہے تھے جن کے سب سے زیادہ مشابہ تمہارے ساتھی یعنی خود آنحضرت صلی اللہ ۱۴۵
علیہ وسلم ہیں، پھر نماز کا وقت آگیا تو میں نے ان سب کی امامت کی، جب نماز سے فارغ ہوا تو مجھ سے کسی کہنے والے نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ مالک ہیں جو دوزخ کے منتظم ہیں۔ آپ انھیں سلام کیجئے، میں ان کی طرف مڑا تو پہلے انھیں نے مجھے سلام کیا۔

زمانۂ حج میں قبایل عرب کو دعوت اسلام

یزید بن رومان وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے نبوت سے تین سال تک مکے میں پوشیدہ طور پر رہے چوتھے سال آپ نے اعلان کیا، دس سال تک لوگوں کو اس طرح اسلام کی طرف دعوت دی کہ آپ موسم حج میں ہر سال آتے تھے، حجاج کو ان کی منازل عکاظ و مجنّہ وذی المجاز میں تلاش کرتے تھے اور دعوت دیتے تھے، یہاں تک کہ لوگوں نے آپ کو روکا۔ آپ اپنے رب کی رسالت پہنچاتے تھے اور ان کے لئے جنت کا وعدہ کرتے تھے، کوئی شخص نہ تو آپ کی مدد کرتا اور نہ آپ کی بات مانتا تھا۔

آپ قبایل میں سے ایک ایک قبیلہ کو اور ان کی منزلوں کو دریافت فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو "لا الٰہ الا اللہ" کہو تو فلاح پاؤ گے اس کی بدولت عرب کے مالک بنجاؤ گے اور عجم تمہارے فرمان بردار

ہو جائیں گے۔ اور جب تم ایمان لاؤ گے تو جنت میں بادشاہ ہو جاؤ گے"۔

ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے کہتا تھا کہ آپ کی اطاعت نہ کرنا کیونکہ یہ صابی (دین سے پھر جانے والے) اور کاذب ہیں۔ وہ لوگ بہت بری طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتے تھے آپ کو ایذا پہنچاتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ کے اہل و عیال اور کنبے والے آپ سے زیادہ واقف ہیں کیونکہ انہوں نے آپ کی پیروی نہیں کی، اور آپ سے گفتگو کرتے تھے اور جھگڑا کرتے تھے، آپ انھیں اللہ کی طرف دعوت دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے اللہ اگر تو چاہتا تو یہ لوگ اس طرح (مخالف) نہ ہوتے۔

(راوی کہتے ہیں کہ) ہم سے ان قبائل کا نام بتایا گیا ہے جن کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، دعوت دی اور اپنے آپ کو پیش کیا:

بنی عامر بن صعصعہ، محارب بن خصفہ، فزارہ، غسان، مرۃ، حنیفہ، سُلیم، عبس، بنی نضر، بنی البکاء، کندہ، کلب، حارث بن کعب، عذرہ حضارمہ (حضرموت کے رہنے والے) مگر ان میں سے کسی نے بھی دعوت قبول نہ کی۔

اوس و خزرج کو دعوت اسلام

محمود بن لبید وغیرہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں جس قدر مقیم رہے آپ کا قیام اسی طرح رہا کہ ہر سال قبائل عرب کو دعوت دیتے، اپنے آپ کو منیٰ و عکاظ و مجنہ میں ان کے آگے پیش کرتے

کہ وہ آپ کو ٹھکانا دیں، اسی طرح آپ اپنے رب کا پیام پہنچاتے تھے اور ان کے لیے جنت کا وعدہ کرتے تھے۔

عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جو آپ کو قبول کرتا، آپ کو ایذا دی جاتی تھی اور برا بھلا کہا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کرنے اپنے نبی کی مدد اور اپنے وعدہ کو پورا کرنے کا ارادہ کر لیا۔

وہ آپ کو انصار کے اس قبیلے کے پاس لے گیا جن کے ساتھ اللہ کو فضل و کرم منظور تھا۔

آپ ان کے ایک گروہ کے پاس پہنچے جو سر منڈا رہے تھے آنحضرت ان کے پاس بیٹھ گئے، انھیں اللہ کی طرف دعوت دی، اور قرآن سنایا، انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت قبول کر لی، بہت عجلت کے ساتھ وہ لوگ ایمان لائے، آنحضرتؐ کی تصدیق کی، آپ کو ٹھکانا دیا، مدد اور ہمدردی کی، واللہ وہ لوگ سب سے زیادہ زبان دراز، اور سب سے زیادہ تیز تلوار والے تھے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ انصار میں سب سے پہلے کون اسلام لایا اور دعوت قبول کی۔ اہل علم نے ایک معین شخص کو بھی بیان کیا ہے، اور دو شخصوں کو بھی بیان کیا ہے، یہ بھی بیان کیا ہے کہ چھ شخصوں سے پہلے کوئی نہیں تھا، اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے جو ایمان لائے وہ آٹھ آدمی تھے۔ ہم نے ان میں سے ہر ایک کو لکھ دیا ہے۔

ایک روایت ہے کہ انصار میں سب سے پہلے جو شخص ایمان لائے وہ اسعد بن زرارہ و ذکوان بن عبد قیس تھے جو مکہ روانہ ہوئے تاکہ عتبہ بن ربیعہ کے پاس جائیں، اس نے ان دونوں سے کہا کہ ہمیں اس نمازی (یعنی آنحضرت نے) ہر کام سے روک دیا ہے، یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ ہے۔

اسعد بن زرارہ و ابوالہیثم بن التیہان یثرب میں توحید کے متعلق گفتگو کیا کرتے تھے۔ جب ذکوان ابن عبد قیس نے عتبہ کا کلام سنا تو اسعد بن زرارہ سے کہا کہ قبول کر لو یہ تو تمہارا ہی دین ہے!

دونوں اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ دونوں اسلام لائے اور مدینہ واپس آ گئے، اسعد ابوالہیثم بن التیہان سے ملے انھیں اپنے اسلام کی خبر دی ارشادِ نبوی و دعوتِ حق کا ذکر کیا تو ابوالہیثم نے کہا: میں بھی تمھارے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ بیشک وہ رسول اللہ ہیں۔ وہ بھی مشرف بہ اسلام ہوئے

کہا جاتا ہے کہ رافع بن مالک الزرقی و معاذ بن عفرا، عمرہ کے لئے مکہ روانہ ہوئے، ان دونوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے کا ذکر کیا گیا تو خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا، دونوں اسلام لے آئے یہی دونوں سب سے پہلے مسلمان تھے، یہ دونوں مدینہ آ گئے! مدینے کی سب سے پہلی مسجد جس میں قرآن پڑھا گیا مسجد بنی زُریق تھی۔

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے نکلے، اہل یثرب کے ایک گروہ پر گذر ہوا جو منا میں اترا تھا، کل آٹھ آدمی تھے، بنی النجار میں سے معاذ بن عفرا، و اسعد بن زُرارہ، بنی زریق میں سے رافع بن مالک و ذکوان بن عبد قیس، بنی سالم میں سے عبادہ بن الصامت و ابوعبدالرحمن ۱۴۷
یزید بن ثعلبہ بنی عبدالاشہل میں سے ابوالہیثم بن التیہان جو قبیلۂ بلی کے حلیف تھے، اور بنی عمرو بن عوف میں سے عُوَیم بن ساعدہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے سامنے اسلام پیش کیا، یہ لوگ مسلمان ہوئے، آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "تم میری پشت پناہی کرو کہ میں اپنے رب کی رسالت کو پہنچا دوں"۔

ان لوگوں نے کہا: یارسول اللہ، ہم اللہ اور اس کے رسول کے لیے انتہائی کوشش کرنے والے ہیں، خوب سمجھ لیجئے کہ ہم آپس میں بغض رکھنے والے دشمن تھے، پہلے سال کی جنگ بعاث ہماری ہی جنگوں میں سے ایک جنگ تھی جس میں ہم نے آپس میں خونریزی کی تھی، اگر آپ (ہمارے یہاں مدینے میں) تشریف لائے اور ہم لوگ اسی (باہمی عداوت) کی

حالت پر ہوئے تو ہمارا آپ پر اتفاق نہ ہوگا، ہمیں مہلت دیجئے کہ اپنے قبائل کے پاس واپس جائیں، شاید اللہ ہم میں صلح کرا دے، آپ سے ملاقات سال آئندہ موسم حج میں ہوگی۔

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی موسم حج میں نکلے جس میں انصار کے چھ اشخاص سے آپ کی ملاقات ہوئی، آپ ان کے پاس کھڑے ہوگئے اور فرمایا: کیا تم لوگ یہود کے حلیف ہو؟ انھوں نے کہا "جی ہاں" پھر آپ نے انھیں اللہ کی طرف دعوت دی، اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت فرمائی، سب اسلام لے آئے۔

وہ لوگ یہ تھے۔

بنی النجار میں سے اسعد بن زرارہ وعوف بن الحارث بن عفراء۔

بنی زریق میں سے رافع بن مالک۔

بنی سلمہ میں سے قطبہ بن عامر بن حدیدہ

بنی حرام بن کعب میں سے عقبہ بن عامر بن نابی۔

بنی عبید بن عدی بن سلمہ میں سے جابر بن عبد اللہ رئاب تھے۔

اور ان سے پہلے کوئی اسلام نہ لایا تھا۔

محمد بن عمرو نے کہا: ہم نے ان لوگوں کے بارے میں جو کچھ سنا اس میں ہمارے نزدیک یہی سب سے زیادہ درست ہے اور یہی متفق علیہ ہے۔

زکریا بن زید نے اپنے والد سے روایت کی کہ یہی چھ شخص تھے جن میں ابو الہیثم بن التیہان تھے۔ اس کے بعد حدیث اول ہی کا مضمون ہے، یہ لوگ مدینہ آئے اور اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی، جو لوگ اسلام لائے، مدینے میں انصار کا کوئی گھر نہ بچا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہ ہو۔

عقبہ اولیٰ کے بارہ اشخاص



جن میں ہمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں۔

عبادہ بن الصامت وغیرہ سے مروی ہے کہ جب آیندہ سال ہوا تو آپ سے بارہ آدمی ملے، یہی عقبہ اولیٰ کہلاتا ہے۔ ۱۴۸

(ان بارہ آدمیوں میں) بنی النجار میں سے اسعدؓ بن زرارہ، عوفؓ ومعاذؓ تھے، دونوں موخر الذکر حارث کے فرزند تھے، ان کی والدہ عفراء تھیں۔

بنی زریق میں سے ذکوانؓ بن عبد قیس ورافعؓ بن مالک تھے۔

بنی عوف بن الخزرج میں سے عبادہؓ بن الصامت ویزیدؓ بن ثعلبہ ابو عبد الرحمن تھے۔

بنی عامر بن عوف میں سے عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ تھے۔

بنی سلمہ میں سے عقبہؓ بن عامر بن نابی تھے۔

بنی سواد میں سے قطبہؓ بن عامر بن حدیدہ تھے۔

یہ دس آدمی تو قبیلۂ خزرج کے تھے، قبیلۂ اوس میں سے دو شخص تھے۔

ابوالہیثم بن التیہان جو قبیلۂ بلی حلیف بنی عبد الاشہل میں سے تھے۔

بنی عمرو بن عوف میں سے عویم بن ساعدہ تھے۔

یہ لوگ اسلام لائے اور بیعت خواتین کی کہ اللہ عزوجل کے ساتھ کوئی چیز شریک نہ کریں گے، چوری، زنا اور قتل اولاد نہ کریں گے کوئی بہتان جو دیدہ ودانستہ بنایا ہو نہ باندھیں گے، کسی نیک کام میں نافرمانی نہ کریں گے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، اگر تم وفا کرو گے تو تمہارے لیے جنت ہے،

جس نے ذرا بھی کوتاہی کی تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے خواہ وہ اس پر عذاب کرے خواہ معاف کر دے۔

اس زمانے میں جہاد فرض نہیں کیا گیا تھا، یہ لوگ مدینہ واپس گئے۔ اللہ نے اسلام کو غلبہ دے دیا، اسعد بن زرارہ مدینہ میں مسلمانوں کو جمعہ کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔

اوس و خزرج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا کہ ہمارے یہاں کسی کو بھیج دیجیے جو ہمیں قرآن پڑھائے آنحضرتؐ نے ان لوگوں کے پاس مُصعَب بن عُمَیر العبدری کو بھیج دیا، وہ اسعد بن زرارہ کے پاس اترے، لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔

بعض اہل علم نے روایت کی کہ مصعب ان لوگوں کو جمعہ پڑھایا کرتے تھے، پھر مصعب ستر انصار کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ موسم حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

عقبۂ ثانیہ

ستر اشخاص جنھوں نے آنحضرتؐ سے بیعت کی

149

یزید بن رومان سے مروی ہے کہ جب حج کا وقت آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام لانے والے اصحاب ایک دوسرے کے پاس گئے تا کہ حج کو جانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے کا ایک دوسرے سے وعدہ لیں، اُس زمانے میں اسلام مدینے میں پھیل چکا تھا۔

یہ لوگ جو ستر آدمی یا ایک دو زاید تھے اوس و خزرج کی پانچ سو آدمی کی جماعت کے ہمراہ روانہ ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نکلے ہیں

آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے ان لوگوں سے منا میں وسط ایام تشریق (از ۹ تا ۱۳ ذی الحجہ) میں نفر اول (یعنی ۱۲ ذی الحجہ) کی شب کو (ملنے کا) وعدہ کیا کہ ہجوم کو سکون ہو جائے (یعنی بھیڑ کم ہو جائے) تو یہ لوگ آپ کے پاس شعب ایمن میں پہنچ جائیں، جو منا سے اترتے وقت عقبہ سے نیچے ہے اور جہاں اس زمانہ (مصنف طبقات) میں مسجد ہے،

آپ نے انھیں حکم دیا کہ نہ تو وہ کسی سونے والے کو بیدار کریں اور نہ کسی غیر حاضر کا انتظار کریں۔

سکون کے بعد یہ جماعت خفیہ طور پر ایک ایک دو دو کر کے روانہ ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے پہلے ہی اس مقام پر پہنچ چکے تھے، ہمراہ عباس بن عبد المطلب بھی تھے، ان کے سوا اور کوئی نہ تھا،

جو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر آئے وہ رافع بن مالک الزرقی تھے، پھر اور ستر لوگ پہنچ گئے، ہمراہ دو عورتیں بھی تھیں۔

اسعد بن زرارہ نے کہا کہ سب سے پہلے عباس بن عبد المطلب نے گفتگو کی، انھوں نے کہا: "اے گروہ خزرج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تم لوگوں نے جہاں بلایا ہے بلایا ہے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے خاندان میں سب سے زیادہ عزیز ہیں، ہم میں سے جو ان کے قول پر ہے، اُن کی حمایت کرتا ہے، جو ان کے قول پر نہیں ہے وہ بھی باعتبار حسب و شرف آنحضرت صلعم کی حفاظت کرتا ہے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سوائے تمھارے اور سب کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اگر تم لوگ صاحب قوت و شوکت ہو، جنگ میں ماہر اور سارے عرب کی عداوت میں جو تم پر ایک ہی کمان سے تیر اندازی کریں گے مستقل ہو تو اپنی رائے پر غور کرو، آپس میں مشورہ کرو (کیونکہ آنحضرت صلعم کو مدینہ لیجانے میں سارے عرب سے تمھیں جنگ کرنا پڑے گی) باہم اختلاف نہ کرو جو کچھ کرو اتحاد و اتفاق سے کرو، سب سے بہتر بات وہی ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو"۔

البراء بن معرور نے جواب دیا: آپ نے جو کچھ کہا ہم نے سنا۔

واللہ اگر ہمارے دلوں میں اس کے سوا ہوتا جو آپ کہتے ہیں تو ہم اسے ضرور کہدیتے، ہم تو وفا و صدق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جانیں نثار کرنا چاہتے ہیں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی، اللہ کی طرف دعوت دی، اسلام کی ترغیب دی۔ اور اس مقصد کو بیان کیا جس کے لیے یہ لوگ جمع ہوئے تھے؛

البراء بن معرور نے آپ کو ایمان و تصدیق کی صورت میں جواب دیا، پھر عرض کی: یارسول اللہ ہمیں بیعت کر لیجئے کیونکہ ہم لوگ اہل حلقہ ہیں جس کے ہم بزرگوں سے وارث چلے آرہے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے گفتگو کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا اور آپ کی تصدیق کی وہ ابوالہیثم بن التیہان تھے۔

سب نے کہا: ہم اس کو اموال کی مصیبت اور اشراف کے قتل پر کیسے قبول کرلیں۔ (یعنی اسلام قبول کرنے سے ہمارے جان و مال پر مصیبت آجائے گی اس لیے ہم اسے کیونکر قبول کریں۔)

جب بک بک کرنے لگے تو عباس بن عبد المطلب نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے کہا: اپنی آواز کو پست کرو، ہم پر جاسوس لگے ہوئے ہیں، اپنے سن رسیدہ لوگوں کو آگے کرو تاکہ تم میں سے وہی لوگ ہمارے کلام کے ذمہ دار ہوں، ہمیں تمھاری قوم سے بھی تمھارے خلاف اندیشہ ہے، جب تم لوگ بیعت کرچکو تو اپنے اپنے مقامات پر چلے جاؤ۔

۱۵۰ البراء بن معرور نے تقریر کی اور عباس بن عبد المطلب کو جواب دیا، انھوں نے کہا: یارسول اللہ اپنا ہاتھ پھیلائیے (تاکہ میں بیعت کرلوں)

سب سے پہلے شخص جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی البراء بن معرور تھے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے بیعت کی وہ ابوالہیثم بن التیہان یا اسعد بن زرارہ تھے،

پھر کل کے کل ستر آدمیوں نے بیعت کر لی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موسیٰ نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب لیے تھے؛
تم میں سے کوئی شخص اپنے دل میں یہ خیال نہ کرے کہ اس کے سوا اور کو انتخاب کر لیا گیا، میرے لیے (نقیبوں کا) جبریل ہی انتخاب کریں گے؛
انتخاب کے بعد نقیبوں سے فرمایا: تم لوگ دوسروں کے ذمہ دار ہو جیسا کہ حواریین عیسیٰ بن مریم ذمہ دار تھے، یا میں اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں" ان لوگوں نے کہا "جی ہاں"
قوم نے بیعت کر لی اور کامل ہو گئے تو شیطان عقبہ پر سے ایسی بلند آواز سے چلایا جو سنی گئی کہ اے اہل اخاشب کیا تمہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھ والے دین سے پھر نے والوں میں کوئی فائدہ ہے۔ جنھوں نے تمھاری جنگ پر اتفاق کر لیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے کجاووں میں جلدی چلے جاؤ۔
عباس بن عبادہ بن نضلہ نے کہا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اگر آپ چاہیں تو ہم اہل منا پر اپنی تلواریں لے کے ٹوٹ پڑیں"، حالانکہ اس شب کو سوائے (عباس بن عبادہ) کے اور کسی کے پاس تلوار نہ تھی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے لہٰذا تم لوگ جلدی اپنے کجاووں میں جاؤ" وہ لوگ اپنے کجاووں میں منتشر ہو گئے۔
صبح ہوئی تو ان لوگوں کے پاس قریش کی ایک جماعت اشراف گئی، یہ لوگ شعب الانصار میں داخل ہوئے اور کہا: اے گروہ خزرج ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ کل شب کو ہمارے ساتھی (آنحضرت ﷺ) سے ملے تم نے ان سے ہمارے ساتھ جنگ پر بیعت کی ہے، عرب میں

جتنے قبیلے بجز ان کسی کے ساتھ لڑنا ہم اس قدر بُرا نہیں جانتے جس قدر تم سے جنگ کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

قبیلۂ خزرج کے مشرکین میں سے جو لوگ وہاں تھے بڑی تیزی سے اللہ کی قسم کھانے لگے کہ ایسا نہیں ہوا اور نہیں تو اس کا علم بھی نہیں۔ ابن اُبی کہنے لگا کہ یہ محض باطل ہے، نہ ایسی کوئی بات ہوئی ہے نہ میری قوم بغیر میرے حکم کے ایسا کام کرے گی، میں یثرب میں ہوتا تو مجھ سے ضرور مشورہ کرتے (پھر یہاں کونسا امر مانع تھا)

قریش ان لوگوں کے پاس سے واپس چلے گئے، البراء بن معرور نے کوچ کیا، وہ (مقام) بطن یاجج میں آئے اور اپنے مسلمان ساتھیوں سے مل گئے۔

قریش ان لوگوں کو ہر طرف تلاش کرنے لگے، مگر مدینے کے راستوں سے آگے نہ بڑھے (یعنی صرف انھیں راستوں پر تلاش کرتے رہے) (جستجو کے لیے) گروہ منتشر کر دیئے، اتفاق سے سعد بن عبادہ کو پا گئے کجاوہ کی رسی سے ان کا ہاتھ گردن میں باندھ دیا، انھیں مارنے لگے بال (پٹے) جو کان کی لو تک دراز تھے گھسیٹنے لگے اس طرح مکے میں لائے۔

سعد کے پاس مطعم بن عدی اور حارث بن امیہ بن عبد شمس آئے دونوں نے مل کر ان لوگوں کے ہاتھ سے چھڑایا۔

انصار نے سعد بن عبادہ کو نہ پایا تو ان کے پاس واپس جانے کا مشورہ کیا، اتفاق سے سعد انھیں نظر آ گئے، ساری جماعت نے مدینے کی طرف کوچ کیا۔

151 ## نبوت سے ہجرت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مکہ

سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر قرآن نازل ہوا تو آپ تینتالیس[43] برس کے تھے اور آپ دس برس مکے میں رہے۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں دس برس رہے۔

عائشہ رضؓ و ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں دس برس اس طرح رہے کہ آپ پر قرآن نازل ہوتا رہا اور مدینے میں دس برس رہے۔

یزید بن ابی حبیب سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں دس برس رہے، وہاں سے صفر میں نکلے اور ربیع الاول میں مدینہ آئے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں پندرہ برس رہے، سات برس تک آپ روشنی و نور دیکھتے اور آواز سنتے رہے، آٹھ برس تک آپ پر وحی نازل ہوتی رہی۔ اور مدینے میں آپ دس برس رہے۔

سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ایک شخص ابن عباس کے پاس آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دس برس مکے میں اور دس برس مدینے میں وحی نازل کی گئی، ابن عباس نے کہا: یہ کون کہتا ہے؟ مکے میں آپ پر پندرہ سال تک یا اس سے زیادہ وحی نازل کی گئی۔

ابو رجاء سے مروی ہے کہ میں نے حسن سے سنا کہ انھوں نے یہ آیت پڑھی "وقرآناً فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا" (اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کر دیا ہے تاکہ آپ اُسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو سنائیں اور ہم نے اُسے تھوڑا تھوڑا نازل کیا ہے) حسن نے کہا: اللہ تعالےٰ وہاں (مکے میں) قرآن کے بعض حصے کو بعض سے پہلے نازل کرتا تھا اس لیے کہ اُسے معلوم تھا کہ یہ لوگوں میں قائم رہے گا۔

حسن بیان کرتے تھے: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ قرآن کے اول و آخر کے درمیان اٹھارہ سال کا فاصلہ تھا۔ آٹھ سال تک آپ پر مکے میں،

قبل اس کے کہ مدینہ ہجرت فرمائیں، نازل ہوتا رہا اور دس برس تک مدینے میں۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ مبعوث ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں تیرہ برس تک اس طرح مقیم رہے کہ آپ پر وحی نازل ہوتی رہی پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں ۱۵۲
تیرہ برس رہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں تیرہ برس تک اس طرح رہے کہ آپ پر وحی نازل ہوتی رہی۔

مسلمانوں کو ہجرت مدینہ کی اجازت

عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب ستر انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس گئے تو آپ کا دل خوش ہو گیا، اللہ نے آپ کے لیے حامی بنا دیئے، ایک جنگجو، بہادر اور ذی استعداد قوم تیار کر دی،

مشرکین کی جانب سے مسلمانوں پر سخت مصیبت نازل ہونے لگی کیونکہ انھیں اُن کی روانگی کا علم ہو گیا تھا، قریش نے آپ کے اصحاب کو تضییق میں کر دیا، ان کی توہین و تذلیل کرنے لگے، گالیاں دیتے اور طرح طرح سے ایذا رسانی کے درپے ہوتے جس کی مثال پہلے نہ تھی،

اصحاب نے شکایت کی اور آپ سے ہجرت کی اجازت مانگی، فرمایا: مجھے تمہارا دار ہجرت (خواب میں) دکھا دیا گیا ہے مجھے دو پتھریلی زمینوں کے درمیان ایک شورہ والی کھجور کے باغ کی زمین دکھائی گئی ہے، اگر (مقام) سراۃ شورہ اور کھجور والا ہوتا تو میں کہتا کہ یہی وہ ہے (جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے)۔

آپ چند روز تک ٹھیرے رہے۔ پھر خوش خوش اپنے اصحاب کے پاس گئے اور فرمایا: مجھے تمہارے دار ہجرت کی خبر دیدی گئی، وہ یثرب ہے، جو جانا چاہے وہیں جائے۔

یہ جماعت باہم موافقت و ہمدردی کے ساتھ مصروف بہ طیاری ہوئی اپنی روانگی کو پوشیدہ رکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے سب سے پہلے جو مدینہ آئے وہ ابو سلمہ بن عبد الاسد تھے، ان کے بعد عامر بن ربیعہ آئے، ہمراہ ان کی بیوی لیلی بنت ابی حثمہ بھی تھیں جو سب سے پہلی شتر سوار خاتون تھیں کہ مدینہ آئیں، اصحاب گروہ گروہ آنے لگے، انصار کے یہاں ان کے مکانوں میں اترتے۔

انصار نے ان کو ٹھکانہ دیا، ان کی مدد کی، اور ان سے ہمدردی کی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے سالم مولائے ابی حذیفہ قبا میں مہاجرین کی امامت کرتے تھے۔

جب مسلمان مدینہ روانہ ہو گئے تو قریش کو ان پر حرص آئی اور سخت غصہ ہوئے، ان نوجوانوں پر جو چلے گئے تھے بہت طیش آیا۔

انصار کے ایک گروہ نے عقبۂ آخرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، وہ مدینہ واپس آ گئے تھے، جب مہاجرین اولین قبا آ گئے تو یہ (انصار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکے گئے، اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہجرت کر کے آئے، یہی لوگ مہاجرین انصار کہلائے۔

ان کے نام یہ ہیں ذکوان بن عبد قیس و عقبہ بن وہب بن کلدہ و عباس بن عبادہ بن نضلہ و زیاد بن لبید،

تمام مسلمان مدینہ چلے گئے، کوئی بھی مکے میں روانگی سے نہ بچا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکرؓ و علیؓ کے یا جو فتنے میں ڈال دیا گیا اور قید کر دیا گیا تھا یا مریض یا ضعیف تھا۔ ۱۵۳

آغاز ہجرت

سُراقہ بن جُعشم وغیرہ سے روایت ہے کہ مشرکوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں نے اپنی عورتیں اور بچے قبائل اَوس وخَزرَج کے ہاں (مدینۂ شریفہ میں) بھیج دیے تو سمجھ گئے کہ یہ صاحب اثر لوگ ہیں، اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں چلے جائیں گے، سب کے سب دار الندوہ میں جمع ہوئے، جتنے دانشمند اور صائب الرائے تھے سب نے شرکت کی کہ آنحضرتؐ کے معاملے میں باہم مشورہ کریں۔

نجد کے ایک بڑے بوڑھے کی شکل میں ایک شخص یہاں آیا تلوار لٹک رہی تھی موٹے جھوٹے کپڑے پہنے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بحث چھڑی، ہر شخص نے اپنی رائے کے مطابق مشورہ دیا، ہر ایک کی رائے کو ابلیس رد کرتا رہا کسی رائے کو پسند نہ کیا،

ابو جہل نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم قریش کے ہر ہر قبیلے کا ایک ایک شخص لے لیں جو بہادر اور دلیر ہو پھر اسے ایک تیز تلوار دیدیں تاکہ یہ سب مل کر مثل ایک شخص کے آنحضرتؐ کو ماریں تاکہ آپؐ کا خون تمام قبایل میں تقسیم ہو جائے اور بنی عبد مناف کی بھی سمجھ میں نہ آئیگا کہ اس کے بعد کیا کریں۔ وہ نجدی (ابلیس) کہنے لگا کہ اس نوجوان (ابوجہل) کی خوبی اللہ ہی کے لیے ہے واللہ رائے تو یہی صائب ہے ورنہ پھر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

اس بات پر اتفاق کر کے سب لوگ منتشر ہو گئے، جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ کو اس خبر سے آگاہ کیا اور مشورہ دیا کہ اس شب کو آپ اپنی خوابگاہ میں نہ سوئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ نے مجھے روانگی کی اجازت دیدی ہے، ابوبکرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ (میری) ہمراہی؟ آپنے فرمایا کہ ہاں۔

ابوبکرؓ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میری ان دو سواریوں میں سے ایک آپ لے لیجئے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہ قیمت لوں گا۔

ابوبکرؓ ان دونوں سواریوں کو بنی قشیر کے مواشی میں سے آٹھ سو درہم میں خریدا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک لیلی جس کا نام قصواء تھا۔

آپ نے علیؓ کو حکم دیا کہ اس شب کو وہ آپ کی خواب گاہ میں سوئیں، علیؓ سو ئے انھوں نے ایک سُرخ حضرمی چادر جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سویا کرتے تھے اوڑھ لی؛

قریش کا یہ گروہ جمع ہو گیا جو دروازہ کی درازوں سے جھانک رہے تھے، آپ کی گھات میں تھے۔ اور آپ کے کپڑوں کا ارادہ کر رہے تھے، باہم مشورہ کر رہے تھے کہ بستر پر لیٹنے والے پر کون حملہ کرے۔ ۱۵۴

اسی اثنا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے، وہ سب اگرچہ دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ادلپ بھر کر سنگ ریزے اٹھائے ان لوگوں کے سروں پر چھڑکا اور یہ پڑھنے لگے۔ "یٰسٓ والقرآن الحکیم" سے "سواءٌ علیہم أأنذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون" تک پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزر گئے۔

کسی کہنے والے نے ان لوگوں سے کہا کہ کس کا انتظار کرتے ہو انھوں نے کہا کہ "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اس نے کہا کہ تم لوگ ناکامیاب ہوئے اور نقصان میں رہے۔ واللہ وہ تو تمھارے پاس سے گزر گئے اور تمھارے سروں پر مٹی چھڑک گئے۔

ان لوگوں نے کہا کہ واللہ ہم نے انھیں نہیں دیکھا، اور وہ لوگ اپنے

سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے،
یہ لوگ ابوجہل و حکم بن ابی العاص و عقبہ بن ابی معیط و نضر بن الحارث
و اُمیہ بن خلف و ابن الغیطلہ و زمعہ بن الاسود و طعیمہ بن عدی و ابولہب
و اُبی بن خلف و نبیہ و منبہ پسران حجاج تھے۔

جب صبح ہوئی تو علیؓ بستر سے اٹھے، ان لوگوں نے اُن سے رسول اللہ علیہ وسلم کو دریافت کیا تو علیؓ نے کہا کہ مجھے آپ کے متعلق علم نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کے مکان چلے گئے رات تک اسی میں رہے، پھر آپ اور ابوبکرؓ نکلے اور غار ثور کو روانہ ہو گئے، اس کے اندر داخل ہوئے مکڑی نے اس کے راستے پر جالا تان دیا جس کا بعض حصہ بعض پر تھا،

قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی جستجو کی یہاں تک کہ غار کے راستے تک پہنچ گئے ان میں سے بعض نے کہا کہ اس پر تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت سے بھی پہلے کی مکڑی ہے، وہ سب واپس ہوئے۔

ابو مصعب المکی سے مروی ہے کہ میں نے زید بن ارقم و انس بن مالک و مغیرہ بن شعبہ کا زمانہ پایا ہے، میں نے ان کو بیان کرتے سُنا کہ شب کو غار میں اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کو حکم دیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اُگ آیا، اُس نے آپ کی آڑ کرلی، اللہ نے مکڑی کو حکم دیا تو اس نے آپ کے روبرو جالا لگا دیا اور آڑ کرلی، اللہ نے دو جنگلی کبوتروں کو حکم دیا جو غار کے منہ پر بیٹھ گئے،

قریش کے نوجوان جن میں ہر خاندان کا ایک ایک آدمی تھا اپنی تلواریں لاٹھیاں اور لٹھے لئے ہوئے آئے یہاں تک کہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چالیس ہاتھ کے فاصلے پر تھے تو اُن کے آگے والے شخص نے نظر ڈالی ان دونوں کبوتروں کو دیکھ کر واپس ہو گیا،

اس کے ساتھیوں نے کہا کہ تجھے کیا ہوا کہ غار میں نہیں دیکھتا، اس نے کہا کہ غار کے منہ پر دو وحشی کبوتر ہیں میں سمجھ گیا کہ اس میں کوئی نہیں ہے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی بات سنی، سمجھ گئے کہ ان دونوں (کبوتروں) کے ذریعے اللہ نے آپ سے (دشمنوں کو) دفع کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دعا دی اور ان کی جزا مقرر کر دی وہ حرم الٰہی میں منتقل ہو گئے، ابوبکرؓ کی خاص معاہدے پر چرائی والی بکریاں تھیں جن کو عامر بن فہیرہ چرایا کرتے تھے، رات کے وقت ان بکریوں کو ان حضرات کے پاس لاتے تھے اور وہ دودھ دوہ لیتے تھے، جب صبح ہو جاتی تھی تو لوگوں کے ساتھ چلے جاتے تھے۔

۵۵ عائشہؓ نے کہا کہ ہم نے دونوں حضرات کے لیے پسندیدہ تر سامان سفر تیار کیا ایک توشہ دان میں توشہ تیار کیا۔ اسماء بنت ابی بکر نے اپنی اوڑھنی کا ایک ٹکڑا کاٹا اور اس سے انھوں نے توشہ دان کا منہ بند کیا، دوسرا ٹکڑا کاٹا اور اس سے مشکیزے کے منہ کی روک بنایا اسی وجہ سے ان کا نام ذات النطاقین (دو اوڑھنی والی) رکھ دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر غار میں تین شب رہے۔ ان دونوں کے پاس عبداللہ بن ابی بکر سوتے تھے، ابوبکر نے بنی الدیل کے ایک شخص کو جن کا نام عبداللہ بن اریقط تھا ہادی اور خفیہ راستوں کے رہبر کی حیثیت سے اجرت پر رکھ لیا، حالانکہ وہ دین کفر پر تھے مگر ان سے اطمینان تھا، ان دونوں حضرات کے ساتھ عامر بن فہیرہ بھی تھے، ابن اریقط دونوں حضرات کے ساتھ رجز خوانی کرتے رہے قریش کو پتہ بھی نہ لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف لے گئے یہاں تک کہ انھوں نے اسفل مکہ سے ایک جن کی آواز سنی جو نظر نہ آتا تھا ؂

جزی اللہ رب الناس خیر جزائہ رفیقین قالا خیمتی ام معبد

(اللہ جو تمام لوگوں کا پالنے والا ہے ان دونوں رفیقوں کو اپنی بہترین جزا دے جنہوں
نے ام معبد کے خیمے میں دوپہر کو آرام فرمایا۔)

هما نزلا بالبر وا غتدیا به   فقد فاز من امسی رفیق محمد

(یہ دونوں خشکی میں اترے اور وہاں سے گذر گئے، وہ شخص کامیاب رہا جو محمد (صلی اللہ
علیہ وسلم) کا رفیق ہوگیا (یعنی حضرت صدیق)۔

ابی معبد الخزاعی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
جب مکے سے مدینہ ہجرت فرمائی تو آپ اور ابوبکرؓ اور مولائے ابوبکر عامر
ابن فہیرہؓ تھے، ان حضرات کے رہبر عبداللہ بن اُریقط اللیثی تھے یہ حضرات
اُم معبد خزاعیہ کے خیمہ پر گذرے جو قوی و دلیر تھیں، وہ اپنے خیمے کے
آگے میدان میں چادر اوڑھ کر بیٹھی رہتی تھیں اور کھلاتی پلاتی تھیں چنانچہ
ان حضرات نے ان سے کھجور یا گوشت کو دریافت کیا کہ خریدیں، مگر
ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے پاس نہ پائی!

اتفاق سے زادراہ ختم ہوچکا تھا اور یہ سب قحط کی حالت
میں تھے، ام معبد نے کہا کہ واللہ اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو مہمانداری
ہی آپ کو کسی چیز کا محتاج نہ کرتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بکری پر نظر پڑی جو خیمے کے
ایک حصے سے بندھی تھی آپ نے فرمایا کہ اے ام معبد یہ بکری کیسی ہے
انہوں نے کہا کہ یہ وہ بکری ہے جس کو تھکن نے بکریوں سے پیچھے کر دیا ہے
(جس کی وجہ سے اور بکریاں چرنے گئیں اور یہ رہ گئی) فرمایا اس کے کچھ
دودھ بھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ (اس بکری کے لیے دودھ دینا) اس سے
(یعنی جنگل جانے سے) بھی زیادہ دشوار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے
اجازت دیتی ہو کہ میں اس کا دودھ دوہوں۔ انہوں نے کہا کہ میرے
ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ ہاں اگر آپ اس کے دودھ دیکھیں (تو
دوہ لیجیے)۔

آپ نے بسم اللہ کہہ کر اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اے اللہ ام معبد کو ان کی بکری میں برکت دے، اس بکری نے ٹانگیں پھیلادیں، کثرت سے دودھ دیا اور فرمانبردار ہوگئی،

آپ نے ان کا وہ برتن مانگا جو ساری قوم کو سیراب کردے، اس میں آپ نے دودھ کو سیلاب کی طرح دوہا یہاں تک کہ کف اس کے اوپر آگیا، آپ نے اسے پلایا، ام معبد نے پیا یہاں تک کہ وہ بھی سیراب ہوگئیں اور آپ نے اپنے اصحاب کو پلایا، وہ بھی سیراب ہوگئے، سب سے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نوش فرمایا اور فرمایا کہ قوم کے ساقی کو سب کے آخر میں پینا چاہیے،

سب نے ایک بار پینے کے بعد دوبارہ پیا اور خوب سیر ہوگئے پھر آپ نے اسی برتن میں ابتدائی طریقے پر دوبارہ دوہا اور اس کو ام معبد کے پاس چھوڑ دیا۔

کچھ ہی دیر گذری تھی کہ ام معبد کے شوہر ابو معبد اپنی بکریاں ہنکاتے ہوئے آگئے جو ایسی بکلا (یعنی گابھن نہ ہونے والی) اور دبلی پتلی تھیں کہ اچھی طرح چل نہ سکتی تھیں، ان کا مغز بہت کم تھا ان میں ذرا سی بھی چربی نہ تھی، ۱۵۶
ابو معبد نے دودھ دیکھا تو تعجب کیا اور کہا کہ تم لوگوں کو کہاں سے مل گیا حالانکہ بکریاں دور چرنے گئی ہوئی تھیں، اور گھر میں کوئی دودھ والی بکری نہ تھی؛

ام معبد نے کہا: واللہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوا کہ ہمارے پاس ایک بابرکت بزرگ گذرے جن کی یہ یہ باتیں تھیں، ابو معبد نے کہا کہ میں انھیں قریش کا وہی ساتھی خیال کرتا ہوں جن کی تلاش کی جارہی ہے۔ اے ام معبد مجھ سے ان کی صفت تو بیان کرو۔

ام معبد نے کہا کہ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جن کی صفائی و پاکیزگی بہت صاف اور کھلی ہوئی ہے، چہرا نہایت روشن و نورانی ہے، اخلاق نہایت اچھے ہیں ان میں پیٹ بڑا ہونے کا عیب نہیں ہے

نہ ان میں کوتاہ گردن اور چھوٹا سر ہونے کی خرابی ہے، وہ حسین و جمیل ہیں آنکھوں میں کافی سیاہی ہے، پلک کے بال خوب گھنے ہیں۔ آواز میں بلندی ہے آنکھ میں سیاہی کی جگہ سیاہی خوب تیز ہے اور سفیدی کی جگہ سفیدی خوب تیز ہے۔ ابروئیں باریک ہیں اور آپس میں ملی ہوئی ہیں، بالوں کی سیاہی بھی خوب تیز ہے، گردن میں بلندی اور ڈاڑھی میں گھنا پن ہے، جب خاموش ہوتے ہیں تو ان پر وقار چھا جاتا ہے اور جب بولتے ہیں تو حسن کا غلبہ ہوتا ہے، گفتگو ایسے نگینوں کی لڑی ہوتی ہے جو گر رہے ہوں وہ شیریں گفتار ہیں۔ قول فیصل کہنے والے ہیں ایسے کم گو نہیں جس سے مقصد نہ ادا ہو، نہ فضول گو ہیں، دور سے دیکھو تو سب سے زیادہ بارعب و حسین ہیں، قریب سے سب سے زیادہ شیریں گفتار و جمیل ہیں۔ ایسے متوسط اندام ہیں کہ تم درازی قد کا ان کو عیب نہ لگاؤ گے اور نہ کوئی آنکھ کوتاہ قد ہونے کی وجہ سے انھیں حقیر جانے گی۔ وہ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ تھے (یعنی دو رفیق ان کے ساتھ اور بھی تھے) دیکھنے میں وہ تینوں میں سب سے زیادہ بارونق اور سب سے زیادہ مقدار میں حسین تھے ان کے رفقا ایسے تھے جو انھیں گھیرے رہتے تھے، جب وہ کچھ فرماتے تھے تو لوگ اچھی طرح آپ کا کلام سنتے تھے اگر کوئی حکم دیتے تھے تو سب کے سب ان کے حکم کی طرف دوڑتے تھے، وہ مخدوم تھے اور ایسے تھے جن کے پاس خدمت کے لیے لوگ دوڑتے تھے۔ نہ وہ ترش رو تھے نہ زیادہ گو تھے۔

ابو معبد نے کہا کہ واللہ یہ تو قریش کے وہی ساتھی تھے جن کا ہم سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ اے ام معبد اگر میں ان کے وقت میں آجاتا تو ضرور درخواست کرتا کہ آپ کی صحبت میں رہوں۔ اگر تم اس کا موقع پاتا تو ضرور ضرور ایسا ہی کرنا۔

صبح کے وقت مکے میں آسمان و زمین کے درمیان ایک بلند آواز ظاہر ہوئی جس کو لوگ سنتے تھے اور آواز والے کو نہیں دیکھتے تھے، وہ کہتا تھا ۔

جزی اللہ رب الناس خیر جزائہ　　　رفیقین حلا خیمتی ام معبد

(اللہ جو پروردگار ہے تمام لوگوں کا اپنی بہترین جزا دے۔ ان دونوں رفیقوں کو جو ام معبد کے خیموں میں اترے)۔

ھما نزلا بالبر وارتحلا بہ　　　فافلح من امسی رفیق محمد

وہ دونوں اس خشکی میں اترے اور وہاں سے چلے بھی گئے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رفیق بن گئے وہ کامیاب ہو گئے۔ (یعنی حضرت صدیق)

فیال قصی مازوی اللہ عنکم　　　بہ من فعال لایجازی وسودد

اے قبیلۂ قصی تم کو کیا ہو گیا ہے، اللہ نے تمہیں ایسے کام اور ایسی سرداری کی توفیق نہیں دی جس کی جزا مل سکے۔

سلوا اختکم عن شاتھا واناءھا　　　فانکم ان تسئلوا الشاۃ تشھد

اپنی بہن سے انکی بکری اور برتن میں دودھ بھر جانے کا حال پوچھو۔ اگر تم بکری سے پوچھو گے تو وہ بھی شہادت دے گی۔

دعاھا بشاۃ حائل فتحلبت　　　لہ بصریح ضرۃ الشاۃ مزبد

ایسی بکری تھی جو بالکل دبلی اور بے دودھ کے تھی، مگر وہی بکری خالص دودھ دینے لگی جس میں روغن اور کف بھرا تھا۔

فغادرہ رھنا لدیھا لحالب　　　تدر بھا فی مصدر ثم مورد

حضرت نے یہ بکری وہیں چھوڑ دی کہ آنے جانے والے اس کے دودھ سے سیر ہوں یہ قوم صبح کو اپنے نبی کو تلاش کر رہی تھی، ام معبد کے خیموں کو گھیر لیا تھا یہاں تک کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے، حسان بن ثابت نے

اسی غیبی آواز کے جواب میں اشعار ذیل کہے۔

لقد خاب قوم زال عنهم نبیهم و قدس من یسری الیهم و یغتدی

وہ قوم نقصان میں رہی جس سے ان کے نبی چلے گئے + اور وہ قوم مقدس ہے جس کی طرف وہ (نبی) صبح و شام چلتے ہیں۔

ترحل عن قوم فزالت عقولهم وحل علی قوم بنور مجدد

ایک قوم سے انھوں نے کوچ کیا تو ان لوگوں کی عقلیں جاتی رہیں + اور ایک دوسری قوم کے پاس تازہ بتازہ نور کے ساتھ اترے۔

وهل یستوی ضلال قوم تسلعوا عمًا و هداة یهتدون بمهتد

اور کیا وہ گمراہ قوم جنھوں نے بوجہ نابینائی انکار کیا + اور وہ ہدایت پانے والے جو ہدایت یافتہ سے ہدایت پاتے ہیں برابر ہیں؟

نبی یری مالا یری الناس حوله و یتلو کتاب اللہ فی کل مشهد

وہ ایسے نبی ہیں جو اپنے گرد وہ دیکھتے ہیں جو اور لوگ نہیں دیکھتے + اور ہر مشہد میں کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں۔

۱۵۷ فان قال فی یوم مقالة غائب فتصدیقها فی ضحوة الیوم او غد

اگر وہ دن میں کوئی بات غائب کی سی کہتے ہیں (یعنی پیشگوئی) تو اس کی تصدیق اسی روز دن چڑھے یا دوسرے دن ہو جاتی ہے۔

لتهن ابا بکر سعادة جده بصحبته من یسعد اللہ یسعد

ابو بکر کو اپنے نصیب کی سعادت جو بوجہ صحبت آنحضرت صلعم انھیں حاصل ہوئی مبارک ہو + جس کو اللہ سعادت دیتا ہے وہی سعید ہوتا ہے۔

ویھن بنی کعب مکان فتاتھم ومقعدھا للمسلمین بمرصد

اور بنی کعب کو بھی اپنی خاتون کا مرتبہ مبارک ہو جنکی نشست گاہ مسلمانوں کی جائے پناہ ہے

عبدالملک نے کہا ہمیں معلوم ہوا کہ ام معبد نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کی اور اسلام لائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غار سے روانگی شب دوشنبہ ربیع الاول کو ہوئی، سہ شنبہ کو قدید میں آپ نے قیلولہ فرمایا جب وہاں سے روانہ ہوئے تو سراقہ بن مالک بن جعشم نے جو اپنے گھوڑے پر سوار تھے ان لوگوں کو روکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بددعا دی جس سے ان کے گھوڑے کے پاؤں دھنس گئے، انھوں نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میرے گھوڑے کو رہا کر دے، میں آپ کے پاس سے پلٹ جاؤں گا، جو لوگ میرے پیچھے (آپ کی تلاش میں) ہیں انھیں بھی واپس کر دوں گا، آپ نے دعا کی اور وہ رہا کر دیا گیا، وہ واپس گئے، انھوں نے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں پایا تو کہا کہ لوٹ چلو، میں تمھاری برات چاہ لوں گا کہ یہاں کوئی نہیں، تم لوگ نقش قدم میں میری مہارت کو جانتے ہی ہو، وہ سب لوٹ گئے۔

عمیر بن اسحاق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور آپ کے ہمراہ ابوبکر بھی تھے، ان دونوں حضرات کو سراقہ ابن جعشم نے روکا تو ان کا گھوڑا دھنس گیا، انھوں نے کہا کہ آپ دونوں میرے لیے اللہ سے دعا کیجئے، میں آپ کے لیے یہ کروں گا کہ اب نہ پیچھا کروں گا، دونوں نے اللہ سے دعا کی مگر وہ دوبارہ پلٹے تو ان کا گھوڑا دھنس گیا، انھوں نے کہا کہ اللہ سے دعا کیجئے اور میں آپ کے لیے یہ کروں گا کہ پھر نہ پلٹوں گا، انھوں نے دونوں حضرات کے سامنے توشہ اور سواری پیش کی دونوں نے فرمایا کہ ہم کو تمھیں کافی ہو تو انھوں نے کہا کہ میں اس کا بھی آپ کے لئے ذمہ لیتا ہوں۔

(عود بسوئے مضمون حدیث اول)۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرار کے درمیان چلے، آپ ثنیۃ المرہ سے آگے بڑھے، لقف سے چل کے مدلجہ لقف سے گذر گئے، مدلجہ مجاج کے اندر سے گزرے۔ مرج مجاج میں پہنچے، بطن مرجح میں گئے، بطن ذات کشد میں پہنچے، حدائد کو طے کیا، اذاخر اور بعدہٗ بطن ریغ سے گزر فرمایا، وہیں نماز مغرب پڑھی۔ پھر ذی سلم، پھر مدلجہ کو چھوڑ دیا، پھر العثانیہ چلے پھر بطن القاحہ سے گذر گئے، پھر عرج میں اترے پھر جدادات میں پھر غابر میں رکوبہ کی داہنی طرف سے چلے، پھر بطن العقیق میں اُترے یہاں تک کہ الجثجاثہ پہنچ گئے، فرمایا کہ ہیں۔ بنی عمرو بن عوف تک جانے کا راستہ کون بتائیگا آپ مدینے کے قریب نہ تھے۔ پھر آپ الظبی کے راستے پر چلے یہاں تک کہ العصبہ پر نکلے۔

مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے پاس تشریف لانے کے منتظر تھے وہ لوگ ظہر حرہ العصبہ تک انصار کے ہمراہ صبح کو جایا کرتے تھے، دن چڑھے تک آپ کی تشریف آوری کے منتظر رہتے تھے جب سورج انھیں جلادیتا تھا تو اپنے اپنے مکانات واپس چلے جاتے تھے جب وہ دن آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ ۲ ربیع الاول روز دوشنبہ تھا، اور کہا جاتا ہے کہ بارھویں ربیع الاول تھی، تو لوگ جس طرح (انتظار میں) بیٹھا کرتے تھے بیٹھ گئے جب سورج کی تپش و تمازت بڑھی تو اپنے اپنے مکانات کو چلے گئے۔ ۱۵۸
اتفاق سے ایک یہودی اپنے قلعہ پر بلند آواز سے چلا رہا تھا کہ اے بنی قیلہ یہ تمھارے ساتھی (دوست) آگئے، سب لوگ نکلے تو اتفاق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تینوں اصحاب تھے، بنی عمرو بن عوف میں ایک شور اور تکبیر کی آواز سنی گئی، مسلمان

ہتھیار باندھنے لگے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء پہنچ گئے تو آنحضرت بیٹھ گئے اور ابو بکر کھڑے ہو کر لوگوں کو نصیحت کرنے لگے، مسلمان آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے لگے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلثوم بن الہدم کے پاس اترے اور ہمارے نزدیک یہی درست ہے کہ آپ اسعد بن خیثمہ کے مکان میں اپنے اصحاب سے باتیں کیا کرتے تھے، اس مکان کا نام منزل العزاب تھا، اسی لیے کہہ دیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن خیثمہ کے پاس اترے۔

انس سے مروی ہے کہ مکے و مدینے کے درمیان ابو بکر صدیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف (اونٹ پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے) تھے حضرت ابو بکر کی ملک شام کی آمد و رفت رہا کرتی تھی اس لیے وہ پہچانے جاتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نہیں پہچانتا تھا (راستے کے) لوگ کہتے تھے کہ اے ابو بکر یہ لڑکا جو تمھارے آگے (اونٹ پر) ہے کون ہے۔ ابو بکر کہتے یہ مجھے راستہ بتاتے ہیں۔

جب یہ دونوں حضرات مدینے کے نزدیک آگئے تو حرہ میں اترے، آپ نے انصار کو بلا بھیجا، وہ لوگ آئے اور کہا کہ آپ دونوں حضرات امن و اطمینان سے اٹھئے، انس نے کہا کہ جس روز سے آپ مدینے میں داخل ہوئے ہیں آپ کے پاس حاضر رہا میں نے کبھی کوئی دن اس روز سے جس روز آپ ہمارے پاس تشریف لائے زیادہ نورانی وحسین نہیں دیکھا، جس روز آپ کی وفات ہوئی میں آپ کے پاس حاضر تھا، اس روز سے زیادہ میں نے کوئی دن برا اور تاریک نہیں دیکھا۔

ابو وہب مولائے ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سفر ہجرت میں) اس طرح سوار ہوئے کہ آپ اپنی اونٹنی پر

ابوبکر کے پیچھے تھے، جب کوئی آدمی انھیں (ابوبکر کو) ملتا تھا تو کہتا تھا کہ آپ کون ہیں؟ وہ کہتے تھے کہ میں طالب ہوں طلب کرتا ہوں وہ کہتا تھا کہ یہ آپ کے پیچھے کون ہیں، تو وہ کہتے تھے کہ یہ راستہ بتانے والے ہیں جو مجھے راستہ بتاتے ہیں۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ جب وہ دن آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں داخل ہوئے تو مدینے کی ہر شے منور و روشن ہوگئی۔

البراء سے مروی ہے کہ ہجرت کے سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، میں نے اہل مدینہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی چیز سے خوش ہوتے نہیں دیکھا، یہاں تک کہ میں نے عورتوں اور بچوں اور کنیزوں تک کو کہتے سنا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تشریف لائے ہیں۔

البراء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں

۱۵۹ سے سب سے پہلے ہمارے پاس مصعب بن عمیرؓ و ابن ام مکتومؓ آئے یہ دونوں لوگوں کو قرآن پڑھانے لگے، پھر عمار و بلال و سعد آئے، اس کے بعد بیس اصحاب کے ساتھ عمرو بن الخطاب آئے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

میں نے لوگوں کو کبھی کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا وہ آپ سے خوش ہوئے حتیٰ کہ میں نے غلاموں اور بچوں کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جو تشریف لے آئے۔ یہاں تک کہ میں نے "سبح اسم ربك الاعلیٰ" اور مفصل میں سے چند سورتیں پڑھیں (مفصل وہ حصۂ قرآن ہے جن کا نماز میں پڑھنا مسنون ہے، وہ سورۂ حجرات سے آخر تک ہے، اس میں بھی تین حصے ہیں، طوال۔ وساط۔ قصار۔)

زرارہ بن اوفیٰ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن سلام نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشر لائے تو لوگ آپ کی طرف دوڑے

کہا جانے لگا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئے، میں بھی لوگوں کے ساتھ گیا تاکہ آپ کو دیکھوں۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا تو ایسا نظر آیا جو کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا، سب سے پہلا کلام جو میں نے آپ سے سنا یہ تھا کہ اے لوگو اسلام کی اشاعت کرو، کھانا کھلایا کرو۔ قرابتداروں کے ساتھ احسان کیا کرو، اس وقت نماز پڑھا کرو جب سب لوگ سوتے ہوں، اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو مدینے کے بلند حصے کے ایک محلے میں جو بنی عمرو بن عوف کہلاتا تھا اُترے آپ چودہ شب مقیم رہے۔ پھر آپ نے بنی النجار کے ایک گروہ کو بلا بھیجا؛ وہ لوگ اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے آئے، وہ منظر میری آنکھوں میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، ابوبکر آپ کے ہم نشین تھے، اور بنی النجار کا گروہ آپ کے گرد تھا یہاں تک کہ ابوایوب کا بیرونی میدان آپ کے دل میں ڈالا گیا۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح مدینہ تشریف لائے کہ آپ اپنی اونٹنی پر ابوبکر کو پیچھے بٹھائے ہوئے تھے، ابوبکر بوڑھے تھے اور ان سے جان پہچان تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوان تھے، آپ کو کوئی پہچانتا نہ تھا، لوگ ابوبکرؓ سے ملتے تھے اور کہتے تھے کہ اے ابوبکرؓ یہ کون شخص ہیں جو آپ کے آگے ہیں وہ کہتے تھے کہ یہ مجھے راستہ بتاتے ہیں۔

گمان کرنے والا یہ گمان کرتا تھا کہ آنحضرت ان کو زمین کی راہ بتاتے ہیں، حالانکہ ان کی مراد صرف راہ خیر کی تھی، ابوبکر مڑے تو اتفاق سے انہیں ایک سوار نظر آیا جو ان حضرات سے آملا تھا انھوں نے کہا کہ یارسول اللہ یہ سوار ہے جو ہم سے آملا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم مڑے اور فرمایا کہ اے اللہ اس کو پچھاڑ دے، اس کے گھوڑے نے اسے پچھاڑ دیا، پھر کھڑا ہو کر ہنہنانے لگا۔ اس نے کہا، یارسول اللہ آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں، آپ نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر رک جاؤ اور ہرگز کسی کو ہم سے ملنے نہ دو۔

وہ (سوار) شروع دوپہر میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوشاں تھے اور دوپہر کے آخر میں آپ کے لیے مسلح تھے (تاکہ کسی کو آنے نہ دیتے)؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم الحرّہ کی ایک جانب اترے اور انصار کو بلا بھیجا، وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ کو اور ابوبکر کو سلام کیا اور کہا کہ آپ دونوں حضرات امن و اطمینان سے مخدوم و مطاع بن کر سوار ہو جائیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر سوار ہوئے، انصار نے دونوں حضرات کو ہتھیاروں سے گھیر لیا۔ مدینے میں کہا جانے لگا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آگئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آگئے لوگ نظریں پھاڑ پھاڑ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے لگے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگئے، آپ چلتے رہے یہاں تک کہ ابوایوب کے مکان کے پہلو میں اترے؛

۱۶۰ جب عبداللہ بن سلام نے آپ کی خبر سنی تو آپ اپنے متعلقین سے باتیں کر رہے تھے، عبداللہ بن سلام اپنے متعلقین کے کھجور کے باغ میں ان کے لیے کھجوریں چن رہے تھے، وہ جس چیز میں چن رہے تھے انھوں نے اس کے رکھنے میں جلدی کی اور اس (ٹوکری) کو اپنے ہمراہ لیے ہوئے آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی پھر اپنے متعلقین کے پاس واپس گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے متعلقین کا کونسا مکان زیادہ قریب ہے؛ ابوایوب نے کہا: یارسول اللہ یہ میرا مکان ہے اور یہ میرا دروازہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اور ہمارے لیے قیلولہ کی جگہ درست کرو، وہ گئے۔ اور انھوں نے دونوں حضرات کے لیے قیلولہ کی جگہ ٹھیک کی، پھر آئے اور کہا کہ یارسول اللہ میں نے آپ دونوں حضرات کے لیے قیلولہ کی جگہ ٹھیک کر دی، اللہ کی برکت پر اٹھیے اور آرام فرمائیے۔

(عود بسوئے مضمون حدیث اول)

اہل علم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف میں دوشنبہ و سہ شنبہ و چہار شنبہ و پنجشنبہ تک رہے، جمعہ کے دن نکلے اور بنی سالم میں آپ نے نماز جمعہ پڑھائی، کہا جاتا ہے کہ آپ بنی عمرو بن عوف میں چودہ شب تک مقیم رہے، جمعہ کو آفتاب بلند ہوا تو آپ نے اپنی سواری منگائی، مسلمان بھی جمع ہوئے اور ہتھیار پہنے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصوا پر سوار ہوئے، لوگ داہنے اور بائیں آپ کے ہمراہ تھے انصار نے آپ کو اس طرح روکا کہ آپ ان کے کسی گھر پر نہ گزرتے تھے جو یہ نہ کہتے ہوں کہ یارسول اللہ ادھر قوت و ثروت و حفاظت کے سامان میں تشریف لائیے، آپ اُن سے کلمہ خیر فرماتے تھے، ان کے لیے دعا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس اونٹنی کو منجانب اللہ حکم دے دیا گیا ہے، سب نے اس کا راستہ چھوڑ دیا، جب آپ مسجد بنی سالم میں آئے تو مسلمانوں کو جو آپ کے ہمراہ تھے نماز جمعہ پڑھائی اور وہ سو تھے۔

شرجیل بن سعد سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا سے (مدینہ) منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو آپ کو بنی سالم نے روکا، آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی اور کہا: یارسول اللہ ادھر کافی تعداد و تیاری اور ہتھیار اور حفاظت میں تشریف لائیے، آپ نے فرمایا کہ اس کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔

پھر بنی الحارث بن الخزرج نے آپ کو روکا اور آپ سے اسی طرح کہا، آپ نے انھیں اسی طرح جواب دیا۔

بنی عدی نے روکا اور آپ سے اسی طرح کہا، آپ نے بھی اسی طرح انھیں جواب دیا، یہاں تک کہ وہ وہیں رک گئی جہاں

اللہ نے اسے حکم دیا تھا۔

(عروہ و یسوع کے مضمون حدیث اول) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے، آپ نے راستے کا داہنا رخ اختیار کیا، یہاں تک کہ آپ بنی الحبلی میں آئے، آپ روانہ ہوئے مسجد کو پہنچ گئے، (اونٹنی) مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رک گئی، لوگ اپنے اپنے یہاں اترنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے

ابو ایوب خالد بن زید بن کلیب آئے انھوں نے آپ کا کجاوہ اتارا اور آپ کو اپنے مکان میں لے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ آدمی اپنے کجاوے کے ساتھ ہے۔

اسعد بن زرارہ آئے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی، وہ ان کے یہاں رہی، اور یہی درست ہے۔

زید بن ثابت نے کہا کہ پھر وہ سب سے پہلا ہدیہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابو ایوب کے مکان پر گیا وہ تھا جو میں نے پہنچایا، ایک بہت بڑا پیالہ ثرید کا تھا جس میں روٹی گھی اور دودھ تھا میں نے کہا کہ یہ پیالہ میری والدہ نے بھیجا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تمھیں برکت دے۔

۱۶۱ آپ نے اپنے اصحاب کو بلایا سب نے کھایا، میں دروازے سے ہٹنے بھی نہ پایا تھا کہ سعد بن عبادہ کا پیالہ ثرید اور گوشت کا آیا، کوئی شب ایسی نہ ہوتی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر تین چار آدمی کھانا نہ لاتے ہوں، جس کی انھوں نے باری مقرر کر لی تھی، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو ایوب کے مکان سے منتقل ہو گئے۔

وہاں آپ کا قیام سات مہینے رہا۔

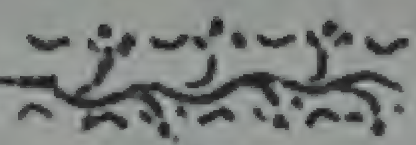
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ایوب ہی کے مکان سے

زید بن حارثہؓ و ابورافع کو مکے بھیجا، ان دونوں کو دو اونٹ اور پانسو درم دیے، یہ دونوں آپ کے پاس فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ام کلثومؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی زوجہ سودہؓ بنت زمعہ اور اسامہ بن زید کو آپ کے پاس لا کے، رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے قبل ان کے شوہر عثمانؓ بن عفان (ملک حبشہ) ہجرت کرا چکے تھے، ابوالعاص بن الربیع نے اپنی بیوی زینبؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر لیا، زید بن حارثہ نے اپنی بیوی ام ایمنؓ کو مع ان کے فرزند اسامہ بن زید کے سوار کر لیا، عبداللہ بن ابی بکرؓ بھی ابوبکرؓ کے عیال کو لے کر انھیں لوگوں کے ہمراہ روانہ ہوئے، ان میں عائشہؓ بھی تھیں، چنانچہ یہ سب لوگ مدینے آئے تو آپ نے ان سب کو حارثہ ابن النعمان کے مکان پر اتارا۔

تمت



تصحیحات



طبقات ابن سعد جزو اوّل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
		تلیحات	تلمیحات	۳۱	۶	یل	بیل
۱	۱	حسب ذیل	قدرے حسب ذیل	۳۵	۱۵	لوکوں	لوگوں
۱	۱	الزام	التزام	۳۵	۱۸	سیاب	سیلاب
۳	۱۸	آلہی	الٰہی	۴۸	حاشیہ سطر ۱	جس میں کوئی پیغمبر	جس میں ایک پیغمبر کے بعد دوسرا پیغمبر
۵	۲۵	المسعان	المستعان				
۷	۱	کے	کہ				
۷	۸	اصنافہ	اصناف	۵۱	۹	نقر	نضر
۷	۲۴	واابدّ	وابدّ	۵۳	۲۳	انَ	انُ
۹	۱۲	طبقات	طبقات	۵۷	۲۲	گرہ	مگر
۱۰	۲	مُحَمَّدٌ	محمدٌ	۵۷	۲۳	ناجائزہ	ناجائز
۱۹	۲۱	نفات	مافات	۶۱	۸	مہز	مہر
۲۱	۹	ہے)۔	ہے۔	۶۳	۱۵	کیشہ	کبشہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۸۸	۱۸	شماتت	شماتت				
۹۷	۷	حارت	حارث	۱۸۶	۱۸	•	(ایک شعر کا ترجمہ ہونا چاہئے)
۹۷	حاشیہ سطر ۲	صورت	صوت	۱۸۷	حاشیہ ۷	ممعرّف	معرف
۱۱۳	۸	انہدم	انہدم	۱۸۸	حاشیہ ۲	ٹھیک	ٹھیک
۱۲۹	۷	غیدا قاقصدُ	غیدا نااَنّعدُ	۱۹۲	۴	مُنیہ	مُغنیہ
		جاجا	جحاجحا	۱۹۲	۵	پچیس	پچیس
۱۳۲	۲۴	سے	ہے	۲۱۰	۹	بہشت	بہشت
۱۳۴	۱۳	بدھان	بدھان	۲۱۳	۱۲	(گرہ کھن)	(گرہن
۱۳۵	۱۶	ارصی	ارامی	۲۱۳	۱۵	گرگہن	گرہن
۱۴۳	۱۸	مابین	×	۲۱۵	۱۰	پہچانتے	پہچاننے
۱۴۵	۹	حجر	حجرؑ	۲۲۵	۱۲	رلے تلے	رلے ملے
۱۴۵	۲۱	المہدے	المہدی	۲۲۷	۹	ین عبیدہ	بن عبیدہ
״	حاشیہ	حجر	حجر	״	۲۴	تبغیر	متغیر
۱۴۹	۶	ابوہریرہ	ابوہریرہ	۲۳۰	حاشیہ ۴	دیں	دین
״	״	محلوف	محلوتؑ	۲۳۱	۲	کے	کی
۱۵۲	۱۸	توبیہ	ثوبیہ	״	حاشیہ ۴	بوی	نبوی
۱۵۶	۶	شان	ثنان	۲۳۹	۲۳	رفا	رونا
״	۸	بتائیا	بتادیا	۲۴۶	۱۴	انجام کا	انجام کار
۱۵۹	۲	ال	اس	۲۴۷	حاشیہ ۴	اصل اصل	اصل
۱۶۶	۱۹	میں میں	میں ہیں	۲۵۶	۱	یذ وقت لقا	یذ دی قلقا
۱۶۸	۲۲	بیحت	نصیحت			وصیلیہا	وضینہا
۱۸۵	حاشیہ ۷	بھیجنے	بھیجے	۲۶۳	۱۶	(معجزاتـہ میں	(معجزات) میں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١	٢	٣	٤
٢٩٩	٤	لتعحل	لتعجل
٣١٠	٩	باندھیں	باندھیں
٣١٢	١١	آگیں	آگئیں
٣٢٢	٢	فتنہ	فتنے
٣٢٣	١٩	قبیلہ	قبیلے
٣٢٥	٢٢	انخصرت	آنحضرتؐ
٣٢٨	١٦	عوىم	عویم
٣٥٢	١٩	کپڑلی	پکڑ لی